فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے، سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے: (١) مسئلہ دریافت کرنیوالے کو (٢) مسئلہ بتانے والے عالم کو (٣) سننے والے کو (٤) اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

مُنیَۃُ الطَّالِبِ وَ مِنَّۃُ المَالِكِ

شرح

عُمدَۃُ السَّالِكِ وَعُدَّۃُ النَّاسِكِ

جلد سوم

تالیف:

خادم دارالافتاء

مکتبۂ نوریہ

مفتی محمد نور یوسف پٹیل

امام مسجد پاڑا محلہ، پنویل

نام کتاب منية الطالب و منة المالك (جلد سوم)

شرح عمدة السالك وعدة الناسك

اشاعت دوم مع تخفیف واضافہ : شوال المکرم ۱۴۳۹ھ جون ۲۰۱۸ء

قیمت ۳۲۰ روپۓ

(ملنے کا پتہ)

محمد نور یوسف پٹیل (امام مسجد پاڑا محلہ پنویل) رائے گڈھ

مہاراشٹر، انڈیا، پن:۔ ۴۱۰۲۰۶

Mo: 9322737752

(تقریظ)

حضرت مولاناعبدالباری صاحب ندوی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد

اسلام کے معنی ہی خود سپردگی اور سرخم تسلیم کردینے کے ہیں مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالی کے احکامات کے سامنے سر جھکالیا ہے، وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا پابند ہے، عبادات ومعاملات دونوں پر عمل کرنے کا مکلف ہے، خود نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ثُمَّ جَعَلْنَاکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَاتَتَّبِعْ اَهْوَآءَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ (پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کردیا پس آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور ان جہلاء کی خواہش پر نہ چلئے) (سورۃ جاثیۃ آیت ۱۸) فقہی احکامات کا تعلق انہی بنیادوں پر ہے۔

ہندوستان کے سواحل میں ایک کثیر تعداد شوافع کی ہے، کیرالہ کے پورے کے پورے باشندے شافعی ہیں، شافعی مسائل پر مشتمل اردو کتابوں کی ضرورت روز افزوں ہے، عمدۃ السالک وعدۃ الناسک عربی زبان میں بہت ہی معروف ومتداول کتاب سمجھی جاتی ہے، جو بالعموم مدارس کے نصاب میں شامل ہے خاص طور سے اس میں ابواب الصلوٰۃ وابواب الحج بے نظیر ہے جس کی شروح عربی میں انوار المسالک اور فیض الالہ المالک کے نام سے اہل علم میں مقبول عام وخاص ہے، ضرورت تھی کہ اردو میں بھی اس کی قدرے بسط کے ساتھ تشریح کی جائے، الحمدللہ ہر زمانہ میں فقہ علماء کی توجہ کا

مرکز رہا ہے اسی ضمن میں کوکن کے نوجوان فاضل گرامی قدر جناب مولانا مفتی محمد نور یوسف پٹیل کی کتاب منیۃ الطالب ومنۃ المالک جلد اول ودوم منظر عام پر آکر اساتذہ وطلبہ میں خصوصاً مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے جس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ سے متعلق مسائل مناسب تشریح کے ساتھ سامنے آچکے ہیں اب انہوں نے جلد سوم کے کام کی بھی تکمیل پورے احتیاط سے کی ہے جس میں مناسک حج اور معاملات سے متعلق احکامات ومسائل کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے، انداز بھی پیارا ہے، مولانا محترم نے اس سے پہلے بھی کئی کتابیں شافعی فقہ پر تالیف فرمائی ہیں، کتاب کی تشریح وتالیف میں اپنی زندگی کے تجربات کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، مسودہ کو حرفاً حرفاً اگرچہ پڑھ نہ سکا لیکن جستہ جستہ مسودہ کا کافی حصہ دیکھنے کے بعد مؤلف کے غیر معمولی حزم واحتیاط کا اندازہ ہوا، اس کتاب کی تکمیل سے علماء وطلبہ کو بڑی حد تک مسائل کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے قبول ومقبول بنائے اور مؤلف کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

عبد الباری ندوی

خادم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

(فہرست مضامین)

مُنیۃُ الطَّالِبِ وَمِنَّۃُ الْمالِکْ (جلد سوم)

(كِتَابُ الصِّيامِ)

(روزہ کا بیان)

روزہ کی فرضیت

روزہ ماہ شعبان ۲ھ میں فرض ہوا، روزہ کا مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے، یہاں تک کہ عشرۂ ذی الحجہ سے بھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار ہے (حاشیۃ الجمل ص ۳۰۲ ج ۲)

روزہ واجب ہونے کی حکمتیں

(۱) حسن بصریؒ فرماتے ہیں: جنت الفردوس کا ولیمہ کھانے کے لئے اپنے آپ کو بھوکا رکھو،

(۲) بھوک کو اس لئے لازم کیا کہ بھوکوں پر رحم کرے،

(۳) جس طرح ٹیڑھی چیزوں کو آگ میں تپا کر سیدھا کیا جاتا ہے اسی طرح طاعت سے ہٹے ہوئے نفوس کو بھوک کی آگ میں تپا کر سیدھا کرنے کا حکم دیا، اللہ کا فضل و کرم ہوا کہ اس نے حقیقی آگ میں نفوس کو سیدھا کرنے کا حکم نہیں دیا،

(۴) فرشتوں نے مؤمنین کے گناہوں کی کثرت کی شکایت کی لیکن جب مؤمنین رمضان کے روزے رکھتے ہیں تو اللہ تعالی فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ: انھوں نے رمضان کے علاوہ دنوں میں میری نافرمانی کی لیکن رمضان میں میرے لئے مشقت کو برداشت کیا تو پھر فرشتوں نے شکایت کے بجائے سفارش شروع کی،

(۵) روزہ کی وجہ سے واجب اور سنت زہد حاصل ہوتا ہے،

(۶) خیر خواہ طبیب بیماری میں پرہیز کا حکم دیتا ہے لہذا اللہ نے گناہ کے اعتبار سے بیمار کو رمضان میں پرہیز کا حکم دیا رحم و مہربانی کی وجہ سے،

(۷) شیطان مومن کا دشمن ہے لہذا مومن کا کام یہ ہے کہ بھوک اور پیاس سے اس کے راستہ کو بند کردے، یہ ہی مطلب ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کا کہ شیطان انسان کے

بدن میں خون کی طرح چکر لگاتا ہے اس لئے بھوک اور پیاس سے اس کی گزر گاہ کو تنگ کر دو(حا شية الجمل ص٣٠٢ج٢)

روزہ کی تعریف

لغت: میں امساک [یعنی رکنے] کو روزہ کہتے ہیں،

شرعا: مخصوص طریقہ پر نیت کے ساتھ مفطرات سے رکنے کو روزہ کہتے ہیں(اقناع ص٢١٥ج١)

(**يَجِبُ صَوْمُ رَمَضَانَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَالِغٍ عَاقِلٍ قَادِرٍ عَلَى الصَّوْمِ مَعَ الْخُلُوِّ عَنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ فَلاَ يُخَاطَبُ بِهِ كَافِر وَ صَبِيّ وَ مَجْنُوْن وَمَنْ أَجْهَدَهُ الصَّوْمُ لِكِبَرٍ أَوْ مَرَضٍ لاَيُرْجى بُرْؤُهُ لَا بِأَدَاءٍ وَلَا بِقَضَاءٍ لٰكِنْ يَلْزَمُ مَنْ أَجْهَدَهُ الصَّوْمُ لِكُلِّ يَوْمٍ مُدٌّ طَعَامٍ وَيُخَاطَبُ الْمَرِيْضُ وَالْمُسَافِرُ وَالْمُرْتَدُّ وَالْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ بِالْقَضَاءِ دُوْنَ الْأَدَاءِ فَإِنْ تَكَلَّفَ الْمَرِيْضُ وَالْمُسَافِرُ فَصَامَا صَحَّ دُوْنَ الْمُرْتَدِّ وَالْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ،**

رمضان کے روزے واجب ہے ہر مسلمان، بالغ، عاقل) اور (روزہ کی قدرت رکھنے والے پر حیض و نفاس سے پاکی کے ساتھ) مطلب یہ ہے کہ مسلمان، بالغ، عاقل اور قادر علی الصوم ان تمام شرطوں کے ساتھ ایک شرط اور بھی ہے جو عورت کے ساتھ خاص ہے وہ یہ ہے کہ: حیض و نفاس سے پاک ہونا (کافر اصلی) روزے کا مخاطب نہیں یعنی ہم اس سے روزے کا مطالبہ نہیں کریں گے اور نہ اس کا روزہ صحیح ہے اور (بچہ) روزے کا مخاطب نہیں اس لئے کہ یہ غیر مکلف ہے اور روزہ اس کے حق میں مندوب ہے (اور مجنون روزے کا مخاطب نہیں) اس لئے کہ یہ غیر مکلف ہے (اور جس پر روزہ رکھنا دشوار ہو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے یا) اس (بیماری کی بناء پر جس سے شفاء کی امید نہ ہو) وہ شخص روزہ کا مخاطب نہیں (نہ اداء) کے اعتبار سے (اور نہ قضاء کے اعتبار سے لیکن جس پر روزہ رکھنا دشوار ہو اس پر ہر دن) کے روزہ (کے بدلے ایک مد اناج لازم ہو گا) چونکہ اس صورت میں قضا نہیں ہے، ایک مد یعنی ٦٠٠ گرام (الفقه المنهجی) ایسا (بیمار) جس کو بیماری سے شفاء کی امید ہو

اس سے ایک یہ صورت اورایسا (مسافر) جس کے لئے افطار مباح ہو اس سے یہ دوسری صورت اور (مرتد) سے یہ تیسری صورت اور (حائضہ) سے یہ چوتھی صورت (اور نفاس والی عورت سے) یہ پانچویں صورت (قضاء کا مطالبہ کیا گیا ہے نہ کہ اداء کا) پہلی اور دوسری صورت میں افطار کی گنجائش ہے اس لئے قضاء کا مطالبہ کیا گیا، تیسری صورت میں بحالت ارتداد روز صحیح نہیں اس لئے قضاء کا مطالبہ کیا گیا، چوتھی اور پانچویں صورت میں ترک صوم کا حکم ہے اس لئے قضاء کا مطالبہ کیا گیا (اگر بیمار اور مسافر) دونوں (مشقت برداشت کرتے ہوئے روزہ رکھیں تو صحیح ہے) پھر ان کے ذمہ قضاء باقی نہ رہے گی اس لئے کہ فرض اداء کرچکے اگرچہ سفر اور مرض کی وجہ سے رخصت تھی لیکن پھر بھی اس صورت میں روزہ رکھنا درست ہے (نہ کہ مرتد، حائضہ اور نفاس والی عورت) مطلب یہ ہیکہ بیمار اور مسافر کی طرح روزہ رکھیں تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مرتد روزہ رکھنے کا اہل ہی نہیں ہے اور حیض و نفاس والی عورتوں کا روزہ منافی ہے لہذا حائضہ اور نفاس والی عورت کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے،

(فَإِنْ أَسْلَمَ أَوْ أَفَاقَ أَوْ بَلَغَ مُفْطِرًا فِي أَثْنَاءِ النَّهَارِ نُدِبَ الْإِمْسَاكُ وَالْقَضَاءُ وَإِنْ بَلَغَ صَائِمًا لَزِمَهُ الْإِمْسَاكُ وَنُدِبَ الْقَضَاءُ اگر) کافر (اسلام لائے) دن کے دوران (یا) مجنون کو (افاقہ ہو جائے) دن کے دوران (یا بچہ جس کا روزہ نہ ہو بالغ ہو جائے دن کے دوران تو) ان کے لئے باقی دن میں مفطراتِ صوم یعنی روزہ کو توڑنے والی چیزوں سے (رکے رہنا) مستحب ہے [احترام وقت کے پیش نظر] (اور) اس روزہ کی (قضاء کرنا مستحب ہے) اس لئے کہ اس وقت میں روزہ ممکن نہیں ہے (اور اگر بچہ روزہ کی حالت میں بالغ ہو جائے تو اس پر) باقی دن میں مفطرات صوم سے (رکے رہنا لازم ہے) اس لئے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہوا جو اہل وجوب ہیں (اور) اس روزہ کی (قضاء کرنا مستحب ہے) اس لئے کہ یہ روزہ اس کے حق میں نفل واقع ہوا کیونکہ طلوع فجر کے وقت وہ روزہ کے اہل میں سے نہیں تھا (وَلَوْ طَهُرَتِ الْحَائِضُ أَمْسَكَتْ نَدْبًا وَقَضَتْ حَتْمًا اور اگر حائضہ) حیض سے

(پاک ہو جائے) دن کے دوران (تو) باقی دن میں مفطرات صوم سے (رکے رہنا مستحب ہے) اس لئے کہ اس کو ترک صوم کا حکم دیا گیا ہے جو باقی رہتا ہے دن کے آخر تک (اور قضاء لازم ہے) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں حیض کی وجہ سے روزہ کی قضاء کا حکم فرماتے تھے نہ کہ نماز کی قضاء کا، نفاس کو قیاس کیا گیا ہے حیض پر اس لئے کہ یہ اسی کے معنی میں ہے (أَوْ قَدِمَ الْمُسَافِرُ أَوْ بَرِءَ الْمَرِيْضُ وَهُمَا مُفْطِرَانِ أَمْسَكَا نَدْبًا وَقَضَيَا حَتْمًا أَوْ صَائِمَانِ أَمْسَكَا حَتْمًا مسافر) دن کے دوران (آئے یا بیمار) بیماری سے (شفاء پائے) دن کے دوران (اور دونوں روزہ دار نہ ہوں تو دونوں کے لئے) باقی دن میں مفطرات صوم سے (رکے رہنا مستحب ہے) احترام وقت کے پیش نظر (اور) اس روزہ کی (قضاء لازم ہے) اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (سورۂ بقرہ ۱۸٤) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار (کر کے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے، (ترجمۂ قرآن) (اور اگر) مسافر اور بیمار (دونوں روزہ دار ہوں تو) باقی دن میں مفطرات صوم سے (رکے رہنا لازم ہے) اس لئے کہ مسافر کا عذر یعنی سفر دن کے دوران آنے سے ختم ہوا اور بیمار کا عذر یعنی مرض دن کے دوران ختم ہوا،

(وَلَوْ قَامَتِ الْبَيِّنَةُ بِرُؤْيَةِ يَوْمِ الشَّكِّ وَجَبَ اِمْسَاكُ بَقِيَّتِهِ وَقَضَاؤُهُ، اور اگر شک کے دن) رمضان کا (چاند دکھائی دینے سے متعلق گواہ قائم ہو جائے اور وہ گواہی دے تو شک کے دن بقیہ اوقات میں) مفطرات صوم سے (رکے رہنا) واجب ہے (اور اس دن کے روزہ کی قضاء کرنا واجب ہے) اس لئے کہ شک کا دن رمضان کا دن ثابت ہوا اور رات میں روزہ کی نیت نہیں ہوئی، شک کے دن سے مراد: شعبان کی ۳۰ تاریخ ہے،

(وَيُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِهِ لِسَبْعٍ وَيُضْرَبُ لِعَشْرٍ، بچہ کو رمضان کے روزہ کا حکم دیا جائے ۷ سال کا ہونے پر اور) اس کو چھوڑنے کی وجہ سے (مارا جائے ۱۰ سال کا ہونے پر) حکم دینا مستحب

ہے تا کہ بچہ روزہ کا عادی بن جائے (وَيُبِيحُ الْفِطْرَ غَلَبَةُ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ بِحَيْثُ يُخْشَى الْهَلاكُ وَالْمَرَضُ وَلَوْ طَرَأَ فِي أَثْنَاءِ الْيَوْمِ إِذَا شَقَّ الصَّوْمُ وَسَفَرُ الْقَصْرِ إِنْ فَارَقَ الْعُمْرَانَ قَبْلَ الْفَجْرِ وَإِنْ نَوَاهُ مِنَ اللَّيْلِ فَإِنْ سَافَرَ بَعْدَهُ فَلاَ وَالْفِطْرُ لِلْمُسَافِرِ أَفْضَلُ إِنْ ضَرَّهُ الصَّوْمُ وَإِلاَّ فَالصَّوْمُ أَفْضَلُ، بھوک اور پیاس کا غلبہ اس طرح کہ) اگر نہ کھائے اور نہ پیئے تو (ہلاک اور بیمار ہونے کا خوف ہو تو فطر کو جائز کر دیتا ہے) اسی طرح (اگر دن کے دوران) ایسی بھوک یا پیاس (طاری ہو کہ روزہ دشوار ہو جائے) تو فطر کو جائز کر دے گا (اور) اسی طرح (مسافت قصر) کی مقدار (کا سفر اگر آبادی کو پار کرے طلوع فجر سے پہلے) تو فطر کو جائز کر دے گا (اگر چہ رات میں روزہ کی نیت کی ہو) مطلب یہ ہیکہ رات میں روزہ کی نیت کرنے کے بعد طلوع فجر سے پہلے سفر شروع کر کے آبادی سے پار ہو جائے تو فطر جائز ہے (اگر طلوع فجر کے بعد سفر کرے تو فطر) کو جائز (نہیں) کرے گا، اس لئے کہ وہ وجود مرخص سے پہلے واجب سے تلبس ہوا (مسافر کے لئے فطر افضل ہے اگر روزہ رکھنا اسے نقصان دہ ہو تو) نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے: سفر میں روزہ رکھنا نیکی کے کاموں میں سے نہیں (ورنہ) یعنی نقصان دہ نہ ہو تو (روزہ رکھنا افضل ہے) تا کہ ذمہ سے بری ہو جائے،

(وَلَوْ خَافَتْ مُرْضِعٌ أَوْ حَامِلٌ عَلَى أَنْفُسِهِمَا أَوْ وَلَدَيْهِمَا أَفْطَرَتَا وَقَضَتَا لٰكِنْ تَفْدِيَانِ عِنْدَ الْخَوْفِ عَلَى الْوَلَدِ لِكُلِّ يَوْمٍ مُدًّا اور اگر دودھ پلانے والی) عورت (یا حاملہ) عورت (دونوں کو) صرف (اپنی جان کا خوف ہو یا) جان کا خوف ہونے کے ساتھ دونوں کو (اولاد کا) خوف ہو (تو دونوں افطار کرے اور قضاء) کرے، اس صورت میں فدیہ نہیں ہے (لیکن) صرف (بچہ کا خوف ہونے کی صورت میں) دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت (دونوں پر) قضاء کے ساتھ (فدیہ) بھی لازم (ہے ہر دن) کے ایک روزہ (کا ایک مد) اناج

(وَلاَ يَجِبُ صَوْمُ رَمَضَانَ إِلاَّ بِرُؤْيَةِ الْهِلاَلِ فَإِنْ غُمَّ وَجَبَ اسْتِكْمَالُ شَعْبَانَ ثَلاَثِيْنَ ثُمَّ يَصُوْمُوْنَ فَإِنْ رُؤِيَ نَهَارًا فَهُوَ لِلَّيْلَةِ الْمُسْتَقْبَلَةِ وَإِنْ رُؤِيَ فِي بَلَدٍ دُوْنَ بَلَدٍ فَإِنْ تَقَارَبَا عَمَّ

الْحُكْمُ وَالَّا فَلَا وَالْبُعْدُ بِاخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ كَالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَمِصْرَ وَقِيْلَ بِمَسَافَةِ الْقَصْرِ رمضان کا روزہ واجب نہیں ہوتا مگر رمضان کا چاند دیکھنے .سے) یعنی چاند دیکھنے والے کے حق میں واجب ہوتا ہے اگرچہ فاسق ہو اور چاند نہ دیکھنے والے کے حق میں بھی رمضان کا روزہ واجب ہوتا ہے ایک ثقہ آدمی کی گواہی سے ثابت ہونے پر، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ رکھو ہلال رمضان کے دیکھنے سے اور افطار کرو ہلال شوال کے دیکھنے سے اگر چاند ابر کی وجہ سے نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن مکمل کرو، اس حدیث کی موافقت میں آگے مصنفؒ یہ مسئلہ بیان فرمارہے ہیں کہ :(اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن مکمل کرنا واجب ہے) اس لئے کہ اس صورت میں یہ مہینہ ۳۰ دن کا ہے (پھر) اس کے بعد (روزے رکھیں) ابن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو اس کا حکم فرمایا،

فاسق اور عورت کی گواہی کافی نہ ہو گی (اگر چاند دن میں دیکھا جائے تو یہ آنے والی رات کا ہو گا) نہ کہ گزری ہوئی رات کا، لہذا اس دن میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی لہذا شعبان کا دن شمار ہو گا اور روزہ لازم نہ ہو گا اور اگر رمضان کے ختم پر ہو تو دن رمضان کا شمار ہو گا شوال کا نہیں لہذا روزہ ہو گا (اور اگر چاند ایک شہر میں دیکھا جائے اور دوسرے شہر میں نہیں تو) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ :(اگر دونوں) شہر یعنی ایک وہ جس میں چاند دکھائی دیا اور دوسرا وہ شہر جس میں دکھائی نہ دیا ایک دوسرے سے اتحاد مطلع کے اعتبار سے (قریب ہوں تو) دونوں کے لئے (حکم عام ہو گا) یعنی یکساں ہو گا (ورنہ) یعنی قریب نہ ہو تو دونوں کے لئے حکم عام (نہ ہو گا) یعنی ۲ شہروں میں سورج کے طلوع و غروب ہونے میں تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے فرق نہ ہو بلکہ دونوں شہروں میں طلوع و غروب کا وقت ایک ہو اسے اتحاد مطلع کہتے ہیں اور اگر وقت ایک نہ ہو بلکہ فرق ہو اسے اختلاف مطالع کہتے ہیں (اور بعد اختلاف مطالع سے حاصل ہوتا ہے) یعنی جس طرح ۲ شہروں یا گاؤں کے قریب ہو

نے میں اتحاد مطلع کا اعتبار ہے اسی طرح دور ہونے میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، آگے مصنفؒ ان شہروں کی مثال بیان فرمارہے ہیں جن میں اختلاف مطالع ہے (جیسے حجاز، عراق اور مصر اور کہا گیا ہے) اتحاد مطلع اور اختلاف مطالع کا اعتبار (مسافت قصر سے) حاصل ہوتا ہے (وَيُقْبَلُ فِي رَمَضَانَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الصَّوْمِ عَدْلٌ وَاحِدٌ ذَكَرٌ حُرٌّ مُكَلَّفٌ وَلاَ يُقْبَلُ فِي سَائِرِ الشُّهُوْرِ اِلاَّ عَدْلاَنِ اور رمضان کے متعلق) فقط (روزوں کے اعتبار سے ایک عادل مذکر، آزاد مکلف کی گواہی قبول ہوگی) روزہ کے علاوہ جیسے تأجیل قرض اور تعلیق طلاق میں قبول نہ ہوگی (اور دوسرے مہینوں میں ۲ عادل کی گواہی مقبول ہوگی،وَلَوْ عَرَفَ رَجُلٌ بِالْحِسَابِ وَالنُّجُوْمِ أَنَّ غَدًا مِنْ رَمَضَانَ لَمْ يَجِبِ الصَّوْمُ لٰكِنْ يَجُوْزُ لِلْحِسَابِ وَالْمُنَجِّمِ فَقَطْ اور اگر کوئی آدمی حساب) سے یعنی چاند کے منازل اور رفتار سے رمضان کے داخل ہونے کو جان لے (اور ستاروں) یعنی بعض ستاروں کے بعض میں داخل ہونے (سے جانے کہ کل رمضان ہے تو روزہ رکھنا) اس پر اور لوگوں پر (واجب نہیں ہے لیکن صرف حاسب) یعنی چاند کے منازل اور رفتار کا حساب لگانے والا (اور ستاروں کی جانکاری رکھنے والے کے لئے) روزہ رکھنا (جائز ہے)

(وَاِنِ اشْتَبَهَتِ الشُّهُوْرُ عَلَى أَسِيْرٍ وَنَحْوِهِ اجْتَهَدَ وُجُوْبًا وَصَامَ فَاِنِ اسْتَمَرَّ الْاِشْكَالُ أَوْ وَافَقَ رَمَضَانَ أَوْ مَا بَعْدَهُ صَحَّ وَاِنْ وَافَقَ مَا قَبْلَهُ لَمْ يَصِحَّ اور اگر قیدی) یعنی جو آدمی کفار کے قبضہ میں ہو اس پر مہینے مشتبہ ہوں (اور اس کے مانند) یعنی وہ آدمی جو کسی ظلم کی جگہ میں قید ہو اس آدمی (پر مہینے مشتبہ ہوں) اور رمضان کا مہینہ شروع ہوا یا نہیں پتہ نہ ہو (تو) رمضان کے بارے میں (اجتھاد کرے جو واجب ہے اور) اجتھاد کے مطابق (روزہ رکھے لیکن پھر بھی اشتباہ) مجتھد پر (باقی رہے) یعنی حال ظاہر نہ ہوا کہ روزہ رکھنا رمضان میں واقع ہوا ہے یا پہلے یا بعد میں واقع ہوا ہے، ایک یہ صورت (یا) حال ظاہر ہو جائے کہ رکھا ہوا روزہ (رمضان کے موافق ہوا) یعنی رمضان میں واقع ہوا ہے، یہ دوسری صورت

(یا رمضان کے بعد والے مہینہ) جیسے شوال وغیرہ (کے) موافق ہوا یہ تیسری صورت (تو) مذکورہ تینوں صورتوں میں روزہ (صحیح ہے) لیکن دوسری صورت میں روزہ اداء ہوا تیسری صورت میں قضاء اور پہلی صورت میں رکھنا کافی سمجھا گیا (اور اگر) روزہ رکھنا (رمضان کے پہلے والے مہینہ) یعنی شعبان (کے موافق ہوا تو صحیح نہیں ہے) اس لئے کہ وقت یعنی رمضان سے پہلے واقع ہوا لیکن اس کے حق میں یہ روزہ نفل واقع ہو گا اگر اس کے ذمہ فرض روزہ نہ ہو تو اور اگر ہو تو رکھا ہوا روزہ ذمہ میں باقی فرض روزہ کی طرف سے واقع ہو گا اگر اس سال کی قید نہ لگائی ہو ورنہ دوسرے کی طرف سے نہ ہو گا (وَشَرْطُ الصَّوْمِ: النِّيَّةُ وَالْإِمْسَاكُ عَنِ الْمُفْطِرَاتِ فَيَنْوِي لِكُلِّ يَوْمٍ فَإِنْ كَانَ فَرْضًا وَجَبَ تَعْيِينُهُ وَتَبْيِيتُهُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَكْمَلُهُ أَنْ يَنْوِيَ صَوْمَ غَدٍ عَنْ أَدَاءِ فَرْضِ رَمَضَانَ هٰذِهِ السَّنَةِ لِلّٰهِ تَعَالَى اور روزہ کی شرط) یہ ہیں: (۱) (نیت کرنا) آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو رات میں فجر سے پہلے نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں،، یہ محمول ہے فرض روزہ پر، نیت کا دل سے ہونا ضروری ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے (اور) (۲) (مفطرات صوم سے رکنا) آگے نیت کے بارے میں ہے کہ: (ہر دن) کے روزہ (کی نیت کرے) اب مصنفؒ اگر روزہ فرض ہو تو اس کی نیت کا طریقہ بتلا رہے ہیں کہ: (اگر فرض ہو) یا نذر، یا قضاء یا کفارہ کا ہو (تو فرض) روزہ (کی تعیین) ناوی پر (واجب ہے) مطلب یہ کہ نیت میں فرض روزہ کی یا نذر یا قضاء یا کفارہ کے روزہ کی تعیین کرنا ضروری ہے، وقت کی طرف مضاف قربت ہے لہذا روزہ میں واجب ہو گی جیسے فرض نماز میں تعیین واجب ہوتی ہے (اور فرض روزہ کی نیت رات میں ہو) ضروری ہے (اور فرض روزہ کی اکمل نیت اس طرح ہے کہ کہے): نَوَيْتُ (صوم غدا الخ) میں نے اس سال کے رمضان کے کل کے فرض اداء روزہ کی نیت کی اللہ کے لئے۔

اقل نیت اس طرح ہے: نَوَيْتُ صَوْمَ رَمَضَانَ [میں نے رمضان کے روزہ کی نیت کی] اکمل اور اقل دونوں میں سے کسی ایک نیت کا کرنا کافی ہے (اعانہ)

(وَلَوْ أَخْبَرَهُ بِالرُّؤْيَةِ لَيْلَةَ الشَّكِّ مَنْ يَثِقُ بِهِ مِمَّنْ لاَ يَقْبَلُهُ الْحَاكِمُ مِنْ نِسْوَةٍ وَعَبِيْدٍ وَصِبْيَانٍ فَنَوَى بِنَاءً عَلَى ذٰلِكَ فَكَانَ مِنْهُ صَحَّ وَإِنْ نَوَاهُ مِنْ غَيْرِ إِخْبَارِ أَحَدٍ فَكَانَ مِنْهُ لَمْ يَصِحَّ سَوَاءٌ جَزَمَ النِّيَّةَ أَوْ تَرَدَّدَ فَقَالَ إِنْ كَانَ غَدًا مِنْ رَمَضَانَ فَأَنَا صَائِمٌ وَإِلاَّ فَمُفْطِرٌ وَلَوْ قَالَ لَيْلَةَ الثَّلاَثِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ إِنْ كَانَ غَدًا مِنْ رَمَضَانَ فَأَنَا صَائِمٌ وَإِلاَّ فَمُفْطِرٌ فَكَانَ مِنْ رَمَضَانَ صَحَّ اور اگر شک کی رات) یعنی شعبان کی تیسویں رات (کوئی رمضان کا چاند دکھائی دینے کی خبر دے جو اس کے نزدیک قابل اعتبار ہو) یعنی مُخبِر کی سچائی مُخبَرْ کے دل میں واقع ہو (لیکن یہ) مخبِر (ان میں سے ہو جس) کی چاند کے بارے میں گواہی (کو حاکم قبول نہ کرے عورت، غلام اور ۲ بچے) ہونے (کی وجہ سے تو اس خبر پر بناء کرتے ہوئے نیت کرے) یعنی روزہ رکھے (پھر ظاہر ہو جائے کہ) شک کا دن (رمضان کا تھا تو) خبر کی وجہ سے بغیر کسی تردد کے رکھا ہوا روزہ (صحیح ہو گا اور اگر) شک کے دن (کسی کے خبر دینے کے بغیر روزہ کی نیت کرے پھر ظاہر ہو جائے کہ) شک کا دن (رمضان کا) دن (تھا تو) یہ رکھا ہوا روزہ (صحیح نہ ہو گا چاہے نیت میں جزم) ہو یعنی بلا تعلیق ہو (یا تردد ہو) یعنی تعلیق کے ساتھ ہو (یعنی کہے اگر آئندہ کل رمضان کا دن ہو تو میں روزہ دار ہوں ورنہ مفطر) اس لئے کہ یہ قطعاً شعبان کا دن ہے جزم نیت مفید نہیں اس لئے کہ علم و ظن اس کی پشت پر نہیں، (اور اگر کوئی رمضان کی تیسویں رات میں کہے: کہ اگر کل رمضان) کا دن (ہو تو میں صائم رہوں گا ورنہ) یعنی کل رمضان کا دن نہ ہو تو میں (مفطر) یعنی غیر صائم رہوں گا (پھر) اگلا دن (رمضان کا ہوا) اس طرح ظاہر ہو جائے (تو) اس کا روزہ رکھنا (صحیح ہو گا) اس لئے کہ اصل رمضان کا بقاء ہے (وَيَصِحُّ النَّفْلُ بِنِيَّةٍ مُطْلَقَةٍ قَبْلَ الزَّوَالِ اور نفل) روزہ (زوال سے پہلے مطلق نیت سے صحیح ہو گا) جبکہ مفطرات صوم میں سے کوئی چیز سرزد نہ ہوئی ہو، نبی کریم ﷺ ایک دن حضرت عائشہ ؓ کے پاس آئے اور فرمایا آپ کے پاس کچھ ہے۔۔؟۔۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو میں روزہ رکھتا

ہوں، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت کا رات میں ہی ہونا شرط نہیں ہے بلکہ زوال سے پہلے تک کرے تو کافی ہے، اور نیت کی تعیین بھی شرط نہیں ہے مطلق نیت کرنا کہ کل کا نفل روزہ رکھتا ہوں کافی ہے، تعیین کرنا کہ مثلاً ماہ شوال کے کل کا نفل روزہ رکھتا ہوں شرط نہیں ہے (وَاِنْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوِ اسْتَعَطَ أَوِ احْتَقَنَ أَوْ صَبَّ فِي أُذُنِهِ فَوَصَلَ دِمَاغَهُ أَوْ أَدْخَلَ أُصْبُعًا أَوْ غَيْرَهُ فِي دُبُرِهِ أَوْ قُبُلِهَا وَرَاءَ مَا يَبْدُو عِنْدَا لْقَعْدَةِ أَوْ وَصَلَ اِلَى جَوْفِهِ شَيْئٌ مِنْ طَعْنَةٍ أَوْ دَوَاءٍ أَوْ تَقَيَّأَ أَوْ جَامَعَ أَوْ بَاشَرَ فِيمَا دُوْنَ الْفَرْجِ فَأَنْزَلَ أَوِ اسْتَمْنَى فَأَنْزَلَ أَوْ بَالَغَ فِي الْمَضْمَضَةِ أَوِ الْاِسْتِنْشَاقِ فَنَزَلَ جَوْفَهُ أَوْ خَرَجَ رِيْقُهُ مِنْ فَمِهِ كَمَا اِذَا جَرَّ الْخَيْطَ فِي فَمِهِ عِنْدَ فَتْلِهِ فَانْفَصَلَ عَلَيْهِ رِيْق ثُمَّ رَدَّهُ وَبَلَعَ رِيْقَهُ أَوْ بَلَعَ رِيْقَهُ مُتَغَيِّرًا كَمَا اِذَا فَتَلَ خَيْطًا فَتَغَيَّرَ بِصَبْغِهِ أَوْ كَانَ نَجِسًا كَمَا اِذَا دَمِيَ فَمُهُ فَبَصَقَ حَتَّى صَفَا رِيْقُهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ أَوِ ابْتَلَعَ نُخَامَةً مِنْ أَقْصَى الْفَمِ اِنْ قَدَرَ عَلَى قَطْعِهَا وَمَجِّهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى نَزَلَتْ أَوْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ مُجَامِعٌ وَلَوْ لَحْظَةً وَهُوَ فِي جَمِيْعِ ذٰلِكَ ذَاكِرٌ لِلصَّوْمِ وَعَالِمٌ بِالتَّحْرِيْمِ بَطَلَ صَوْمُهُ وَعَلَيْهِ قَضَاءٌ وَاِمْسَاكُ بَقِيَّةِ النَّهَارِ وَضَابِطُ الْمُفْطِرِ وُصُوْلُ عَيْنٍ وَاِنْ قَلَّتْ مِنْ مَنْفَذٍ مَفْتُوْحٍ اِلَى جَوْفٍ وَالْجِمَاعُ وَالْاِنْزَالُ عَنْ مُبَاشَرَةٍ أَوِ اسْتِمْنَاءٍ عَالِمًا بِالتَّحْرِيْمِ ذَاكِرًا لِلصَّوْمِ اور اگر کھائے یا پیئے یا ناک میں دوا ڈالے یا مریض کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں) دوا (داخل کرے یا کان میں) پانی یا تیل یا اس کے مانند کوئی چیز (ڈالدے پھر وہ) یعنی ڈالا ہوا پانی وغیرہ (صائم کے دماغ تک پہنچ جائے یا) صائم (انگلی یا انگلی کے علاوہ) کوئی چیز جیسے لکڑی وغیرہ (اپنی پچھلی شرمگاہ میں داخل کرے یا) عورت انگلی وغیرہ (اپنی اگلی شرمگاہ میں اور وہ داخل ہو جائے اس سے اوپر جو) قضاء حاجت کے لئے (بیٹھتے وقت ظاہر ہوتا ہے، یا پیٹ میں کوئی چیز پہنچ جائے یعنی نیزہ، یا دوا یا قے کرے) باختیار اگر خود بخود نکل جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا (یا) صائم عمداً (جماع کرے) اگرچہ انزال نہ ہو (یا شرمگاہ کے علاوہ حصہ میں مباشرت کرے اور) مباشرت کے سبب (انزال ہو جائے) تو روزہ باطل ہوگا اس کے برخلاف اگر احتلام ہو جائے تو باطل نہ ہوگا (یا مشت زنی کرے اور

انزال ہو جائے یا مضمضہ) کے وقت (یا استنشاق کے وقت مبالغہ کرے اور) پانی (پیٹ میں چلا جائے) تو روزہ باطل ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں صائم کے لئے مبالغہ منہی عنہ ہے، اس کے بر خلاف اگر مبالغہ کے بغیر پانی چلا جائے تو روزہ باطل نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں مضمضۂ مشروع یا استنشاقِ مشروع سے چلا جانا ہے جو روزہ کو باطل نہیں کرتا (یا) روزہ دار (اپنے منہ سے اپنا لعاب نکالے) پھر دوسری بار اس کو نگل لے تو روزہ باطل ہو گا اس لئے کہ اس نے منہ سے نکالا اور پھر دوسری بار اس کو نگل لیا، آگے مصنفؒ اس کی مثال بیان فرمارہے ہیں: (جیسا کہ) درزی (جب تاگہ اپنے منہ میں بٹتے وقت کھینچے اور اس تاگے کو) درزی کا (لعاب لگ جائے پھر) درزی (اس تاگے کو) دوسری بار (منہ میں داخل کرے اور) تاگے کو پہلی بار منہ میں داخل کرنے کی صورت میں لگا ہوا (اپنا لعاب نگل لے یا اپنا متغیر لعاب نگل لے) آگے مصنفؒ لعاب متغیر ہونے کی مثال دے رہے ہیں: (جیسا کہ رنگین تاگے کو بٹے) اور اس کو منہ میں داخل کرے (تو اس کے رنگین ہونے کے سبب لعاب متغیر) یعنی رنگین (ہو جائے یا) لعاب متغیر نہ ہو لیکن (ناپاک ہو) لعاب ناپاک کس طرح ہو گا آگے مصنفؒ مثال سے اس کو واضح کر رہے ہیں: (جیسا کہ صائم کے) مثلاً (مسوڑھے سے جب خون نکل جائے پھر وہ اس کو تھوکے یہاں تک کہ) منہ میں (اس کا لعاب خالص ہو جائے سرخ رنگ سے) یعنی سفید ہو جائے (اور اس نے اپنا منہ نہ دھویا) اور لعاب کو نگل لیا تو روزہ باطل ہو گا، اس لئے کہ اس صورت میں اس کا منہ ناپاک تھا اور نگلنے کی حاجت نہیں تھی بلکہ بچنا ممکن تھا پھر بھی نگل لیا (یا) صائم (منہ کے کنارے سے) آنے والے (بلغم کو نگل لے حالانکہ روکنے اور تھوکنے پر قادر ہو لیکن پھر بھی نہ روکے اور نہ تھوکے یہاں تک کہ) منہ کے ظاہری حد یعنی معتمد قول کے مطابق حلق کے درمیانی حصہ میں (آجائے) اور پھر پیٹ میں پہنچ جائے تو روزہ باطل ہو گا (یا فجر طلوع ہو اور صائم حالت

جماع میں ہو اگر چہ ایک لحظہ) ایک سیکنڈ، مطلب یہ ہیکہ جماع کی حالت میں رہتے ہوئے فجر طلوع ہو کر اگر چہ ایک لحظہ گزر جائے تو بھی روزہ باطل ہو گا (اور صائم کو) مذکورہ بالا عبارت "وان أكل أو شرب سے لیکر أو طلع الفجر وهو مجامع ولو لحظة" یہاں تک ذکر کردہ (تمام مسائل میں روزہ سے ہونا یاد ہو اور) اسی طرح جو چیز روزہ کی حالت میں حرام ہے اس کی (حرمت کا علم ہو تو) تمام مسائل میں (صائم کا روزہ باطل ہو گا) اس لئے کہ ان صورتوں میں مفطر چیز روزہ کو باطل کرتی ہے (لہذا اس پر قضاء) واجب (ہے اور) قضاء کے وجوب کے ساتھ (دن کے بقیہ اوقات میں) مفطرات صوم سے (رکنا) بھی واجب (ہے) اس وقت کی تعظیم کی وجہ سے،

(اور روزہ باطل کرنے والی چیزوں کا اجمالی بیان) یہ ہے کہ (منفذ مفتوح سے پیٹ میں کوئی چیز پہنچے اگرچہ) وہ چیز (تھوڑی ہو) مصنفؒ نے عین کی قید لگائی ہے اس سے ریح [ہوا] خارج ہے لہذا ریح کے داخل ہونے سے روزہ باطل نہ ہو گا،

منفذ مفتوح یعنی: منہ، ناک، کان اور اگلی پچھلی شرمگاہ،

جس طرح منفذ مفتوح سے کسی چیز کا پیٹ میں پہنچنا روزہ باطل ہونے کا اصول ہے اسی طرح سر میں پہنچنا بھی روزہ باطل ہونے کا اصول ہے، والذی یفطر به الصائم عشرة أشياء الأول ما وصل من عين الى الجوف من منفذ مفتوح و الرأس (اقناع ص ٢٠٤ ج ١) (اور ہمبستری کرنا) یعنی حشفہ کا اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں داخل ہونا روزہ کا باطل ہونا ہے (اور مباشرت سے منی کا نکلنا) یعنی بلا حائل چھونے سے منی کا نکلنا، اگر حائل سے [چاہے حائل شدہ چیز پتلی ہو] چھوئے اور منی نکل جائے تو روزہ باطل نہ ہو گا، اس لئے کہ بغیر حائل کے چھونے پر منی نکلنے سے روزہ باطل ہو تا ہے (یا قصداً اپنی منی نکالنا) یعنی اپنے یا بیوی [یا کسی اور] کے ہاتھ سے منی نکالنا چاہے کوئی چیز حائل ہو یا نہ ہو روزہ کو باطل کرتا ہے، اس لئے کہ جماع سے جب بغیر انزال کے روزہ باطل ہوتا ہے تو اس شہوت والی

صورت میں منی نکلنے پر بدرجہ اولی باطل ہو گا(حاشیة الجمل ص ۳۲۱ ج ۲) مصنفؒ نے "وصول عین سے لیکر أو استمناء" تک روزہ کو باطل کرنے والی جو چیزیں بیان کی ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز سرزد ہو جائے تو روزہ اسی وقت باطل ہو گا (جبکہ) وہ (حرمت کو جانتا ہو) اگر نو مسلم ہونے کی وجہ سے حرمت کو نہ جانتا ہو اور مفطر صوم چیز سرزد ہو جائے تو روزہ باطل نہ ہو گا (اور روزہ میں رہنا) اسے (یاد ہو) اگر روزہ یاد نہ ہو اور مفطر صوم چیز سرزد ہو جائے تو روزہ باطل نہ ہو گا، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطاء اور بھول درگزر کی گئی ہے، شارح نے ایک اور شرط بیان کی ہے: یہ کہ صائم مختار ہو یعنی مفطر صوم چیز اس نے اپنے اختیار سے کی ہو تو روزہ باطل ہو گا،

(وَيَلْزَمُهُ لِإِفْسَادِ الصَّوْمِ فِي رَمَضَانَ بِالْجِمَاعِ مَعَ الْقَضَاءِ الْكَفَّارَةُ وَهِيَ عِتْقُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ سَلِيْمَةٍ مِنَ الْعُيُوْبِ الْمُضِرَّةِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا فَإِنْ عَجَزَ ثَبَتَتْ فِي ذِمَّتِهِ وَلَا يَجِبُ عَلَى الْمَوْطُوْئَةِ كَفَّارَة

رمضان میں ہمبستری کے ذریعہ روزہ فاسد کرنے کی وجہ سے صائم پر) روزہ کی (قضاء کے ساتھ کفارہ لازم ہے اور وہ) کفارہ (اس مومن غلام کو آزاد کرنا ہے جو ایسے عیوب سے پاک اور سالم ہو جو کسب و کمائی میں مضر ہوں اگر) یہ (نہ پائے تو مسلسل ۲ ماہ کے روزے رکھنا) صائم پر لازم (ہے اگر) روزے رکھنے کی (استطاعت نہ ہو تو ۶۰ مساکین کو کھلانا ہے) یعنی زکات کے مستحق لوگوں میں سے ہر ایک کو ایک مد [یعنی ۶۰۰ گرام] (الفقه المنهجی) اناج دینا ہے (اور اگر صائم) ان مذکورہ تینوں چیزوں سے (عاجز ہو تو صائم کے ذمہ کفارہ باقی رہے گا) حضرت ابو هریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں ہلاک ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات پیش آئی۔۔؟۔۔ جواب دیا میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم رقبہ [یعنی باندی یا غلام] آزاد کر سکتے ہو جواب دیا نہیں، تو آپ ﷺ نے پوچھا

کیاتم ۲ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو جواب دیا نہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا ۶۰ مساکین کو کھانا کھلا سکتے ہو جواب دیا نہیں پھر وہ شخص بیٹھ گیا اس لئے کہ کھڑا تھا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا آگیا تو آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا اسے صدقہ کرو تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم سے زیادہ حاجت مند پر، اللہ کی قسم گھروں میں ہم سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں ہے تو آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک نظر آئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ (اور جس سے ہمبستری کی جائے اس پر کفارہ واجب نہیں ہے) اس لئے کہ کفارہ ہمبستری کرنے والے صائم پر عائد ہوتا ہے،

(فَإِنْ فَعَلَ جَمِيْعَ ذٰلِكَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلاً أَوْ مُكْرَهًا أَوْ غَلَبَهُ الْقَيْئُ أَوْ أَنْزَلَ بِاحْتِلَامٍ أَوْ عَنْ فِكْرٍ أَوْ نَظْرٍ أَوْ نَزَلَ جَوْفَهُ بِمَضْمَضَةٍ وَاسْتِنْشَاقٍ بِلَامُبَالَغَةٍ أَوْ جَرَى الرِّيْقُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ فِي خِلَالِ أَسْنَانِهِ بَعْدَ تَخْلِيْلِهِ وَعَجَزَ عَنْ مَجِّهِ أَوْ جَمَعَ رِيْقَهُ فِي فَمِهِ وَابْتَلَعَهُ صِرْفًا أَوْ أَخْرَجَهُ عَلَى لِسَانِهِ ثُمَّ رَدَّهُ وَبَلَعَهُ أَوِ اقْتَلَعَ نُخَامَةً مِنْ بَاطِنِهِ وَلَفَظَهَا أَوْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَفِي فَمِهِ طَعَامٌ فَلَفَظَهُ أَوْ كَانَ مُجَامِعًا فَنَزَعَ فِي الْحَالِ أَوْ نَامَ جَمِيْعَ النَّهَارِ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِيْهِ وَأَفَاقَ لَحْظَةً مِنْهُ لَمْ يَضُرَّهُ فِي جَمِيْعِ ذٰلِكَ وَيَصِحُّ صَوْمُهُ اگر صائم یہ سب) یعنی ذکر کردہ مفطرات صوم یا ان میں سے کوئی ایک چیز (بھولے سے) کرے تو روزہ باطل نہ ہوگا اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رمضان میں بھولے سے افطار کرے اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ (یا) صائم مفطرات صوم یا ان میں سے کوئی ایک چیز تحریم سے (ناواقفیت کی وجہ سے) کرے جیسے نو مسلم ہونے کی وجہ سے ناواقف ہو اور کرے تو روزہ باطل نہ ہوگا (یا) صائم پر کسی کے (زبردستی کرنے کی صورت میں) صائم مفطرات صوم یا ان میں سے کوئی ایک چیز (کرے) تو روزہ باطل نہ ہوگا اس لئے کہ اختیار کی صورت نہیں پائی گئی (یا صائم پر قے کا غلبہ ہو) تو روزہ باطل نہ ہوگا اس لئے کہ عمد والی صورت نہیں پائی

گئی (یا احتلام کے سبب انزال ہو جائے) تو روزہ باطل نہ ہو گا اس لئے کہ اختیار سے نہیں ہوا (یا سوچنے یا دیکھنے سے) انزال ہو جائے تو روزہ باطل نہ ہو گا اس لئے کہ یہ انزال مباشرت حقیقیہ سے نہیں ہوا ہے (یا مبالغہ کئے بغیر صائم کے پیٹ میں مضمضہ) کے سبب پانی پہنچ جائے (اور استنشاق کے سبب) دماغ میں پانی کا اثر (پہنچ جائے) تو روزہ باطل نہ ہو گا اس لئے کہ عمد نہیں (خلال کرنے کے بعد دانتوں کے درمیان باقی رہے ہوئے کھانے کے اثر سے لعاب گزرے درانحالیکہ اس) کھانے کے اثر والے لعاب (کو تھوکنے سے عاجز ہو) اس لئے نگل لے تو روزہ باطل نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں صائم سے کوتاہی نہیں ہوئی (یا صائم اپنے منہ میں تھوک کو جمع کرے اور اس کو بیک وقت نگل لے درانحالیکہ اس تھوک میں کسی اور چیز کا اثر نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ اس تھوک میں باہر کی کوئی چیز ملی ہوئی نہ ہو تو روزہ باطل نہ ہو گا بشرطیکہ ہونٹوں پر آئی ہوئی تھوک کو نہ نگلا ہو اگر ہونٹوں پر آئی ہوئی تھوک کو نگل جائے تو روزہ باطل ہو گا اس لئے کہ یہ ایسا ہوا جیسے اس نے منہ سے باہر کی چیز کو نگل لیا (یا تھوک کو زبان پر نکالے پھر اس کو) زبان سے منہ کی طرف (لوٹا لے اور نگل لے) تو روزہ باطل نہ ہو گا (یا بلغم کو اندرونی حصہ سے نکالے اور تھوک دے) تو روزہ باطل نہ ہو گا (یا فجر طلوع ہو جائے) یعنی سحری کا وقت ختم ہو جائے (اور صائم کے منہ میں کھانا ہو پھر) فورا (اسے تھوک دے) تو روزہ باطل نہ ہو گا (یا صائم حالت جماع میں ہو) اور فجر طلوع ہو جائے (پھر فورا اپنے ذکر کو باہر نکالدے) تو روزہ باطل نہ ہو گا (یا پورا دن سو یا رہے) تو روزہ باطل نہ ہو گا (یا صائم پر دن میں بے ہوشی طاری رہے درانحالیکہ دن میں ایک لحظہ) یعنی معمولی وقت کے لئے (افاقہ ہوا ہو تو) مصنفؒ کی عبارت **فان فعل جمیع ذلک ناسیا** سے لیکر یہاں تک کی (تمام صورتوں میں) مفطر صوم چیز کا صادر ہونا (صائم کے لئے نقصان دہ نہ ہو گا لہذا اس کا روزہ صحیح ہو گا)

(وَاِذَا أَكَلَ مُعْتَقِدًا أَنَّهُ لَيْل فَبَانَ أَنَّهُ نَهَار أَوْ أَكَلَ ظَانًّا لِلْغُرُوْبِ وَاسْتَمَرَّ الْاِشْكَالُ وَجَبَ الْقَضَاءُ وَاِنْ ظَنَّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ فَأَكَلَ وَاسْتَمَرَّ الْاِشْكَالُ فَلاَ قَضَاءَ، اور اگر کھائے) یہ (گمان کرتے ہوئے کہ ابھی رات ہے پھر) کھانے کے بعد (ظاہر ہو جائے کہ دن تھا) یعنی یہ ظاہر ہوا کہ جس وقت کھایا وہ یقینی دن کا وقت تھا، یہ ایک صورت (یا غروب ہونے کا گمان کرتے ہوئے کھائے اور اشکال باقی رہے) یعنی حال ظاہر نہ ہو کہ کھانا وقتِ افطار سے پہلے ہوا یا بعد، یہ دوسری صورت (تو) دونوں صورتوں میں (قضاء واجب ہے) پہلی صورت میں اس لئے کہ دن کا ہونا ظاہر ہوا اور دوسری صورت میں اس لئے کہ اصل دن کا بقاء ہے (اور اگر) کھانے کے وقت (گمان ہو کہ فجر طلوع نہیں ہوئی) یعنی سحری کا وقت ختم نہیں ہوا بلکہ باقی ہے (لہٰذا کھائے اور اشکال باقی رہے) یعنی حقیقت ظاہر نہ ہو (تو) صائم پر (قضاء) واجب (نہیں ہے) اس لئے کہ اصل رات کا بقاء ہے (وَاِنْ طَرَأَ فِي أَثْنَاءِ الْيَوْمِ جُنُوْن وَلَوْ فِي لَحْظَةٍ مِنْهُ أَوِ اسْتَغْرَقَ نَهَارَهُ بِالْاِغْمَاءِ أَوْ طَرَأَ حَيْض أَوْ نِفَاس بَطَلَ الصَّوْمِ، اور اگر دن کے دوران) صائم پر (جنون طاری ہو جائے اگرچہ ایک لحظہ) کے لئے (یا صائم پورا دن بے ہوشی میں مستغرق رہے) یعنی پورا دن صائم پر بے ہوشی طاری رہے ایک لحظہ کے لئے بھی افاقہ نہ ہو (یا) صائمہ عورت کو (حیض یا نفاس آجائے تو) مذکورہ صورتوں میں (روزہ باطل ہوگا) مانع کے وجود کی وجہ سے،

سحری کرنا

(وَيُنْدَبُ السُّحُوْرُ وَاِنْ قَلَّ وَلَوْ بِمَاءٍ، سحری کرنا مستحب ہے اگرچہ تھوڑی) کرے (اور) صرف (پانی سے) کیوں نہ کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی رحمت نازل کرتے ہیں سحری کرنے والوں پر اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں (تعلیقات مفیدہ فی فیض ص ۲۸۱ ج ۱) سحری کا وقت نصف رات سے شروع ہوتا ہے،

خصوصیت

سحری اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، پہلی امتیں سونے سے قبل کھا لیا کرتی تھیں، عشاء کے وقت سے ان پر کھانا، پینا حرام تھا (حا شية الجمل ص ۳۲۶ ج ۲)

(وَالْأَفْضَلُ تَأْخِيرُهُ مَالَمْ يَخَفِ الصُّبْحَ، سحری تاخیر سے کھانا افضل ہے اس وقت تک کہ جس میں صبح کا خوف نہ ہو) یعنی سحری کا وقت ختم ہونے کا خوف نہ ہو، اور اس وقت تک تاخیر افضل نہیں جس میں صبح کا خوف ہو، حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ افطار میں جلدی کرتے اور سحری میں تاخیر کرتے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے،

سحری تاخیر سے کرنے کی حکمت

یہ ہے کہ: سحری میں تاخیر روزہ کے لئے قوت کا باعث بنتی ہے،

افطار کرنا

(وَالْأَفْضَلُ تَعْجِيلُ الْفِطْرِ إِذَا تَحَقَّقَ الْغُرُوْبَ وَيُفْطِرُ عَلَى تَمَرَاتٍ وِتْرًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ أَفْضَلُ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ، اور افطار جلدی کرنا افضل ہے جبکہ غروب کا یقین ہو جائے) یعنی وقت افطار ہونے کا یقین ہو (اور) مستحب ہے کہ (کھجوروں سے افطار کرے) یعنی ۳ یا زیادہ سے (اور) مستحب ہے کہ (طاق عدد ہو) ایک سے زائد کھجوروں سے افطار کرنا اور کھجوروں کو طاق عدد میں لینا یہ دونوں الگ الگ مستحب چیزیں ہیں، اگر ایک کھجور سے افطا کرے تو اصل سنت حاصل ہو گی (اگر) صائم افطار کے وقت کھجور (نہ پائے تو پانی افضل ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیئے کہ کھجور سے افطار کرے اگر نہ پائے تو پانی سے اس لئے کہ پانی طھور ہے، اگر رطب یعنی تازہ کھجور ہو تو اسے تمر [یعنی خشک کھجور] پر مقدم کرے جیسا کہ آپ ﷺ سے ثابت ہے (اور) صائم کے لئے مستحب ہے کہ جب افطار کرے تو (کہے

اللهم لک الخ) اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا،

(وَيُنْدَبُ كَثْرَةُ الْجُوْدِ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَكَثْرَةُ تِلاوَةِ الْقُرْآنِ وَالْاِعْتِكَافُ سِيَّمَا الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ وَأَنْ يُفْطِرَ الصُّوَّامَ وَلَوْ بِمَاءٍ وَتَقْدِيْمُ غُسْلِ الْجَنَابَةِ عَلَى الْفَجْرِ وَتَرْكُ الْغِيْبَةِ وَالْكَذِبِ وَالْفُحْشِ والشَّهَوَاتِ وَالْفَصْدِوَ الْحِجَامَةِ فَإِنْ شُوْتِمَ فَلْيَقُلْ اِنِّى صَائِم، اور مستحب ہے کثرت سے سخاوت کرنا اور) مستحب ہے (صلہ رحمی کرنا) یعنی رشتہ داروں سے بھلائی کرنا (اور کثرت سے قرآن پڑھنا اور) کثرت سے (اعتکاف کرنا خصوصا) رمضان کے (آخری عشرہ میں) آپ ﷺ سے یہ سب چیزیں ثابت ہے (اور) صائم وغیرہ کے لئے (یہ) مستحب ہے (کہ روزہ داروں کو افطار کرائے اگرچہ پانی سے) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے اس کے لئے روزہ دار کی طرح اجر ہے (اور) مستحب ہے (غسل جنابت کو) طلوعِ (فجر پر مقدم کرنا) یعنی اگر غسل جنابت [مطلب یہ ہیکہ فرض غسل] لاحق ہوا ہو تو سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے غسل کرے تاکہ روزہ دن کے شروع سے پاکی کی حالت میں رہے،

ہمبستری کرکے غسل کئے بغیر سحری کرنے کا حکم

ہمبستری کرکے غسل کئے بغیر سحری کرنا جائز ہے اسی طرح اگر احتلام ہو جائے تو بھی غسل کئے بغیر سحری کرنا جائز ہے (مھذب مع المجموع) مگر غسل کے لئے وقت ہو تو سحری سے پہلے غسل کرنا سنت ہے تاکہ روزہ جو عبادت ہے اسے طھارت کی حالت میں رکھا جائے (فتح المعین مع اعانہ ص٢٤٧ج٢)

(اور) مستحب ہے روزہ دار کے لئے (غیبت) کو اور (جھوٹی بات) کو ترک کرنا، ان کا چھوڑنا اگرچہ بالذات واجب ہے لیکن روزہ کی وجہ سے چھوڑنے کی تاکید زیادہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو جھوٹی بات اور اس پر عمل کو نہ چھوڑے اس کے کھانے، پینے سے رکنے کی اللہ

کو کوئی حاجت نہیں ہے، اور مستحب ہے (کلام بد) کو ترک کرنا اور مستحب ہے (شہوات) کو ترک کرنا، شہوات یعنی: خواہشیں اور رغبتیں جیسے پھولوں کو چھونا اور دیکھنا، خوشبو سونگھنا وغیرہ، اور مستحب ہے (فصد اور حجامت کو ترک کرنا) اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں روزہ دار کو کمزور کرتی ہیں اور روزہ بھی کمزور کرتا ہے تو دو کمزور کرنے والی چیزیں جمع ہو جائیں گی، [فصد اور حجامت کی تعریف جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں] (اگر روزہ دار سے گالی گلوج کی جائے تو کہے کہ میرا روزہ ہے) یعنی میں صائم ہوں کلام قبیح سے یعنی روکنے والا ہوں اپنے نفس کو کلام قبیح سے،

(حرام چیزیں)

(وَتَحْرُمُ الْقُبْلَةُ لِمَنْ حَرَّكَتْ شَهْوَتَهُ وَالْوِصَالُ بِأَنْ لاَيَتَنَاوَلَ فِي اللَّيْلِ شَيْئًا فَلَوْ شَرِبَ مَاءً وَلَوْ جَرْعَةً عِنْدَ السُّحُوْرِ فَلاَ تَحْرِيْمَ، اوراس روزہ دار کیلئے) بیوی کو (بوسہ لینا حرام ہے جس کی شہوت میں حرکت ہو) اس لئے کہ شہوت اس صورت میں انزال کی طرف مؤدی ہوگی اور انزال بطلان صوم کی طرف مؤدی ہوگا، اور جس روزہ دار کی شہوت میں حرکت نہ ہو اس کے لئے بچنا اولی ہے (اور وصال) یعنی صوم وصال حرام ہے وہ (یہ ہیکہ) [عمدا] (رات میں کچھ نہ کرنا) مطلب یہ ہے کہ عمدا مفطرات صوم میں سے کسی مفطر چیز کا نہ کرنا، آپ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا،

حکمت

صوم وصال حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ: اس سے صائم میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: صوم وصال مکروہ تحریمی ہے، **الوصال فهو مكروه۔۔۔وهل هي كراهة تحريم أم تنزيه فيه الوجهان ۔۔أصحهما۔۔ كراهة تحريم** (شرح مهذب ص۳۵۷ ج۶) وصال کا روزہ مکروہ ہے کیا تحریمی ہے یا تنزیہی۔۔؟۔۔ اس میں ۲ وجہ ہیں جن میں اصح وجہ کے مطابق مکروہ تحریمی ہے،

صوم وصال: ۲ یا زائد دن مسلسل روزہ رکھنا اور رات میں [عمدا] کسی مفطر صوم چیز کا نہ کرنا صوم وصال کہلاتا ہے،

(اگر سحری کے وقت پانی پیئے اگر چہ ایک گھونٹ) ہی کیوں نہ ہو (تو حرمت نہ رہے گی) اس لئے کہ اس صورت کو صوم وصال نہیں کہا جاتا،

مکروہ چیزیں

(وَيُكْرَهُ ذَوْقُ الطَّعَامِ وَعِلْكٍ وَسِوَاكٌ بَعْدَ الزَّوَالِ لَا كُحْلٌ وَاسْتِحْمَامٌ وَيُكْرَهُ لِكُلِّ أَحَدٍ صَمْتُ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ اور) روزہ دار کے لئے (مکروہ ہے کھانا چکھنا اور) مکروہ ہے (چبانا) کیونکہ دونوں صورتوں میں اس چیز کے پیٹ میں چلے جانے کا خوف ہے (اور) مکروہ ہے (زوال کے بعد مسواک کرنا) اس وجہ سے کہ زوال کے بعد روزہ دار کے منہ سے جو بو آتی ہے وہ روزہ کے سبب سے نہ کہ کھانے کے سبب سے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے مسواک اس کو ختم کرتا ہے(المجموع) صائم کے لئے (مکروہ نہیں ہے سرمہ لگانا) اس لئے کہ آنکھیں منفذ مفتوح میں شامل نہیں ہے اگر سرمہ پیٹ یا سر میں پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ پیٹ یا سر میں کسی چیز کے پہنچنے سے روزہ اسی وقت ٹوٹتا ہے جبکہ وہ منفذ مفتوح سے چلی جائے، شرط الواصل کونہ من منفذ(تحفة المحتاج ص٤٠٣ ج٣) یعنی منفذ مفتوح سے کسی چیز کا پہنچنا شرط ہے (اور) مکروہ نہیں ہے (غسل کرنا) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے روزہ کی حالت میں شدید گرمی اور پیاس کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالا (اور مکروہ ہے ہر ایک کے لئے) چاہے صائم ہو یا نہ ہو بغیر حاجت کے (دن سے لیکر رات تک خاموش رہنا) بلکہ اپنی زبان کو ذکر یا تلاوت میں مشغول رکھنا اولی ہے،

(وَمَنْ لَزِمَهُ قَضَاءُ شَيْءٍ مِنْ رَمَضَانَ يُنْدَبُ لَهُ أَنْ يَقْضِيَهُ مُتَتَابِعًا عَلَى الْفَوْرِ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُؤَخِّرَ الْقَضَاءَ إِلَى رَمَضَانٍ آخَرَ بِغَيْرِ عُذْرٍ فَإِنْ أَخَّرَ لَزِمَهُ مَعَ الْقَضَاءِ عَنْ كُلِّ يَوْمٍ مُدُّ طَعَامٍ

فَإِنْ أَخَّرَ رَمَضَانَيْنِ فَمُدَّانِ وَهٰكَذَا يَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِ السِّنِيْنَ، اور جس پر رمضان کے دنوں کی قضاء لازم ہو) یعنی رمضان کے روزوں کی قضاء لازم ہو (اس کے لئے مستحب ہے کہ) عذر ختم ہونے کے بعد (فورا مسلسل اس کی قضاء کرے) یعنی ایک کے بعد دوسرا اس طرح مسلسل روزے رکھے تاکہ جلدی سبکدوش ہو جائے، یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ عذر کی وجہ سے روزے فوت ہوئے ہوں اور اگر بلا عذر فوت ہوئے ہوں تو فورا قضاء کرنا واجب ہے (اور جائز نہیں ہے کہ بلا عذر دوسرے رمضان) کے آنے (تک قضاء کو مؤخر کرے) اگر عذر کی وجہ سے مؤخر کرے جیسے دوسرا رمضان آنے تک مرض لاحق رہا تو حرام نہیں ہے (اگر) بلا عذر (مؤخر کرے تو اس پر قضاء کے ساتھ ہر ایک روزہ کے بدلے ایک مد اناج لازم ہو گا) اور یہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہو گا اس لئے اس گناہ سے استغفار و توبہ بھی لازم ہے (اور اگر دوسرے رمضان) کے آنے (تک مؤخر کرے تو) ہر ایک روزہ کے بدلہ (۲ مد) اناج لازم (ہے اور اسی طرح) ہر ایک روزہ کے بدلہ میں ایک مد اناج (مکرر ہو گا) یعنی بڑھتا جائے گا (سالوں کے مکرر ہونے سے) یعنی گزرنے سے (وَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ وَتَمَكَّنَ مِنْ فَعْلِهِ أَطْعَمَ عَنْهُ عَنْ كُلِّ يَوْمٍ مُدَّ طَعَامٍ جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ) چاہے نذر کا یا کفارہ کا (واجب روزہ ہو درانحالیکہ روزہ رکھنے کا موقع پایا ہو) لیکن نہیں رکھا (تو اس کی طرف سے ہر ایک روزہ کے بدلہ ایک مد اناج کھلائے) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزہ ہو تو اس کی طرف سے مسکین کو کھلا یا جائے ہر ایک دن، [یعنی ہر ایک روزہ] کے بدلے، اگر ولی مرحوم کی طرف سے روزے رکھیں تو جائز ہے اور اجنبی ولی کی اجازت سے اگر روزے رکھیں چاہے اجرت لیکر جائز ہے، يجوز صوم الولي عن الميت وصوم الأجنبي باذن الولي فصام عنه ثلاثون انسانا في يوم واحد هل يجزءه عن صوم جميع رمضان.۔وقد ذكر البخاري في صحيحه عن الحسن البصري أنه يجزءه (شرح مهذب ص٣٧١ ج ٦) ولی کا اور اجنبی کا باجازت ولی میت کی جانب

سے روزہ رکھنا جائز ہے، اگر ۳۰ آدمی ایک ہی دن میں روزے رکھیں میت کی جانب سے تو کیا[یہ] پورے رمضان کے روزوں کے لئے کافی ہوں گے بخاری نے جامع صحیح میں حسن بصریؒ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ کافی ہوں گے ،**فأمر الولی أجنبیا فصام عن المیت بأجرة أو بغیرها جاز،ولو صام الأ جنبی۔۔ عن غیر اذن الولی فوجهان مشهوران أصحهما لا یجزءه**(ایضا ص٣٦٨) ولی اجنبی کو حکم دینے سے اجنبی میت کی جانب سے روزہ رکھے تو جائز ہے اجرت لے یا نہ لے اگر اجنبی ولی کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے تو[اس مسئلہ میں] ۲ وجہ مشہور ہیں جن میں اصح وجہ کے مطابق کافی نہیں ہو گا،میت کی جانب سے روزہ رکھنے سے میت ذمہ سے بری ہو جاتا ہے،**وتبرأ به ذمة المیت** (ایضا ص٣٦٨ ج٦) میت کی جانب سے روزہ رکھنے سے میت کا ذمہ بری ہو جاتا ہے،

رمضان کے علاوہ بقیہ واجب یعنی نذر وغیرہ کے روزوں کے احکام وہی ہیں جو رمضان کے روزہ کے ہیں، حکم۔۔**و جمیع أنواع الصوم الواجب سواء فی جمیع ما ذکرناه**(ایضا ص ٣٧١ ج٦) تمام واجب روزوں کے احکام صوم رمضان کے ذکر کردہ احکام کے برابر ہیں،

(فَصْل)

(نفل روزہ کے بیان میں)

(يُنْدَبُ صَوْمُ سِتَّةٍ مِنْ شَوَّالٍ وَتُنْدَبُ مُتَتَابِعَةً تَلِي الْعِيدَ فَإِنْ فَرَّقَهَا جَازَ وَتَاسُوْعَاءَ وَعَاشُوْرَاءَ وَأَيَّامِ الْبِيضِ فِي كُلِّ شَهْرٍ أَلثَّالِثَ عَشَرَ وَتَالِيَيْهِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ وَعَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ وَهِيَ أَرْبَعَة ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ، شوال کے ٦ روزے مستحب ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے ٦ روزے رکھے تو یہ زندگی بھر روزہ رکھنے کی طرح ہے (اور مستحب ہے عید کے بعد متصل) اور (مسلسل) شوال کے روزے رکھنا، عید کے بعد متصل

یعنی: عید کے دوسرے دن سے رکھنا اور ایک کے بعد دوسرا اس طرح مسلسل رکھنا یہ دونوں الگ الگ مستحب چیزیں ہیں (اور اگر ان) شوال کے ۶ روزوں (میں تفریق کرے) یعنی مسلسل نہ رکھے (تو) بھی (جائز ہے) اصل سنت اداء ہو جائے گی اور تسلسل فوت ہو جا ئے گا جو مسنون تھا اسی طرح عید کے بعد متصلا نہ رکھے تو اصل سنت اداء ہو جائے گی اور تعقیب فوت ہو جائے گی جو سنت تھی (اور) مستحب ہے (۹ محرم) کا روزہ رکھنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ۹ کا روزہ رکھوں گا (اور) مستحب ہے (۱۰ محرم) کا روزہ رکھنا، حضرت ابو هریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز کونسی ہے۔۔؟۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے درمیا نی حصہ کی نماز پھر سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ کونسا ہے فرمایا: اللہ کے اس مہینہ کے روزے جسے تم محرم کہتے ہوں (فقه السنه ص ۳٤۷)

عاشوراء سے پہلے نویں یا بعد گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا مستحب ہے اس لئے کہ یہودی بھی عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے حکم دیا مخالفت کرنے کا اور مخالفت ۱۰ کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے (اور) مستحب ہے (ہر مہینہ میں ایام بیض) یعنی (۱۳) تاریخ کا (اور اس سے ملے ہوئے ۲ دن کا) یعنی ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کا روزہ رکھنا، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان روزوں کا حکم فرمایا ہے ایام سود یعنی ہر مہینہ کی ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ تاریخ کا بھی روزہ رکھنا سنت ہے (اور) مستحب ہے (پیر اور جمعرات) کے دن (کا) روزہ رکھنا، اس لئے کہ آپ ﷺ بالقصد ان دنوں کے روزے رکھتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کئے جا تے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کے میرے اعمال اس حال میں پیش کئے جائیں کہ میں روزہ سے رہوں (اور) مستحب ہے (عشرۂ ذی الحجہ) کے روزے رکھنا، ابن عباس فرماتے ہیں: کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنوں میں سے کوئی دن نہیں جن میں عمل صالح اللہ تعالی کو زیادہ پسند ہو ان ایام [عشرۂ ذی الحجہ کے ایام] سے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: دنوں میں سے کوئی دن نہیں جس میں روزہ زیادہ پسند ہو ذی الحجہ کے ۱۰ دنوں سے، عشرہ سے مراد: آٹھ روزے ہیں حاجی کے لئے، اور حاجی کے علاوہ کے لئے ۹ روزے ہیں،

(اور) مستحب ہے (اشہر حرم کے) یعنی حرمت والے مہینے کے روزے رکھنا (وہ ٤) مہینے (ہیں) (۱) (ذوالقعدہ) (۲) (ذو الحجہ) (۳) (محرم اور) (۴) (رجب) ان روزوں کے بارے میں احادیث وارد ہیں،

(وَأَفْضَلُ الصَّوْمِ بَعْدَ رَمَضَانَ الْمُحَرَّمُ ثُمَّ رَجَبُ ثُمَّ شَعْبَانُ وَصَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ اِلاَّ لِلْحَاجِّ بِعَرَفَةَ فَفِطْرُهُ أَفْضَلُ فَاِنْ صَامَ لَمْ يُكْرَهُ لٰكِنَّهُ تَرَكَ الْأَوْلَى اور رمضان) کے روزوں (کے بعد افضل روزے ماہ محرم کے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد افضل [روزے] اللہ کے ماہ محرم کے روزے ہیں (پھر) محرم کے بعد افضل روزے (ماہ رجب) کے ہیں، اس لئے کے اشہر حرم کی گنتی میں ماہ محرم کے بعد ماہ رجب آتا ہے اور (پھر) اشہر حرم کے بعد افضل روزے (ماہ شعبان کے) ہیں،

اعتراض اور جواب

اعتراض: ماہ محرم کے روزوں کو ماہ شعبان کے روزوں سے پہلے فضیلت کیسے حاصل ہو گی جبکہ شعبان میں آپ ﷺ جس کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اس کثرت سے محرم میں نہیں رکھے۔

جواب: آپ ﷺ نے اس ماہ میں روزوں کی کثرت نہیں کی پیش آنے والے اعذار کی وجہ سے۔

(اور) مستحب ہے ہر ایک کے لئے (عرفہ کے دن کا روزہ) رکھنا، آپ ﷺ نے فرمایا: عرفہ کے دن یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ ۲ سالوں کے گناہوں کا کفارہ

ہے: گزشتہ اور آئندہ سال کا (مگر عرفہ میں) ٹھہرنے والے (حاجی کے لئے) حدیث کی اتباع میں (روزہ نہ رکھنا افضل ہے اگر رکھے تو مکروہ نہیں ہے) اس لئے کہ اس صورت میں نھی مخصوص وارد نہیں ہے، جو حدیث نھی کے بارے میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے یوم عرفہ کے روزہ سے منع فرمایا وہ ضعیف ہے (لیکن روزہ رکھنا ترک اولی ہے) اس لئے کہ افطار اولی تھا،

(وَيُكْرَهُ صَوْمُ الدَّهْرِ اِنْ ضَرَّهُ أَوْ فَوَّتَ حَقًّا وَاِلاَّ لَمْ يُكْرَهْ، اور ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے اگر اس کی وجہ سے تکلیف ہو یا) اپنا یا اپنے علاوہ کسی دوسرے کا (حق فوت ہو) اگرچہ مندوب حق کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے روزہ نہیں رکھا جو ہمیشہ رکھے (ورنہ) یعنی نہ تکلیف ہو اور نہ حق فوت ہو تو (مکروہ نہیں ہے) اس لئے کہ حضرت عائشہؓ حضر اور سفر میں روزہ رکھتی تھیں،

(وَيَحْرُمُ وَلاَ يَصِحُّ أَصْلاً صَوْمُ الْعِيْدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَهِيَ ثَلاثَةٌ بَعْدَ الْأَضْحَى وَيَوْمُ الشَّكِّ وَهُوَ أَنْ يَتَحَدَّثَ بِالرُّؤْيَةِ يَوْمَ الثَّلاثِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ مَنْ لاَيَثْبُتُ بِقَوْلِهِ مِنْ عَبِيْدٍ وَفَسَقَةٍ وَنِسْوَةٍ وَاِلاَّ فَلَيْسَ بِيَوْمِ شَكٍّ فَلاَ يَصِحُّ صَوْمُهُ عَنْ رَمَضَانَ بَلْ عَنْ نَذْرٍ وَقَضَاءٍ وَأَمَّا التَّطَوُّعُ بِهِ فَاِنْ وَافَقَ عَادَةً لَهُ أَوْ وَصَلَهُ بِمَا قَبْلَ نِصْفِ شَعْبَانَ صَحَّ وَاِلاَّ حَرُمَ وَلَمْ يَصِحَّ وَيَحْرُمُ صَوْمُ مَا بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ اِنْ لَمْ يُوَافِقْ عَادَةً وَلَمْ يَصِلْهُ بِمَا قَبْلَهُ حرام ہے اور بالکل صحیح نہیں عید الفطر اور اضحی کے روزے) آپ ﷺ نے ان دنوں میں روزے رکھنے سے منع فرمایا (اور ایام تشریق کے) روزے حرام ہیں اور صحیح نہیں، آپ ﷺ نے ان دنوں میں روزے رکھنے سے منع فرمایا (یہ اضحی) یعنی عید الاضحی (کے بعد ۳) دن (ہیں اور شک کے دن کا) روزہ حرام ہے اور صحیح نہیں یعنی ان دنوں میں نہ تطوع منعقد ہوگا اور نہ نذر کی طرف سے منعقد ہوگا اور نہ قضاء کی طرف سے (اور شک کے دن سے مراد شعبان کی ۳۰ تاریخ ہے جس میں رمضان کے چاند کے دکھائی دینے کی خبر دیں وہ لوگ

جن کے قول سے مذکورہ چاند ثابت نہ ہوتا ہو جیسے غلام، فاسق لوگ اور عورتیں ورنہ وہ شک کا دن نہیں ہے، شک کے دن کا روزہ رمضان کی طرف سے صحیح نہ ہوگا بلکہ نذر) کی طرف سے صحیح ہوگا (اور قضاء کی طرف سے) صحیح ہوگا اور اسی طرح کفارہ کی طرف سے صحیح ہوگا تاکہ تینوں صورتوں میں جلدی ذمہ سے بری ہو جائے اور ان روزوں کے لئے سبب ہے اور سبب والی عبادت وقت مکروہ میں بھی جائز ہے جیسے کہ نماز اوقات مکروھہ میں (بہرحال شک کے دن نفل روزہ رکھے تو) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: (اگر) شک کے دن کا روزہ (اس کی عادت کے دن ہی پڑ جائے) جیسے کسی کی عادت پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی ہو اور اسی دن میں شک ہو جائے (یا) عادت کے دن تو نہ پڑ جائے لیکن (نصف شعبان) یعنی پندرہویں شعبان (سے روزے رکھتے آیا اور شک کے دن تک پہنچا تو) مذکورہ صورت میں نفل روزہ رکھنا (صحیح ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان سے پہلے ایک دن یا ۲ دن روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس دن میں پڑ جائے جس میں روزہ رکھتا تھا (ورنہ) یعنی روزہ عادت کے دن میں نہ پڑے یا نصف شعبان سے پہلے روزے رکھتے نہ آیا ہو تو (حرام ہے) شک کے دن روزہ رکھنا (اور صحیح نہ ہوگا) کئی مسائل میں حرمت صحت کے لئے مانع نہیں ہوتی اس لئے مصنفؒ نے "ولم یصح" ذکر فرما کر بتلادیا کہ یہاں حرمت کے ساتھ عدم صحت بھی ہے (نصف شعبان کے بعد کے دنوں میں روزہ حرام ہے اگر عادت کے دن میں نہ پڑے اور) اسی طرح (نصفؒ شعبان کے بعد کے دنوں میں) روزہ حرام ہے (اگر نصف شعبان کے ماقبل کے روزوں سے نہ ملائے) اگر ملائے تو جائز ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب شعبان نصف ہو جائے تو رمضان تک روزے نہیں،

(وَمَنْ دَخَلَ فِي صَوْمٍ وَصَلاةٍ فَرْضًا أَدَاءً كَانَ أَوْ قَضَاءً أَوْ نَذْرًا حَرُمَ قَطْعُهُمَا فَإِذَا كَانَ نَفْلاً جَازَ قَطْعُهُمَا، اور جو شخص فرض روزہ یا) فرض (نماز شروع کرے چاہے) شروع کیا

ہو افرض روزہ یا نماز (اداء) ہو (یا قضاء) ہو (یا منذورہ ہو دونوں کو) یعنی فرض روزہ اور نماز کو (توڑنا حرام ہے) اگرچہ دونوں کی ادائیگی فوری نہ ہو، اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَلاَ تُبْطِلُوْآ اَعْمَالَكُمْ (سورۂ محمد ۳۳) اور ضائع مت کرو اپنے کئے ہوئے کام (ترجمۂ قرآن) یہ آیت محمول کی گئی ہے فرض پر چاہے وہ روزہ ہو یا نماز (لیکن جب) روزہ یا نماز (نفل ہو تو دونوں کو توڑنا جائز ہے) اور بلا عذر توڑنا مکروہ ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: نفل روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہے اگر باقی رکھنا چاہے تو باقی رکھ لے اور اگر افطار کرنا چاہے تو افطار کر لے، روزہ پر قیاس کیا گیا ہے نماز کو، مؤکدہ کا حکم بھی یہ ہی ہے۔

(فَصْل)

(اعتکاف کے بیان میں)

لغت میں: کسی چیز کو لازم کرنا اعتکاف کہلاتا ہے،

شرعا: مخصوص طریقہ پر نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (سورۂ بقرہ ۱۸۷) اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں،

(أَلْاِعْتِكَافُ سُنَّةٌ فِي كُلِّ وَقْتٍ وَرَمَضَانَ آكَدُ وَعَشْرِهِ الْأَخِيرِ آكَدُ لِطَلَبِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَيُمْكِنُ أَنْ تَكُوْنَ فِي جَمِيعِ رَمَضَانَ وَفِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ أَرْجٰى وَفِي أَوْتَارِهِ أَرْجٰى وَفِي الْحَادِي وَالثَّالِثِ وَالْعِشْرِيْنَ أَرْجٰى وَيُكْثِرُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ) دلائل مطلق ہونے کی بناء پر (اعتکاف سنت ہے ہر وقت میں اور) یہ (رمضان میں) بہ نسبت غیر رمضان کے (مؤکد ہے) اس لئے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس ماہ مبارکہ میں اعتکاف کی پابندی فرمائی، اور اس لئے بھی کہ یہ ماہ مشرف ہے اس میں نیکی کرنا افضل ہے (اور لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے رمضان کے آخری عشرہ میں) اعتکاف بہ نسبت پہلے اور درمیانی عشرہ کے زیادہ (مؤکد ہے) اللہ تعالی نے فرمایا: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ

اَلْفِ شَهْرٍ(سورۂ قدر ۳) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے(ترجمۂ قرآن)یعنی قدر کی رات میں کیاہوا عمل ان ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو(اور ممکن ہے کہ)لیۃ القدر(پورے رمضان)کی راتوں(میں ہو)حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیالیۃ القدر سے متعلق اور میں سن رہاتھا آپ ﷺ نے فرمایا:لیۃ القدر پورے رمضان میں ہے(اور)رمضان کے(آخری عشرہ میں)لیۃ القدر کے ہونے کی(زیادہ امید ہے)بہ نسبت پہلے اور درمیانی عشرہ کے،اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:رمضان کے آخری عشرہ میں لیۃ القدر تلاش کرو(اور آخری عشرہ کی طاق راتوں میں)بہ نسبت اسی عشرہ کی جفت راتوں کے لیۃ القدر کے ہونے کی(امید زیادہ ہے)

طاق راتیں:۲۱/۲۳/۲۵/۲۷/۲۹، اور جفت راتیں: ۲۲/۲۴/۲۶/۲۸/۳۰(اور اکیسویں)رات میں(اور تیسویں)رات(میں)بہ نسبت پچیسویں،ستائیسویں،اور انتیسویں رات کے لیۃ القدر کے ہونے کی(زیادہ امید ہے اور)جب لیۃ القدر کو دیکھے یا اس کا گمان ہو تو مستحب ہے کہ(لیۃ القدر میں کثرت سے پڑھے:**اللھم انک الخ** اے اللہ بے شک تو ہی معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھ سے درگزر فرما۔)

آگے مصنفؒ اعتکاف کے ارکان کو بیان فرما رہے ہیں:(**وَأَقَلُّ الْاِعْتِكَافِ لُبْث وَاِنْ قَلَّ بِشَرْطِ النِّيَّةِ وَزِيَادَتُهُ عَلَى أَقَلِّ الطُّمَأْنِينَةِ وَكَوْنُهُ مُسْلِمًا عَاقِلاً صَاحِيًا خَالِيًا مِنَ الْحَدَثِ الْأَكْبَرِ وَفِي الْمَسْجِدِ وَلَوْ مُتَرَدِّدًا فِي جَوَانِبِهِ وَلاَ يَكْفِي مُجَرَّدُ الْمُرُوْرِ** اور کم سے کم اعتکاف)کی مقدار(ٹھہرنا ہے اگرچہ تھوڑی دیر ہو بشرطیکہ)ٹھہرنے کی(نیت ہو)اس لئے کہ اعتکاف عبادت ہے جو محتاج ہوتی ہے نیت کی(اور)شرط یہ ہے کہ(ٹھہرنا طمانینت کی مقدار سے زیادہ ہو)اس لئے کہ اگر اس سے زیادہ ٹھہرنا نہ ہو تو اسے معتکف نہیں کہا جاتا کیونکہ طمانینت کی مقدار سے زیادہ ٹھہرنے کی جو شرط ہے وہ مفقود ہے(اور)شرط یہ ہے کہ(معتکف مسلمان)ہو کافر کا اعتکاف صحیح نہیں اس لئے کہ اعتکاف محتاج ہوتا ہے نیت کی

طرف اور کافرنیت کا اہل نہیں ہے، اور شرط یہ ہے کہ معتکف (عقلمند) ہو مجنون کا اعتکاف صحیح نہیں اس لئے کہ مجنون عبادت کا اہل نہیں ہے، اور شرط یہ ہیکہ معتکف (صاحی) ہو یعنی اس پر بے ہوشی طاری نہ ہو بے ہوشی طاری ہونے کے وقت کا اعتکاف صحیح نہ ہو گا، اور شرط یہ ہیکہ معتکف (حدث اکبر سے پاک) ہو حائضہ، نفاس والی عورت اور جنبی [یعنی جسے فرض غسل کی حاجت لاحق ہو] کا اعتکاف صحیح نہ ہو گا، اس لئے کہ حدث اعتکاف کے منافی ہے (اور) شرط یہ ہیکہ معتکف (مسجد میں ہو) اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (سورۂ بقرہ ۱۸۷)

(اگرچہ مسجد کے چاروں جانب چلتا پھرتا رہے) یعنی معتکف کا مسجد میں ٹھہرنا شرط ہے لہذا سکون سے ایک جگہ نہ بیٹھے بلکہ چلتا پھرتا رہے تو بھی یہ مسجد میں ٹھہرنا شمار ہے لہذا اعتکاف کے لئے کافی ہو گا، بغیر ٹھہرے (صرف گزرنا کافی نہیں، وَالْأَفْضَلُ كَوْنُهُ بِصَوْمٍ وَفِي الْجَامِعِ وَأَنْ لاَيَنْقُصَ عَنْ يَوْمٍ اور روزہ کے ساتھ اعتکاف کرنا افضل ہے) تاکہ اس شخص کے اختلاف سے نکل جائے جس نے روزہ کو واجب قرار دیا ہے اعتکاف کے لئے (اور جامع مسجد میں) اعتکاف افضل ہے اس لئے کہ جامع مسجد میں مقدیوں کی کثرت ہوتی ہے، **فان كان اعتكافه المنذور أقل من أسبوع ابتداء به من أول الأ سبوع في۔۔مسجدشاء۔۔** (والجامع اولى من بقية المساجد) (اقناع ص۲۲۷ ج۱) **وان كان أكثر من أسبوع وجب أن يبتدءه في الجامع** (المجموع ص۵۱۴ ج۶) اگر نذر مانا ہوا اعتکاف ہفتہ کی مقدار سے کم ہو تو اس کی ابتداء کرے شروع ہفتہ سے جس مسجد میں چاہے [لیکن] جامع مسجد میں کرنا افضل ہے بقیہ مساجد میں کرنے سے اور اگر ہفتہ کی مقدار سے زیادہ ہو تو جامع مسجد میں اعتکاف کی ابتداء کرنا ضروری ہے لیکن اگر کوئی شخص جامع مسجد کے علاوہ مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھا ہو تو نماز جمعہ کے لئے نکلنا اس پر ضروری ہے، **قال أصحابنا اذا اعتكف في غير الجامع و حضرت الجمعة وهو من أهل**

وجوبها لزمه الخروج اليها۔۔سواء كان اعتكافه نفلاأو نذرا لأنها فرض عين وهو مقصر حيث لم يعتكف فى الجامع فان كان اعتكافه تطوعا بطل خروجه وان كان نذرا غير متتابع (يجوز الخروج اليها) فاذاعاد الى المسجد بنى على اعتكافه الأول۔۔وان كان نذرا متتابعا۔۔الأصح انقطاع التتابع و بطلان اعتكافه و هو المشهور من نصوص الشافعي (شرح مهذب ص ۵۱۳ ج٦) حضرات شوافع نے فرمایا: جب کوئی شخص جامع مسجد کے علاوہ مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھے اور نماز جمعہ کاوقت حاضر ہو جائے اور اعتکاف کرنے والے پر نماز جمعہ واجب ہو تو اس پر نماز کے لئے نکلنا ضروری ہے، چاہے اعتکاف نفل [سنت] یا نذر مانا ہوا ہو اس لئے کہ نماز پڑھنا فرض عین ہے اور اس کی کوتاہی ہے اس اعتبار سے کہ جامع مسجد میں اعتکاف کے لئے نہیں بیٹھا اگر اعتکاف نفل [سنت] ہو تو نماز کے لئے نکلنے سے باطل ہو گا اور اگر منذور غیر متتابع اعتکاف ہو تو نماز کے لئے نکلنا جائز ہے اور جب دوبارہ اعتکاف کے لئے مسجد کی طرف لوٹے تو پہلے اعتکاف پر بناء کرے [یعنی نماز کے لئے نکلنے سے پہلے جتنا اعتکاف ہو چکا تھا اسی سے شروع کرے اور اس وقت نیت کی ضرورت نہیں] اور اگر منذور متتابع اعتکاف ہو تو اصح قول کے مطابق تتابع منقطع ہو گا اور اعتکاف باطل ہو گا [لہذا دوبارہ کرنا ضروری ہے] شافعی کے نصوص میں یہ ہی قول مشہور ہے،

اعتکاف کی نیت

سنت اعتکاف [مثلا] رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو یوں نیت کرے: نیت کرتا ہوں رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر کے سنت اعتکاف کی،

مسجد میں نماز وغیرہ کے لئے داخل ہونے سے نکلنے تک کے وقت کا اعتکاف کرنا ہو تو یوں نیت کرے: نیت کرتا ہوں سنت اعتکاف کی،

نذر مانتے وقت ۱۰ روز متتابع یعنی لگاتار اعتکاف کرنے کا ارادہ کیا ہو تو یوں نیت کرے: میں نیت کرتا ہوں متتابع ۱۰ روز کے فرض اعتکاف کی،

اگر نذر مانتے وقت اس طرح ارادہ کیا کہ میں [مثلا] ایک دن اعتکاف کروں گا تو یوں نیت کرے: میں نیت کرتا ہوں ایک دن کے فرض اعتکاف کی، اس لئے کہ اعتکاف منذور میں نیت اعتکاف شرط ہے اور فرض کی نیت کرنا واجب ہے، **وأن ينوي الاعتكاف وتجب نية الفرضية ان نذره** (الدرر البهيه ص٢٤)

(اور) افضل ہے (یہ کہ) اعتکاف (ایک دن سے کم نہ ہو) اس لئے کہ ایک دن سے کم اعتکاف آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے (**وَلَوْ نَذَرَ الْاِعْتِكَافَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَوِ الْأَقْصٰى أَوْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ تَعَيَّنَ لٰكِنْ يُجْزِءُ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ عَنْهُمَا بِخِلَافِ الْعَكْسِ وَيُجْزِءُ مَسْجِدُ الْمَدِيْنَةِ عَنِ الْأَقْصٰى بِخِلَافِ الْعَكْسِ وَلَوْ عَيَّنَ مَسْجِدًا غَيْرَ ذٰلِكَ لَمْ يَتَعَيَّنْ**، اور اگر مسجد حرام) میں (یا اقصی) یعنی مسجد بیت المقدس میں (یا مسجد مدینہ میں اعتکاف کی نذر مانے تو) مذکورہ تینوں مساجد میں نذر (متعین ہوگی لیکن) مسجد اقصی یا مسجد مدینہ میں اعتکاف کی نذر ماننے کے باوجود اگر (مسجد حرام میں) اعتکاف کرے تو مسجد اقصی اور مسجد مدینہ (دونوں کی طرف سے کافی ہوگا) اس لئے کہ اس کی فضیلت دونوں سے زیادہ ہے (برخلاف عکس کے) یعنی اگر مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانے تو مسجد اقصی یا مدینہ دونوں میں سے کسی ایک میں اعتکاف کرے تو مسجد حرام کی طرف سے کافی نہ ہوگا بلکہ مسجد حرام میں ہی کرنا ضروری ہوگا (اور) اگر مسجد اقصی میں اعتکاف کی نذر مانے لیکن اس کے باوجود (مسجد مدینہ میں) کرے تو (مسجد اقصی کی طرف سے کافی ہوگا) اس لئے کہ مسجد مدینہ کی مسجد اقصی سے زیادہ فضیلت ہے (برخلاف عکس کے) یعنی اگر مسجد مدینہ میں اعتکاف کی نذر مانے اور مسجد اقصی میں کرے تو مسجد مدینہ کی طرف سے کافی نہ ہوگا بلکہ مسجد مدینہ میں یا مسجد حرام میں کرنا ضروری ہوگا (اور اگر مذکورہ) بالا (تینوں مساجد کے علاوہ) مساجد میں سے (کسی مسجد کو) اعتکاف کیلئے (متعین کرے تو متعین نہ ہوگی) اس لئے کہ مذکورہ تینوں مساجد کے علاوہ بقیہ تمام مساجد

میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل نہیں، آگے مصنفؒ اعتکاف کو باطل کرنے والی چیزیں بیان فرمارہے ہیں:

(وَيَفْسُدُ الْاِعْتِكَافُ بِالْجِمَاعِ وَبِالْاِنْزَالِ عَنْ مُبَاشَرَةٍ، اعتکاف فاسد ہوتا ہے ہمبستری) سے (اور) فاسد ہوتا ہے (مباشرت کے سبب منی نکلنے سے) جبکہ مباشرت شہوت کے ساتھ ہو،اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ(سورۂ بقرہ ۱۸۷)فاسد ہونا اس صورت میں ہے جبکہ معتکف کو اعتکاف یاد ہو اور جماع اختیار سے کیا ہو اور تحریم کو جانتے ہوئے کیا ہو یعنی اعتکاف کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے اس حرمت کو جانتے ہوئے کیا ہو[اگر مذکورہ مفسد چیز بھولے سے یا اس پر زبردستی کرنے کی صورت میں یالاعلمی میں کرے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا]

''بالانزال عن مباشرۃ'' کی قید سے ''ألانزال بالفکر والنظر بشھوۃ'' خارج ہے لہذا شہوت کے سبب سوچنے اور دیکھنے سے منی نکلے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا،

(وَاِنْ نَذَرَ مُدَّةً مُتَتَابِعَةً لَزِمَهُ فَاِنْ خَرَجَ لِمَالاَ بُدَّمِنْهُ كَأَكْلٍ وَاِنْ أَمْكَنَ فِى الْمَسْجِدِ وَشُرْبٍ اِنْ لَمْ يُمْكِنْ فِيْهِ وَقَضَاءِ حَاجَةِ الْاِنْسَانِ وَالْمَرَضِ وَالْحَيْضِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ لَمْ يَبْطُلْ وَاِنْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ لِزِيَارَةِ مَرِيْضٍ أَوْ صَلاَةِجَنَازَةٍ أَوْ صَلاَةِ جُمْعَةٍ بَطَلَ اعْتِكَافُهُ وَاِنْ خَرَجَ لِمَنَارَةِ الْمَسْجِدِ وَهِيَ خَارِجَةٌ عَنْهُ لِيُؤَذِّنَ جَازَ اِنْ كَانَ هُوَ الْمُؤَذِّنَ الرَّاتِبَ وَالاَّفَلاَ وَاِنْ خَرَجَ لِمَالاَ بُدَّمِنْهُ فَسَأَلَ عَنِ الْمَرِيْضِ وَهُوَ مَارٌّ وَلَمْ يُعَرِّجْ جَازَ وَاِنْ عَرَّجَ لِأَجْلِهِ بَطَلَ اور اگر کوئی زمانہ کے کسی حصہ کے اعتکاف کی نذر مانے تتابع کے ساتھ) جیسے کہے:میں متتابع یعنی لگاتار ایک ہفتہ یا کہے ایک مہینہ اعتکاف کی نذر مانتا ہوں (تو) کہنے کے مطابق (اس پر) اعتکاف (لازم ہوگا) نیت کے وقت تتابع کی شرط لگانے سے تتابع لازم ہوتا ہے [اس کو اعتکاف منذور متتابع کہتے ہیں] (اعانۃ الطالبین ص۲۶۱ ج۲) [اور اگر تتابع کی شرط نہ لگائے تو تتابع لازم نہ ہوگا جیسے کہے میں ہفتہ اعتکاف کی نذر مانتا

ہوں، اس کو اعتکاف منذور غیر متتابع کہتے ہیں] لیکن اگر اعتکاف منذور غیر متتابع ایک دن کا کرنے کی نیت کی ہو تو صبح کے اول وقت سے نیت کے ساتھ اعتکاف شروع کر دے اور غروب کے بعد نکلے (ترشیح ص۱۶۹) **والأصح كمافي الروضه أنه لو نذر يوما لم يجز تفريق ساعاته على الأيام لان المفهوم من لفظ اليوم المتصل** (منهاج مع شرح محلى ص۸۰ ج۲) اصح قول کے مطابق جیسا کہ روضہ میں ہے کہ اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانے تو ایک دن کے اوقات کو ایک سے زائد دنوں پر متفرق [یعنی پہلے دن آدھے دن کا اعتکاف کرنا اور دسرے دن بقیہ آدھے دن کا] کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ لفظ یوم [یعنی ایک دن] سے متصل [یعنی شروع سے آخر تک لگاتار کرنے] کا معنی مفہوم ہوتا ہے، لہذا ایک دن کا اعتکاف صبح کے اول وقت سے سورج غروب ہونے کے بعد تک کرنا ضروری ہے اس کے بعد اعتکاف سے نکلے (اگر معتکف) اعتکاف منذور متتابع سے (ضروری چیز کی وجہ سے نکلے جیسے کھانا اگر چہ مسجد میں ممکن ہو) یعنی کھانا مسجد میں کھانا ممکن ہونے کے باوجود کھانے کے لئے مسجد کے احاطہ سے باہر نکلے تو تتابع باطل نہ ہوگا اس لئے کہ مسجد میں کھانا کبھی دشوار ہوتا ہے اور کبھی شرمندگی کا باعث ہوتا ہے (اور) جیسے (پینا اگر مسجد میں) پینا (ممکن نہ ہو) تو یعنی اس صورت میں باہر نکلنے سے تتابع باطل نہ ہوگا [لیکن پینا مسجد میں ممکن ہو اور پھر مسجد کے احاطہ سے باہر نکلے تو تتابع باطل ہوگا] (اور) جیسے (انسانی قضاء حاجت) یعنی پیشاب، پاخانہ کے لئے باہر نکلنے سے تتابع باطل نہ ہوگا (اور) جیسے (بیماری) جس سے مسجد کی آلودگی کا خوف ہو جیسے اسہال یا ایسی بیماری جس کے ساتھ اعتکاف میں رہنا دشوار ہو خادم کی ضرورت لاحق ہونے کی بناء پر، مطلب یہ ہیکہ اس طرح کی بیماریاں لاحق ہوں اور نکل جائے تو تتابع باطل نہ ہوگا اس کے بر خلاف ہلکا سا بخار اور سر درد [وغیرہ] ہو اور نکل جائے تو تتابع باطل ہوگا (اور) جیسے (حیض) یعنی اس کے آنے کی وجہ سے نکل جائے تو تتابع باطل نہ ہوگا [بشرطیکہ حیض کے بند ہوتے ہی فوراً غسل کر کے اعتکاف گاہ میں

داخل ہو جائے، بلا عذر تاخیر نہ کرے] (اور ان) ذکر کردہ اعذار جیسے کھانے، پینے وغیرہ (کے مانند) کوئی عذر پیش آجائے جس کی بناء پر مسجد کے احاطہ سے باہر نکلے (تو تتابع باطل نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ مذکورہ اعذار مستثنیٰ ہیں لہذا تتابع کے لئے مانع نہیں ہوتے، اعذار ختم ہوتے ہی اعتکاف کی طرف لوٹ آنا لازم ہے اگر لوٹ آنے میں بلا عذر تاخیر کرے تو تتابع باطل ہوگا، **وخرج له لزمه العود والبناء علی اعتکافه فان أخر العود۔۔ بلا عذر بطل تتابعه ولزمه استئناف الاعتکاف** (شرح مهذب ص۵۳۸ ج۶) اگر معتکف عذر کی بناء پر نکلے تو اس پر لوٹ آنا [عذر ختم ہونے کے بعد] لازم ہے [جبکہ اعتکاف منذورہ اور متتابع ہو] اور [لوٹ آنے کے بعد] اسی اعتکاف پر بناء کرے [یعنی عذر لاحق ہونے سے پہلے جتنا اعتکاف ہو چکا تھا اسی سے شروع کرے] اگر لوٹ آنے میں بلا عذر تاخیر کرے تو تتابع باطل ہوگا لہذا [عذر لاحق ہونے سے پہلے جو اعتکاف ہو چکا تھا اس کو شمار نہ کرتے ہوئے] شروع سے اعتکاف کرنا لازم ہے (اور اگر معتکف مسجد سے بیمار کی زیارت) کے لئے نکلے (یا) مسجد سے (نماز جنازہ) کے لئے نکلے (یا) مسجد سے (نماز جمعہ کے لئے نکلے تو معتکف کا اعتکاف) یعنی تتابع (باطل ہوگا) لہذا نکلنے سے پہلے جو اعتکاف ہو چکا تھا اس کو شمار نہ کرتے ہوئے دوبارہ شروع سے اعتکاف کرنا لازم ہوگا، اس لئے کہ اس نے زیارت اور نماز جنازہ کے لئے اعتکاف منذور متتابع کو چھوڑ دیا اور نماز جمعہ کے لئے نکلنے سے اس لئے اعتکاف باطل ہوا کہ جامع مسجد کے علاوہ مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھکر اس نے تقصیر وکوتاہی کی (اور اگر معتکف مسجد کے مینارہ پر چڑھے تاکہ اذان دے اور مینارہ مسجد سے خارج) حصہ میں (ہو) یعنی مسجد کے احاطہ میں نہ ہو (تو) بھی مذکورہ مینارہ پر چڑھکر اذان دینا (جائز ہے اگر معتکف) اس مسجد کا (مستقل مؤذن ہو ورنہ) یعنی مؤذن ہو لیکن مستقل نہ ہو تو نکلنا جائز (نہیں اور اگر معتکف ضروری چیز کی وجہ سے نکلے) جیسے کھانے کے لئے نکلے (اور) راستہ میں (چلتے چلتے مریض سے سوال کرے) [مثلاً کہے آپ کی طبیعت کیسی ہے۔؟۔] (لیکن راستہ سے نہ ہٹے

تو) اس طرح سوال کرنا (جائز ہے اور اگر سوال کی وجہ سے راستہ سے ہٹے) یا سوال کے لئے کھڑا رہے اور وقت زیادہ ہو جائے (تو) تتابع (باطل ہو گا) [اس لئے کہ اعتکاف کے منافی فعل سرزد ہوا] راستہ سے ہٹنے کا مطلب یہ ہے کہ: آنے جانے کا جو راستہ ہے عیادت کے سبب اس کے علاوہ راستہ سے جائے یا آئے، راستہ میں سفر سے آنے والے کی زیارت کرے [یعنی اس سے پوچھے] تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو عیادت مریض [یعنی مریض سے سوال کرنے] کا ہے، (شرح مهذب ص ۵۱۱ ج ٦)

(وَتَحرُمُ الْمُبَاشَرَةُ بِشَهْوَةٍ اور) اعتکاف کی حالت میں معتکف پر (شہوت سے مباشرت) یعنی بوس و کنار وغیرہ (کرنا حرام ہے)

(وَيَحرُمُ عَلَى الْعَبْدِ وَالزَّوْجِةِ دُوْنَ اِذْنِ سَيِّدٍ وَزَوْجٍ، اور غلام پر آقا کی اجازت کے بغیر) اعتکاف کرنا (اور بیوی پر شوہر کی) اجازت کے بغیر اعتکاف کرنا (حرام ہے) اس لئے کہ آقا اور شوہر ان دونوں کا حق دونوں کے اعتکاف پر مقدم ہے، اگر بیوی شوہر کی اجازت سے اعتکاف کی نذر مانے تو یہ تفصیل ہے: **فان نذرت المرأة الاعتكاف باذن الزوج۔۔نظرت فان كان غير متعلق (بزمان معين)** (المجموع ص ٤٧٧ ج ٦) **لم يجز أن يدخل فيه بغير اذنه۔۔وان كان النذر متعلقا (بزمان معين)** (ايضا) **جاز أن يدخل فيه بغير اذنه۔۔(لم يجز اخراجها منه)** (مهذب فى المجموع ص ٤٧٦ ج ٦) اگر بیوی اعتکاف کی نذر مانے شوہر کی اجازت سے تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر یہ نذر متعین وقت کے ساتھ متعلق نہ ہو (یعنی بیوی نے مطلق نذر مانی ہو کہ میں نذر مانتی ہوں کہ میں اعتکاف کروں گی) تو شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف میں داخل ہونا جائز نہیں اور اگر متعین وقت کے ساتھ متعلق ہو (یعنی تعیین کے ساتھ کہا ہو وہ یہ کہ میں شعبان کا اعتکاف کروں گی) تو اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے اور شوہر کے لئے اس صورت میں بیوی کو اعتکاف سے نکالنا جائز نہیں ہے،

واللہ تعالی اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(كِتَابُ الحَجّ)

(حج کا بیان)

حج کی فرضیت

حج ۶ ھ میں فرض ہوا لیکن امام رافعی نے ۵ ھ میں فرض ہونے کو راجح قرار دیا ہے، دونوں قول کو اس طرح جمع کیا جائے کہ قول اول فرضیت نازل ہونے کے اعتبار سے ہے اور قول دوم عمل کے اعتبار سے ہے۔(نهاية ج۳ص ٢٣٤)

حج کا حکم

حج اسلام کے ۵ / ارکان میں سے ا / رکن ہے۔(نزهة المتقين ج۲ ص ۱۳۹)

حکمت

لفظ حج کا "حاء" اور "جیم" دونوں سے مرکب ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "حاء" حلم سے ہے اور "جیم" جرم سے ہے۔ لہٰذا بندہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں اپنے جرم کو لے کر تیرے دربار میں حاضر ہوا ہوں تاکہ تو میرے جرم کو اپنے حلم وبردباری سے معاف کر دے۔(حاشية الجمل ج۲ص ۳۷۰)

حج اور عمرہ کی فضیلت

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا، سوال کیا گیا پھر؟ فرمایا: حج مبرور۔(بخاری ومسلم) حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا جائے (نزهة المتقين ج۲ص ۱٤۰) امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں: کہ اس سے مراد ایسا حج ہے کہ اس کے بعد انسان دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کا طالب بن جائے۔(فقه السنة ص ۵۰۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج کرتا ہے اور اس میں شہوانی فعل نہیں کرتا اور نہ بدکاری کرتا ہے تو وہ (گناہوں سے پاک ہو کر) اس

طرح لوٹتا ہے جیسا کہ وہ اس وقت تھا جب کہ اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔ (بخاری ومسلم) حضرت ابوہریرہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہے جو اس کے اور اس سے پہلے عمرہ کے درمیان کئے گئے اور حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے۔ (ریاض الصالحین) اور نہایۃ میں ہے کہ حج نماز کے علاوہ دوسری تمام عبادتوں سے افضل ہے، کیونکہ یہ مال اور بدن دونوں پر مشتمل ہے۔ (ج ۳ ص ۲۳۳)

صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود حج نہ کرنے پر وعید

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زاد وراحلہ (خوراکی اور سواری کا خرچ) مہیا ہو (جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا سکے) پھر بھی حج نہ کرے تو عجب نہیں کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔ (ترمذی) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حدیث مذکور نقل کر کے حج ادا نہ کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ تحریر فرماتے ہیں کہ تارکِ حج کو یہود ونصاری کے ساتھ اور تارکِ نماز کو مشرک کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی کہ یہود ونصاری نماز پڑھتے تھے لیکن حج نہیں کرتے تھے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے، نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (حجة الله البالغه ج ۲ ص ۱۸۵) (فتاوی رحیمیه ج ۲ ص ۴۹)

حج وعمرہ کا وجوب

(اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرْضَانِ وَلَايَجِبَانِ فِي الْعُمْرِ اِلاَّ مَرَّةً وَّاحِدَةً اِلاَّ اَنْ يُّنْذَرَا، حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں اور زندگی میں یہ دونوں ایک ہی مرتبہ فرض ہے) اللہ تعالی نے فرمایا: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورۂ بقرہ، ۱۹۶) اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے (ترجمۂ قرآن) (مگر یہ کہ دونوں کی نذر مانی جائے) مطلب یہ ہیکہ نذر ماننے کی صورت میں حج اور عمرہ ایک سے زائد مرتبہ بھی فرض ہو سکتا ہے۔

حج اور عمرہ کی تعریف

لغت میں: قصد کرنے کو حج کہتے ہیں۔

شرعاً: اعمال مخصوصہ کی ادائیگی کے لئے کعبہ کا قصد کرنے کو حج کہتے ہیں۔(نزھۃ ج۲ ص۱۳۹)

لغت میں: زیارت کو عمرہ کہتے ہیں۔

شرعاً: عبادتِ مخصوصہ کے لئے کعبہ کا قصد کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔

عمرہ کو عمرہ کیوں کہتے ہیں

مکان عامر کی زیارت کی جاتی ہے اس لئے اس کو عمرہ کہا جاتا ہے۔(قرۃ العین مع فتح المعین واعانۃ ج۲ص۲۸۰)

حج اور عمرہ کے شرائط

(وَاِنَّمَا یَلْزَمَانِ بَالِغاً عَاقِلاً حُرّاً مُسْتَطِیْعاً حج اور عمرہ دونوں لازم ہوتے ہیں جبکہ بالغ) ہو غیر بالغ پر واجب نہیں ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم اٹھایا گیا ہے (۱) بچہ سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے،(۲) نائم سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے اور(۳) مجنون سے یہاں تک کہ افاقہ ہو جائے۔(ایضاً) (عاقل) ہو مجنون پر واجب نہیں ہے اس لئے کہ مجنون کے نزدیک ماموراور محظور کے درمیان تمیز نہیں ہے (ایضاً) (آزاد) ہو حج اور عمرہ غلام پر واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ غلام مال کا مالک نہیں ہوتا بلکہ خود غلام اور اس کا مال آقا کی ملکیت ہے (ایضاً) اور (مستطیع ہو) اللہ تعالی نے فرمایا: وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً (سورۂ آل عمران،۹۷) اوراللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی۔(ترجمۂ قرآن) مصنفؒ شرائط کے ذکر سے فارغ ہوئے اب آگے صحت حج کی شرط بیان فرمارہے ہیں۔

(وَيَصِحُّ حَجُّ الْعَبْدِ وَغَيْرِ الْمُسْتَطِيْعِ وَلَايَصِحُّ مِنَ الْكَافِرِ وَغَيْرِ الْمُمَيِّزِ اِسْتِقْلَالاً فَاِنْ اَحْرَمَ الصَّبِيُّ الْمُمَيِّزُ بِاِذْنِ الْوَلِيِّ اَوْ اَحْرَمَ الْوَلِيُّ عَنِ الْمَجْنُوْنِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْ لَا يُمَيِّزُ جَازَ وَيُكَلِّفُه الْوَلِيُّ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ فَيَغْسِلُه وَيُجَرِّدُه عَنِ الْمَخِيْطِ وَيُلْبِسُه ثِيَابَ الْاِحْرَامِ وَيُجَنِّبُهُ الْمَحْظُوْرَ كَالطِّيْبِ وَنَحْوِهِ وَيُحْضِرُهُ الْمَشَاهِدَ وَيَفْعَلُ عَنْهُ مَالَا يُمْكِنُ مِنْهُ كَالْاِحْرَامِ وَرَكْعَتَيِ الطَّوَافِ وَالرَّمْيِ اور غلام) کا حج اگر کرے تو صحیح ہو گا، لیکن فرض اسلام ادا نہ ہو گا آزاد ہونے اور شروط کے پائے جانے کی صورت میں دوبارہ حج لازم ہو گا (اور) اسی طرح (غیر مستطیع) اگر حج کرے تو اس (کا حج صحیح ہو گا) کیونکہ اس نے مشقت کو برداشت کیا اور سفر کرکے وقوف کو پایا اور حج اسلام کی طرف سے کافی ہو گا (اور کافر) کا حج یا عمرہ صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ اس میں اس کی اہلیت نہیں ہے (اور غیر ممیز بچہ کا) حج یا عمرہ (از خود صحیح نہ ہو گا) اس لئے کہ حج اور عمرہ عبادت ہے اور عبادت کے لئے تمیز شرط ہے (اگر ممیز بچہ ولی کی اجازت سے احرام باندھے) تو جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں اذن موجود ہے (یا ولی مجنون) کی طرف سے احرام باندھے تو جائز ہے (یا غیر ممیز بچہ کی طرف سے احرام باندھے تو جائز ہے) ایک عورت نے بچہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ ﷺ سے پوچھا کیا اس بچہ کا حج ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور اجر تم کو ملے گا۔(مؤطا ص۱٦٤، ابوداؤد ص۲٤۳، نسائی ج۲ ص۳، مسندالامام الشافعی ص۱۰۷) اسی پر قیاس کیا گیا ہے مجنون کی طرف سے احرام باندھنے کے جواز کو اس لئے کہ عدم تمیز کے اعتبار سے دونوں یکساں ہے، بچہ کی طرف سے احرام باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بچہ کو محرم بنانے کی نیت کرے وہ محرم ہو جائیگا [یہی حکم ہو گا مجنون کا] (اور ولی) احرام کے ارادہ کے وقت اور حالت احرام میں (بچہ کو اس عمل کا مکلف بنائے جس پر وہ قدرت رکھتا ہو) جیسے طواف اور سعی وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ جو عمل واجب ہو اس عمل کے لئے ولی واجب کے درجہ میں بچہ کو مکلف بنائے اور جو عمل مستحب ہو اس عمل کے لئے استحباب کے درجہ میں مکلف بنائے۔

(لہٰذا ولی) احرام کے ارادہ کے وقت (بچہ کو غسل کا حکم دے اور سلے ہوئے کپڑے نکالنے کا حکم دے اور احرام کے کپڑے پہنائے) اگر از خود پہننے پر قادر نہ ہو تو ورنہ پہننے کا حکم دے (اور) احرام کے بعد (ولی بچہ کو حرام کردہ چیزوں سے منع کرے) یعنی جو چیزیں احرام باندھنے کے بعد حرام ہوتی ہیں ان سے منع کرے (جیسے خوشبو اور اس کے مانند) یعنی ناخن تراشنا اور بال کاٹنا وغیرہ (اور ولی بچہ کو مشاہد میں لے جائے) مشاہد یعنی مقامات جیسے عرفہ، مزدلفہ اور منیٰ، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس مقام پر حاضری واجب ہو اس مقام پر بچہ کو لے جانا ولی کے لئے واجب ہوگا اور جس مقام پر حاضری واجب نہ ہو بلکہ مندوب ہو اس مقام پر بچہ کو لے جانا ولی کے لئے مندوب ہوگا۔ (اور ولی غیر ممیز بچہ کی طرف سے وہ عمل کرے جو اس) غیر ممیز بچہ (کے لئے کرنا ممکن نہ ہو جیسے احرام) ولی غیر ممیز بچہ کی طرف سے احرام باندھے اس کا باندھنا صحیح نہیں ہے (اور طواف کی ۲ رکعت) ولی اس کی طرف سے ادا کرے (اور رمی جمار) ولی غیر ممیز بچہ کی طرف سے رمی جمار کرے، ممیز بچہ خود ہی ذکر کردہ اعمال انجام دے جیسے طواف، نماز، رمی اور مقامات پر حاضری [وغیرہ]

بچہ حج سے فراغت کے بعد یا دورانِ حج بالغ ہو جائے تو کیا حکم ہے

بچہ حج سے فراغت کے بعد یا دورانِ حج بالغ ہو جائے تو اس میں تفصیل یہ ہے:

وان حج الصبی ثم بلغ لم یجزئہ ذلک عن حجۃ الاسلام فان بلغ الصبی فی الاحرام نظرت فان کا ن قبل الوقوف بعرفۃ او فی حال الوقوف بعرفۃ اجزاہ عن حجۃ الاسلام وان کان ذلک بعد فوات الوقوف لم یجزئہ وان کان بعد الوقوف وقبل فوات وقتہ ولم یرجع الی الموقف والمذھب انہ لایجزئہ. (مھذب فی المجموع ج ۷ ص ۵۶) اگر بچہ حج کرے پھر بالغ ہو جائے تو یہ حج فرض حج کی جانب سے کافی نہیں ہوگا اگر بالغ ہو جائے احرام کی حالت میں تو دیکھے کہ اگر وقوفِ عرفہ (عرفہ میں ٹھہرنے) سے پہلے

ہو یا وقوفِ عرفہ کی حالت میں تو فرض حج کی جانب سے کافی ہو گا اور اگر وقوف عرفہ فوت ہونے کے بعد بالغ ہو جائے تو کافی نہیں ہو گا اور اگر وقوف عرفہ کے بعد اور اس کا وقت فوت ہونے سے پہلے ہو جائے اور موقف (یعنی میدان عرفات) کی طرف نہ لوٹے تو مذہب میں صحیح قول کے مطابق یہ حج اس کے لئے فرض کی جانب سے کافی نہ ہو گا (لہٰذا صاحب حیثیت ہونے کے بعد فرض حج کرنا ضروری ہو گا)

(وَالْمُسْتَطِيْعُ اِثْنَانِ مُسْتَطِيْعٌ بِنَفْسِه وَمُسْتَطِيْعٌ بِغَيْرِه اَمَّا الْأَوَّلُ فَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ صَحِيْحاً وَاجِداً لِلزَّادِ وَالْمَاءِ بِثَمَنِ مِثْلِه فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِيْ جَرَتِ الْعَادَةُ بِكَوْنِه فِيْهَا وَرَاحِلَةٍ تَصْلُحُ لِمِثْلِه اِنْ كَانَ مِنْ مَكَّةَ عَلٰى مَسَافَةِ الْقَصْرِ وَاِنْ اَطَاقَ الْمَشْيَ وَكَذَا دُوْنَهَا اِنْ لَمْ يُطِقْهُ وَمَحْمِلٍ اِنْ شَقَّ عَلَيْهِ رُكُوْبُ الْقَتَبِ وَشَرِيْكاً يُعَادِلُه يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ كُلُّه ذَاهِباً وَرَاجِعاً وَاَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ فَاضِلاً عَنْ نَفَقَةِ عِيَالِه وَكِسْوَتِهِمْ ذَهَاباً وَاِيَاباً وَعَنْ مَسْكَنٍ يُنَاسِبُه وَخَادِمٍ يَلِيْقُ بِه لِمَنْصِبٍ اَوْ عَجْزٍ وَعَنْ دَيْنٍ وَلَوْ مُؤَجَّلاً وَاَنْ يَجِدَ طَرِيْقاً اٰمِناً يَأْمَنُ فِيْهَا عَلٰى نَفْسِه وَمَالِه مِنْ سَبُعٍ وَعَدُوٍّ وَلَوْ كَافِراً اَوْ رَصَدِيًّا يُرِيْدُ مَالاً وَاِنْ قَلَّ وَاِنْ لَمْ يَجِدْ طَرِيْقاً اِلَّا فِي الْبَحْرِ لَزِمَه اِنْ غَلَبَتِ السَّلَامَةُ وَاِلَّا فَلَا وَالْمَرْاَةُ فِيْ كُلِّ ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ وَتَزِيْدُ بِاَنْ يَكُوْنَ مَعَهَا مَنْ تَأْمَنُ مَعَه عَلٰى نَفْسِهَا مِنْ زَوْجٍ اَوْ مَحْرَمٍ اَوْ نِسْوَةٍ ثِقَاتٍ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَ اَحَدٍ مِنْهُنَّ مَحْرَم فَمَتٰى وُجِدَتْ هٰذِهِ الشُّرُوْطُ وَلَمْ يُدْرِكْ زَمَناً يُمْكِنُه فِيْهِ الْحَجُّ عَلَى الْعَادَةِ لَمْ يَلْزَمْهُ وَاِنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَزِمَه،

وَيُنْدَبُ الْمُبَادَرَةُ بِه وَلَهُ التَّاْخِيْرُ لٰكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّمَكُّنِ قَبْلَ فِعْلِه مَاتَ عَاصِياً وَوَجَبَ قَضَاؤُه مِنْ تَرِكَتِه،

وَاَمَّا الْمُسْتَطِيْعُ بِغَيْرِه فَهُوَ مَنْ لَّا يَقْدِرُ عَلَى الثُّبُوْتِ عَلَى الرَّاحِلَةِ لِزَمَانَةٍ اَوْ كِبَرٍ وَلَه مَالٌ اَوْ مَنْ يُعْطِيْهِ وَلَوْ اَجْنَبِيّاً فَيَلْزَمُه اَنْ يَّسْتَاْجِرَ بِمَالِه اَوْ يَاْذَنَ لِلْمُطِيْعِ فِي الْحَجِّ عَنْهُ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّحُجَّ عَنْهُ تَطَوُّعاً اَيْضاً وَلَا يَجُوْزُ لِمَنْ عَلَيْهِ فَرْضُ الْاِسْلَامِ اَنْ يَحُجَّ عَنْ غَيْرِه وَلَا اَنْ يَّتَنَفَّلَ وَلَا أَنْ يَّحُجَّ نَذْراً وَلَا قَضَاءً فَيَحُجُّ اَوَّلاً الْفَرْضَ وَبَعْدَه الْقَضَاءَ اِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَبَعْدَهُ النَّذْرَ اِنْ كَانَ وَبَعْدَهُ النَّفْلَ اَوِ النِّيَابَةَ فَاِنْ غَيَّرَ هٰذَا التَّرْتِيْبَ فَنَوَى التَّطَوُّعَ اَوِ النَّذْرَ مَثَلاً وَعَلَيْهِ فَرْضُ الْاِسْلَامِ لَغَتْ نِيَّتُه وَوَقَعَ عَنْ حَجَّةِ الْاِسْلَامِ وَقِسْ عَلَيْهِ، مستطيع

کی ۲ قسمیں ہیں، (۱) (مستطیع بنفسہ) یعنی جو بذات خود حج کرنے کی قدرت رکھتا ہو (اور) (۲) (مستطیع بغیرہ) یعنی جو سخت بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے از خود حج کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو بلکہ نائب کے ذریعہ اپنا حج کروائے،

(اول) مستطیع بنفسہ (وہ آدمی ہے جو ضرر شدید کے بغیر سوار ہو سکتا ہو اور اس کے پاس توشہ کی) اور برتن اور حفاظت کی (اجرت ہو اور پانی بھی ملتا ہو ثمن مثل سے ان جگہوں میں جہاں عادۃً پانی ملتا ہو اور اس جیسے کے لائق سواری ملتی ہو اجرت مثل سے) اگر سواری ہی نہ ملے یا اجرت مثل سے زیادہ لے تو واجب نہیں (اگر مکہ سے مسافت قصر پر ہو اگرچہ چلنے پر قادر ہو) اس لئے کہ عجز کا امکان ہے (اسی طرح راحلہ شرط ہے مسافتِ قصر سے کم ہونے کی صورت میں بھی اگر چلنے پر قادر نہ ہو اور محتاج راحلہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ ہودہ بھی پاتا ہو اگر پالان پر سواری دشوار ہو تو اور معادل) ساتھ سوار ہونے والا (بھی پاتا ہو) اگر معادل نہ ہو تو نسک لازم نہ ہو گا (اور مذکورہ چیزیں آنے اور جانے دونوں حالت میں شرط ہے)

(اور) شرط (یہ) ہے (کہ حج کا خرچ جانے اور آنے کے اعتبار سے بال بچوں کے نفقہ اور کسوہ) یعنی پہننے کے خرچ (سے زائد ہو اور) حج کا خرچ (مناسب مسکن) یعنی رہائش گاہ (سے) زائد ہو (اور) حج کا خرچ (اس خادم) کے خرچ (سے) زائد ہو (جس خادم کی صاحبِ منصب ہونے کی بنا پر ضرورت ہو یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے اپنے کام سے عاجز ہونے کی بنا پر جس خادم کی ضرورت ہو اس خادم کے خرچ سے بھی) حج کا خرچ زائد ہو (اور قرض سے) زائد ہو (اگرچہ) قرض (مؤجل ہو اور) شرط (یہ ہے کہ راستہ پر امن پائے کہ اس میں) چلنے والے کو (اپنی جان اور مال کا خوف نہ ہو درندوں) سے (اور) نہ خوف ہو (دشمن سے اگرچہ) دشمن (کافر ہو) مطلب یہ ہیکہ دشمن کافر ہونے کی صورت میں جہاد کا حکم نہیں دیا

جائے گا حج کی وجہ سے اس لئے کہ اس میں خطرہ ہے لہٰذا اس سے بھی راستہ میں امن ہونا شرط ہے (یا) راستہ میں گزرنے والے کا (مال لینے کے ارادہ سے رصدی) تاک میں بیٹھنے والا، منتظر ہو (اگرچہ) مال (تھوڑا ہو) مطلب یہ ہیکہ تھوڑے مال سے متعلق بھی خوف ہو تو اس صورت میں بھی مستطیع بنفسہ نہ ہوگا (اور اگر طالب نسک راستہ نہ پائے مگر سمندر میں تو اس پر) سمندری راستہ کو اختیار کرنا (لازم ہوگا) اس لئے کہ دوسرا راستہ نہ ہونے کی بناء پر اس کے حق میں یہ راستہ متعین ہوگیا (اگر) اس سمندری راستہ میں (امن وسلامتی غالب ہو) یعنی جس طرح خشکی سفر میں مستطیع بنفسہ ہونے کے لئے راستہ کا مامون ہونا شرط ہے اسی طرح سمندری سفر میں بھی مستطیع بنفسہ ہونے کے لئے راستہ کا مامون ہونا شرط ہے (ورنہ) یعنی اگر سمندری راستہ میں امن غالب نہ ہو تو اس راستہ کو اختیار کرنا لازم (نہیں اور عورت ذکر کردہ تمام مسائل میں مرد کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ یہاں تک ذکر کردہ مسائل دونوں کے لئے یکساں ہیں (لیکن زائد) شرط (یہ) ہے (کہ عورت کے ساتھ ہوں وہ لوگ جن کی وجہ سے اپنی ذات پر امن ہو یعنی شوہر) ہو (یا محرم) ہو آپ ﷺ نے فرمایا: عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ شوہر یا محرم ہو (یا معتبر) ٢ یا زائد (عورتیں ہوں) اس لئے کہ معتبر عورتوں کے جمع ہونے کی صورت میں عورت فتنہ سے محفوظ رہے گی (اگرچہ عورتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ان کا محرم نہ ہو) اگر عورت پر حج فرض ہو اور شوہر یا محرم یا معتبر عورتیں نہ ہوں تو تنہا سفر کرنا فرض حج کے لئے جائز ہوگا بشرطیکہ عورت کے لئے امن ہو (جب یہ) مذکورہ (شرائط پائے جائیں اور طالب نسک اتنا وقت نہ پائے جس میں عادۃً اس کے لئے حج کرنا ممکن ہو تو اس پر حج لازم نہ ہوگا) لہٰذا مذکورہ شرائط کے ساتھ اس شرط کا اضافہ ہوگا کہ طالب نسک اتنا وقت پائے جس میں وہ عادۃً حج کرسکے تو اس پر حج لازم ہوگا، اسی کو مصنف آگے فرماتے ہیں: (اور اگر) اتنا (وقت پائے) جس میں عادۃً حج کرنا ممکن ہو

(تو اس پر حج لازم ہو گا اور) مستطیع بنفسہ یا بغیرہ کے لئے (اس کی ادائیگی میں جلدی کرنا مستحب ہے) تاکہ ذمہ سے بری ہو جائے (اور اس کے لئے تاخیر کرنا) بھی (جائز ہے) جب تک کہ عضب یعنی کمزوری کا خوف نہ ہو اگر ہو تو تاخیر کرنا اصح قول کے مطابق حرام ہے، جواز تاخیر کی دلیل یہ ہے کہ حج ۶ھ میں فرض ہوا اور بقول امام رافعیؒ ۵ھ میں فرض ہوا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ۱۰ھ میں حج ادا کیا (لیکن اگر) ادائیگی حج کی (قدرت کے بعد) ادائیگی میں تاخیر کرے اور (حج ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو گنہگار ہو گا) اس لئے کہ تاخیر کی وجہ سے زیادتی ہوئی، لفظ ''فعلہ'' میں ضمیر ''ہ'' کا مرجع نسک ہے جو حج و عمرہ دونوں کو شامل ہے اسی طرح دوسری سب ضمیریں حج و عمرہ دونوں کو شامل ہیں (اور اس کے ترکہ میں سے حج کی قضاء واجب ہو گی) اس لئے کہ یہ ایسا حق ہے کہ اس میں نیابت داخل ہوتی ہے، اور حج ان چیزوں میں سے ہے جو موت سے ساقط نہیں ہوتا جیسے آدمی کا قرض موت سے ساقط نہیں ہوتا،

(اور بہر حال) مستطیع کی دو قسموں میں سے دوسری قسم (مستطیع بغیرہ) ہے مستطیع بغیرہ (کہتے ہیں جو سواری پر بیٹھ کر سفر کی قدرت نہ رکھتا ہو اپاہج یا بڑھاپے کی بناء پر درانحالیکہ اس کے پاس مال ہو یا) یہ کہ اس کے پاس مال نہ ہو لیکن (اس کے پاس ایسا آدمی ہو جو) ادائیگی حج میں (اس کی اطاعت کرے اگرچہ) اطاعت کرنے والا (اجنبی ہو اس صورت میں مستطیع بغیرہ پر لازم ہے کہ اپنے مال سے) نائب کو (اجرت دے یا) مستطیع بغیرہ پر لازم ہے کہ (مطیع کو اجازت دے نسک ادا کرنے کی اور یہ بھی جائز ہے کہ معضوب کی طرف سے نفل حج کرے) اس لئے کہ جس فرض عبادت میں نیابت جائز ہوتی ہے اس کے نفل میں بھی نیابت جائز ہوتی ہے (جس کے ذمہ فرض حج باقی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرے) جس کے ذمہ قضاء یا منذورہ حج ہو اس کے لئے بھی یہی حکم ہو گا،

شبرمہ کی طرف سے لبیک کہنے والے شخص کی آواز کو رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا تو نے اپنا حج کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: [پہلے] اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے، عمرہ کو قیاس کیا گیا ہے حج پر، جس کے ذمہ میں فرض حج باقی ہو اور دوسرے کی طرف سے کرے تو خود کی طرف سے ادا ہو گا لیکن جس کا حج کافی نہیں ہوتا جیسے بچہ اس کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ دوسرے کی طرف سے فرض حج کرے البتہ دوسرے کی طرف سے نفل حج کرنا جائز ہے (اور) جس کے ذمہ فرض حج باقی ہو اس کے لئے جائز (نہیں ہے کہ نفل حج کرے) اگر کرے تو فرض حج ادا ہو گا اور نیتِ نفل لغو ہو گی فرض کو نفل پر مقدم کرتے ہوئے، یہ ہی مذکورہ مسائل عمرہ کے بارے میں بھی ہوں گے (اور) جس کے ذمہ فرض حج باقی ہو اس کے لئے جائز (نہیں ہے کہ منذورہ حج کرے اور) جائز (نہیں ہے) کہ (قضاء حج) کرے اس لئے کہ نذر اور قضاء ان دونوں سے فرض حج اقوی ہے لہٰذا اس کو ان دونوں پر مقدم کیا گیا ہے (لہٰذا سب سے پہلے فرض حج ادا کرے اور اس کے بعد قضاء) حج ادا کرے (اگر اس کے ذمہ قضاء باقی ہو اور اس کے بعد منذورہ) حج ادا کرے (اگر) منذورہ حج باقی (ہو اور اس کے بعد نفل) حج ادا کرے (یا) دوسرے کی طرف سے (نائب بنے) نفل حج ادا کرنے اور نائب بننے ان دونوں میں ترتیب نہیں ہے بلکہ اختیار ہے لہٰذا سب سے پہلے نفل حج ادا کرے یا دوسرے کی طرف سے نائب بنے (اگر اس ترتیب کو بدل دے مثلاً نفل حج کی نیت کرے یا منذورہ) حج (کی) یا قضاء حج کی نیت کرے (درانحالیکہ اس کے ذمہ فرض حج باقی ہو تو اس کی) وہ (نیت) جو اس نے کی (لغو ہو گی اور جس حج کی نیت کی وہ حج (فرض حج کی طرف سے واقع ہو گا) اس لئے کہ فرض اہم ہے (اور اسی پر قیاس کر) یعنی جس طرح مذکورہ صورت میں فرض حج کی طرف سے واقع ہو گا اسی طرح ذمہ میں منذورہ اور قضاء حج ہو اور منذورہ کی نیت کرے تو قضاء کی طرف سے واقع

ہو گا اور اگر ذمہ میں منذورہ ہو اور نفل کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہو گی اور نذر کی طرف سے واقع ہو گا، عمرہ کے بھی یہی مسائل ہوں گے،

(وَيَجُوْزُ الْاِحْرَامُ بِالْحَجِّ اِفْرَاداً وَتَمَتُّعاً وَقِرَاناً وَاِطْلَاقاً وَاَفْضَلُ ذٰلِکَ الْاِفْرَادُ ثُمَّ التَّمَتُّعُ ثُمَّ الْقِرَانُ ثُمَّ الْاِطْلَاقُ فَالْاِفْرَادُ اَنْ يَحُجَّ اَوَّلاً مِنْ مِيْقَاتِ بَلَدِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الْحِلِّ فَيُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ)

(وَالتَّمَتُّعُ اَنْ يَعْتَمِرَ اَوَّلاً مِنْ مِيْقَاتِ بَلَدِهٖ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ يَحُجُّ مِنْ عَامِهٖ مِنْ مَكَّةَ، وَيُنْدَبُ اَنْ يُحْرِمَ الْمُتَمَتِّعُ اِنْ كَانَ وَاجِداً لِلْهَدْيِ بِالْحَجِّ ثَامِنَ ذِى الْحِجَّةِ وَاِلَّا فَسَادِسَهُ فِيْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ دَارِهٖ فَيَاْتِى الْمَسْجِدَ مُحْرِماً كَالْمَكِّيِّ)

(وَالْقِرَانُ اَنْ يُحْرِمَ بِهِمَا مَعاً مِنْ مِيْقَاتِ بَلَدِهٖ وَيَقْتَصِرُ عَلٰى اَفْعَالِ الْحَجِّ فَقَطْ اَوْ يُحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ اَوَّلاً ثُمَّ قَبْلَ اَنْ يَشْرَعَ فِيْ طَوَافِهَا يُدْخِلُ عَلَيْهَا الْحَجَّ فِيْ اَشْهُرِهٖ وَيَلْزَمُ الْمُتَمَتِّعَ وَالْقَارِنَ دَم وَلَايَجِبُ عَلَى الْقَارِنِ اِلَّا اَنْ لَايَكُوْنَ مِنْ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَهُمْ اَهْلُ الْحَرَمِ وَمَنْ كَانَ مِنْهُ عَلٰى دُوْنِ مَسَافَةِ الْقَصْرِ وَلَاعَلَى الْمُتَمَتِّعِ اِلَّا اَنْ لَايَعُوْدَ لِاِحْرَامِ الْحَجِّ اِلَى الْمِيْقَاتِ وَاَنْ لَايَكُوْنَ مِنْ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاِنْ فَقَدَ الدَّمَ هُنَاکَ اَوْ ثَمَنَهُ اَوْ وَجَدَهُ يُبَاعُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَمَنِ مِثْلِهٖ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَيُنْدَبُ كَوْنُهَا قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَتَفُوْتُ الثَّلَاثَةُ بِتَأْخِيْرِهَا عَنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَيَجِبُ قَضَاؤُهَا قَبْلَ السَّبْعَةِ وَيُفَرِّقُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ السَّبْعَةِ بِمَا كَانَ يُفَرِّقُ فِى الْاَدَاءِ وَهُوَ مُدَّةُ السَّيْرِ وَزِيَادَةُ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ)

(وَالْاِطْلَاقُ اَنْ يَنْوِىَ الدُّخُوْلَ فِى النُّسُکِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُعَيِّنَ حَالَةَ الْاِحْرَامِ اَنَّهُ حَجٌّ اَوْ عُمْرَةٌ اَوْ قِرَانٌ ثُمَّ لَهُ بَعْدَ ذٰلِکَ صَرْفُهُ لِمَا شَاءَ اور جائز ہے احرام باندھنا حج افراد کا اور حج تمتع) کا (اور حج قران کا اور احرام باندھنا حج وعمرہ کی قید کے بغیر اور ان مذکورہ صورتوں میں افراد افضل ہے پھر تمتع) افضل ہے (پھر قران) افضل ہے (پھر اطلاق) افضل ہے، آگے مصنفؒ افراد وغیرہ کی تعریف بیان فرمارہے ہیں: (پس افراد یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے ملک کے میقات سے حج کا احرام باندھے) عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے (پھر) اس

سے فارغ ہونے کے بعد حرم سے (حل کی طرف نکلے اور) حل سے (عمرہ کا احرام باندھے) حل سے احرام باندھنے کے لئے کوئی مخصوص جگہ متعین نہیں ہے،

میقات حج اور عمرہ کی تعریف

مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے حرم، حج اور عمرہ کا قصد کرنے والا باہر سے آنے کی صورت میں آگے نہیں بڑھ سکتا احرام کے بغیر، بیت الحرم کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے (تحقیق علی عمدہ ص١١٥)

حل کا معنی

حرم کے سوا کل روئے زمین، حلال: جو احرام سے نکل آیا، اترنے والا، مص (ض) کفارہ دے کر قسم سے بری الذمہ ہونا، احرام سے باہر آنا، حلال ہونا، قرض کی ادائیگی کا وقت آنا، (بیان اللسان ص٢٢٤) [حل حلا] الشئ: کان حلالا، الدین: حان وقت وفائه الرجل: خرج من احرامه (منجد الطلاب ص٣٥) حلال ہونا، ادائیگی کا وقت پہنچنا، احرام سے نکلنا،

(اور تمتع یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے ملک کے میقات سے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے پھر) اس سے فارغ ہونے کے بعد (اسی سال) یعنی جس سال عمرہ کا احرام باندھا (مکہ سے حج کا احرام باندھے) حج کے ایام یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ، ان کو تغلیبًا اشہر کہا جاتا ہے،

(اور متمتع کے لئے اگر اس کے پاس ھدی ہو تو ٨ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا مستحب ہے اور واجد ھدی نہ ہو تو ٦ ذی الحجہ کو احرام باندھے) تاکہ روزے وقوف عرفہ سے پہلے ہو جائے یعنی ٦، ٧ اور ٨ اور عرفہ کے دن مفطر ہو اور یہ دونوں احرام باندھے (اپنے گھر کے دروازہ سے مکہ میں پھر مسجد میں احرام کی حالت میں مکی کی طرح آئے)

(اور قران یہ ہے کہ اپنے ملک کے میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور صرف افعال حج پر اقتصار کرے) عمرہ کی وجہ سے دوسرا طواف اور سعی نہ کرے بلکہ ایک طواف اور ایک سعی دونوں کی طرف سے کافی ہے، آگے مصنف قران کی دوسری صورت بیان فرمارہے ہیں:

(یا پہلے عمرہ کا احرام باندھے) یعنی حج کے احرام سے پہلے (پھر عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے اس پر حج کو داخل کردے اشہر حج میں اور متمتع اور قارن پر دم لازم ہے اور قارن پر دم واجب نہیں مگر یہ کہ وہ مسجد حرام کا حاضر نہ ہو اور حاضرین مسجد حرام سے مراد اہل حرم اور وہ لوگ ہیں جو مسافت قصر کے اندر رہو اور متمتع پر دم واجب نہ ہو گا مگر اس صورت میں کہ احرام حج کے لئے میقات کی طرف نہ لوٹے) اگر اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھے پھر عمرہ کی انتہا کے بعد حج کے احرام کے وقت میقات سے نکل جائے اور میقات سے احرام باندھے تو دم لازم نہ ہو گا (اور) متمتع پر وجوب دم کے لئے (یہ) بھی شرط ہے (کہ مسجد حرام کا حاضر نہ ہو) اگر حاضر مسجد حرام ہو تو دم واجب نہ ہو گا،

اگر (وہاں) یعنی حرم میں (دم مفقود ہو) اس لئے کہ حرم وجوب ذبح کا محل ہے (یا) دم موجود ہو لیکن (اس کی قیمت) مفقود ہو یا یہ کہ قیمت موجود ہو لیکن نفقہ یا اس کے علاوہ کے لئے قیمت کی حاجت ہو (یا دم کو ثمن مثل سے زیادہ قیمت میں بیچتے ہوئے پائے تو) مذکورہ تمام صورتیں دم نہ پانے کے حکم میں ہے لہٰذا (حج میں ۳ دن روزے رکھے) حج میں یعنی حج کا احرام باندھنے کے بعد، احرام سے روزے رکھنا اس لئے ہے کہ یہ عبادت بدنیہ ہے اور عبادت بدنیہ کو اس کے وقت سے پہلے ادا نہیں کیا جاتا،

(اور مستحب ہے) کہ (یہ ۳ روزے نویں ذی الحجہ سے پہلے) واقع (ہوں) یہ ۳ روزے حج میں واجب ہیں اور نویں ذی الحجہ سے پہلے مندوب ہے (اور ے جب اپنے وطن کی طرف لوٹے)

یعنی وطن لوٹنے کے بعد ۷روزے رکھنا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ ثَلاثَةِ اَیَّامٍ فِی الۡحَجِّ وَ سَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ (سورۂ بقرہ ۱۹۶) پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو (اس کے ذمہ) ٣دن کے روزے ہیں حج میں اور ۷ ہیں جبکہ تم حج سے لوٹو، اور شیخین نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم فرمایا (تحقیق علی عمدۃ ص ۱۸۵) (اور) مکمل (٣) یا بعض روزے (یوم عرفہ سے مؤخر کرنے سے فوت ہو جاتے ہیں) پھر ان میں سے کسی کو یوم النحر اور ایام تشریق میں رکھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ کھانے، پینے اور بندوں کی مہمان نوازی کے دن ہیں (اور سات) روزے رکھنے (سے پہلے ان ٣روزوں کی قضاء واجب ہے) مطلب یہ ہیکہ مکمل ۱۰روزے رکھنا ہے ٣حج میں اور ۷ وطن لوٹنے کے بعد لیکن حج میں رکھے جانے والے ٣روزے فوت ہو جائیں تو سب سے پہلے وہ ٣روزے رکھے پھر ۷ (اور قضاء شدہ ٣) روزے رکھنے (اور) وطن میں رکھے جانے والے (۷) روزے رکھنے (کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا جائے جتنا فاصلہ اداء) روزے رکھنے (میں کیا جاتا ہے اور فاصلہ کی مقدار سفر کی مدت) یعنی مکہ سے وطن پہنچنے کے درمیان کا جو وقت ہے اس کا گذرنا ہے (اور مزید ۴دن) کا فاصلہ گذرنا (ہے) مطلب یہ ہیکہ وطن لوٹنے کے بعد حج کے قضاء شدہ ٣روزے رکھے اور پھر مدت سیر اور ۴دن کا وقت گذرنے کے بعد ۷روزے رکھیں، آگے مصنف اطلاق کی تعریف بیان فرمارہے ہیں: (اطلاق یہ ہے کہ احرام کے وقت حج یا عمرہ یا قران کی تعیین کئے بغیر نسک میں داخل ہونے کی نیت کرے پھر محرم کے لئے احرام کے بعد) صرف حج یا صرف عمرہ یا قران اس میں سے (جس کے لئے احرام رکھنا چاہے) رکھے (جائز ہے) پھر اب تعیین کے مطابق وہ افعال ادا کرے، (وَلَا یَجُوۡزُ الۡاِحۡرَامُ بِالۡحَجِّ اِلَّا فِی اَشۡهُرِهٖ وَهِیَ شَوَّال وَ ذُو الۡقَعۡدَةِ وَعَشۡرُ لَیَالٍ مِنۡ ذِی الۡحِجَّةِ فَاِنۡ اَحۡرَمَ بِهٖ فِیۡ غَیۡرِهَا انۡعَقَدَ عُمۡرَةً وَیَنۡعَقِدُ الۡاِحۡرَامُ بِالۡعُمۡرَةِ کُلَّ وَقۡتٍ اِلَّا لِلۡحَاجِّ الۡمُقِیۡمِ لِلرَّمۡیِ بِمِنیً حج کا احرام حج کے مہینوں میں) ہی (جائز ہے) اللہ تعالی نے فرمایا:

اَلْحَجُّ اَشْهر مّعْلُوْمَات (سورۂ بقرہ ۱۹۷) (زمانۂ) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، (ترجمۂ قرآن) (اور حج کے مہینے شوال) اور (ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کی ۱۰ راتیں) اور ۱۰ دن (ہیں اگر کوئی شخص اشہر حج کے علاوہ میں حج کا احرام باندھے تو) وہ احرام (عمرہ) کی طرف سے (منعقد ہوگا اور عمرہ کا احرام ہر وقت منعقد ہوگا) اس لئے کہ پورا سال عمرہ کے احرام کا وقت ہے (مگر اس حاجی کے لئے جو منی میں رمی کی بناء پر ٹھہرا ہو) عمرہ کا احرام باندھنا صحیح نہیں اس لئے کہ منی میں باقی اعمالِ رمی کی وجہ سے اگر عمرہ کا احرام باندھے تو اعمال عمرہ کرنے سے عاجز ہوگا لہٰذا صحیح نہ ہوگا اسی طرح محرم بالحج کے لئے تحلل سے پہلے عمرہ کا، احرام باندھنا صحیح نہیں بناء کرتے ہوئے اس بات پر کہ اصغر اکبر میں داخل نہیں ہوتا اور یہی قول معتمد ہے،

(فَصْل)

میقات کے بیان میں

(مِيْقَاتُ الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ الْجُحْفَةُ لِلشَّامِ وَ مِصْرَ وَ الْمَغْرِبِ وَيَلَمْلَمْ لِتِهَامَةِ الْيَمَنِ وَقَرْن لِنَجدِ الْيَمَنِ وَنَجدِ الْحِجَازِ وَذَاتُ عِرْقٍ لِلْعِرَاقِ وَ خُرَاسَانَ وَمَنْ فِي مَكَّةَ وَلَوْ مَارّاً مِيْقَاتُ حَجّه مَكَّةُ وَمِيْقَاتُ عُمْرَته اَدْنَى الْحِلِّ وَ الْاَفْضَلُ مِنْهُ الْجِعْرَانَةُ ثُمَّ التَّنْعِيْمُ ثُمَّ الْحُدَيْبِيَةُ وَمَنْ مَسْكَنُه اَقْرَبُ مِنَ الْمِيْقَاتِ اِلٰى مَكَّةَ فَمِيْقَاتُه مَوْضِعُه وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً لَامِيْقَاتَ فِيْهِ اَحْرَمَ اِذَا حَاذٰى اَقْرَبَ الْمَوَاقِيْتِ اِلَيْهِ وَمَنْ دَارُه اَبْعَدُ مِنَ الْمِيْقَاتِ اِلٰى مَكَّةَ فَالْاَفْضَلُ اَنْ لَايُحْرِمَ اِلَّا مِنَ الْمِيْقَاتِ وَقِيْلَ مِنْ دَارِه وَمَنْ جَاوَزَ الْمِيْقَاتَ وَهُوَ يُرِيْدُ النُّسُكَ وَاَحْرَمَ دُوْنَه لَزِمَه دَم فَاِنْ عَادَ اِلَيْهِ مُحْرِماً قَبْلَ التَّلَبُّسِ بِنُسُكٍ سَقَطَ الدَّمُ حج اور عمرہ کا میقات مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ (کتاب الأم) شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کے لئے قرن اور یمن والوں کے لئے یلملم میقات قرار دیا اور فرمایا یہ ان علاقوں کے لوگوں کے لئے ہے اور دوسرے علاقوں سے اس طرف سے

آنے والوں کے لئے میقات ہے جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں اور جو ان حدود سے اندر ہو وہ جہاں سے [حج یا عمرہ کا سفر] شروع کرے [مطلب یہ ہیکہ جہاں سے شروع کرے وہی ان کے لئے میقات ہے] یہاں تک کہ مکہ والے مکہ ہی سے [احرام باندھیں] اس کی تخریج کی بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے (مغنی المحتاج مع تحقیق وتعلیق ج۲ ص۲۲۵) اور (شام، مصر اور مغرب والوں کے لئے جحفہ) ہے اور (تہامۃ الیمن والوں کے لئے یلملم) ہے اور (نجد یمن اور نجد حجاز والوں کے لئے قرن) ہے (اور عراق اور خراسان والوں کے لئے ذات عرق) ہے لیکن ان کے لئے افضل یہ ہے کہ عقیق سے احرام باندھے،

عقیق: اس وادی کا نام ہے جو ذات عرق سے اوپر ہے (مغنی المحتاج ج۲ ص۲۲۵)

آپ ﷺ نے عراق والوں کے لئے ذات عرق کو میقات مقرر کیا (ایضاً)

ذوالحلیفہ: مکہ سے ۱۰ مرحلے کے فاصلہ پر اور مدینہ سے ۶ میل کے فاصلے پر ہے، یہ آج کل اَبْیَارِ عَلِی کے نام سے مشہور ہے،

جحفہ: یہ بڑا دیہات تھا مکہ، مدینہ کے بیچ میں، ایک قول یہ ہے کہ مکہ سے ۳ مرحلوں پر تھا اور امام رافعیؒ کے قول کے مطابق ۲۵ فرسخ تھا مکہ سے، عربی میں اجحف السیل کہتے ہیں، سیلاب کے بہالیجانے کو، سیلاب کے بہالیجانے کی وجہ سے اس کا نام "جحفہ" رکھا اب یہ ویران ہے،

یلملم: یہ ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ سے ۲ راتوں کے فاصلے پر ہے،

قرن: یہ بھی ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ سے ۲ مرحلے کے فاصلے پر ہے،

عرق: یہ مکہ سے ۲ مرحلے کے فاصلے پر ہے،

(اور جو شخص مکہ میں ہو اگر چہ) مکہ سے (گزرنے والا ہو اس کے حج کا میقات مکہ ہے) بقیہ حرم اس کے قائم مقام نہیں (اور عمرہ کا میقات ادنیٰ حل) ہے ادنی حل: یعنی حل کی حرم

سے قریب ترین جگہ کسی بھی جہت سے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس طرح کیا اور حکم فرمایا(اور حل سے افضل) اتباع حدیث کی وجہ سے (جعرانہ ہے) یہ طائف کے راستے میں مکہ سے ۶ فرسخ کے فاصلے پر ہے،(پھر تنعیم) ہے آپ ﷺ نے حج کے بعد حضرت عائشہؓ کو تنعیم روانہ کیا پھر حضرت عائشہؓ نے وہاں سے عمرہ ادا کیا،

تنعیم: وہ جگہ جس میں مسجد ہے جو مسجد عائشہ سے مشہور ہے اس کے اور مکہ کے درمیان ایک فرسخ کا فاصلہ ہے اس کو تنعیم کہتے ہیں،

(پھر حدیبیہ) ہے،

حدیبیہ: ۲ پہاڑوں کے درمیان موڑ میں جدہ اور مدینہ کے راستے کے درمیان کنویں کا نام حدیبیہ ہے،(حواشی المدنیة ج۲ص۲۲۵)

(اور جس شخص کا مسکن مکہ سے میقات کے مقابلہ میں قریب ہو تو اس کا میقات) حج یا عمرہ کا (اس کا موضع ہے) یعنی جس جگہ وہ رہتا ہے وہاں سے احرام باندھے (اور جو شخص) خشکی یا سمندر کا (ایسا راستہ چلے جس میں میقات نہ) پڑتا (ہو) اور نسکین میں سے کسی ایک کے احرام کا ارادہ ہو (تو وہ شخص دورانِ سفر) دائیں یا بائیں جانب (جب کسی اقرب میقات کے سیدھ میں پہنچے تو احرام باندھے) کیونکہ یہ اس کے لئے میقات ہے، اگر کوئی بھی میقات محاذاۃ میں نہ آئے تو مکہ سے ۲ مرحلہ کی دوری پر احرام باندھے کیونکہ اس سے کم فاصلہ پر کوئی میقات نہیں ہے (منهاج مع مغنی ج۲ص۲۲۶) (اور جس کا گھر مکہ سے میقات کے مقابلہ میں زیادہ دور ہو) مثلاً میقات مکہ سے ۲ مرحلے پر ہو اور گھر مکہ سے ۳ مرحلے پر ہو (اس کے لئے) آپ ﷺ کی اتباع میں (افضل ہے کہ میقات سے ہی احرام باندھے اور کہا گیا ہے کہ اپنے گھر سے اور جو شخص میقات سے آگے بڑھ جائے) چاہے عمداً بڑھا ہو یا بھول سے یا ناواقفیت سے (درانحالیکہ وہ نسک) یعنی حج یا عمرہ یا دونوں (کا ارادہ رکھتا

ہو اور میقات کے بعد احرام باندھے تو اس پر دم لازم ہو گا) اس لئے کہ اس نے میقات سے احرام باندھنے کو ترک کیا ہاں اگر اس نے احرام نہیں باندھا اور بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوا تو گنہگار ہو گا لیکن اس پر دم لازم نہ ہو گا اس لئے کہ دم نقصان نسک کی بناء پر واجب ہوتا ہے اور یہ دم بغیر احرام کے داخل ہونے کی وجہ سے نسک کے بدلہ لازم نہ ہو گا (اگر میقات کی طرف احرام باندھ کر لوٹے نسک کے کسی فعل کو) چاہے وہ فرض ہو یا سنت (ادا کرنے سے پہلے تو دم ساقط ہو گا) اور گناہ بھی ساقط ہو گا،

(فصل)

ان آداب کے بیان میں جو احرام کے وقت مطلوب ہیں

(اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّحْرِمَ اغْتَسَلَ وَلَوْ حَائِضاً بِنِیَّۃِ غُسْلِ الْاِحْرَامِ فَاِنْ قَلَّ مَاؤُہ تَوَضَّاَ فَقَطْ وَاِنْ فَقَدَہ بِالْکُلِّیَّۃِ تَیَمَّمَ وَیَتَنَظَّفُ بِحَلْقِ الْعَانَۃِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَقَصِّ الشَّارِبِ وَاِزَالَۃِ الْوَسَخِ بِاَنْ یَّغْسِلَ رَاْسَہ بِسِدْرٍ وَنَحْوِہ ثُمَّ یَتَجَرَّدُ عَنِ الْمَخِیْطِ وَیَلْبَسُ اِزَاراً وَرِدَاءً اَبْیَضَیْنِ نَظِیْفَیْنِ وَنَعْلَیْنِ غَیْرَ مُحِیْطَیْنِ وَیُطَیِّبُ بَدَنَہ وَلَا یُطَیِّبُ ثِیَابَہ وَالْمَرْاَۃُ فِیْ کُلِّ ذٰلِکَ کَالرَّجُلِ اِلَّا فِی نَزْعِ الْمَخِیْطِ فَاِنَّھَا لَا تَنْزِعُہ وَتَخْضِبُ کَفَّیْھَا کِلَیْھِمَا بِالْحِنَّاءِ وَتُلَطِّخُ بِھَا وَجْھَھَا ھٰذَا کُلُّہ قَبْلَ الْاِحْرَامِ ثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ فِیْ غَیْرِ وَقْتِ الْکَرَاھَۃِ یَنْوِیْ بِھِمَا سُنَّۃَ الْاِحْرَامِ ثُمَّ یَنْھَضُ لِیَشْرَعَ فِی السَّیْرِ فَاِذَا شَرَعَ فِیْہِ اَحْرَمَ حِیْنَئِذٍ جب ارادہ کرے) حج یا عمرہ کا یا دونوں کا (احرام باندھنے کا تو) اتباع حدیث کی وجہ سے (غسل کرے غسل احرام کی نیت سے اگرچہ حائضہ) یا نفاس والی عورت (ہو اگر غسل کے لئے پانی کم ہو تو) اس پانی سے (صرف وضو کرے) امام نوویؒ مجموع میں فرماتے ہیں کہ: وضو کے ساتھ تیمم کرے تو اچھا ہے (اور اگر پانی بالکل ہی نہ ہو تو تیمم کرے) تا کہ بدل ہو (اور صاف ستھرا ہو جائے موئے زیر ناف کو حلق کرنے) سے اور (بغل کے بال اکھاڑنے) سے اور (مونچھ کتروانے) سے ناخن تراشنے سے (اور میل کچیل دور کرنے سے) میل کچیل (اس طرح) دور کرے (کہ اپنے سر کو بیری کے پتوں) سے (اور اس کے مانند) چیز جیسے اشنان وغیرہ

(سے دھوئے)[اشنان کی تعریف جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں](پھر) مذکورہ سنتوں کے بعد (مرد سلا ہوا کپڑا اتارے اور تہبند اور چادر) یہ (دونوں) نئے (سفید صاف ستھرے پہنے) نئے نہ ہوں تو دھلے ہوئے پہنے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ یہ تمہارے کپڑوں میں بہتر ہے (اور چپل پہنے جو محیط نہ ہوں) یعنی پاؤں کو گھیرے ہوئے نہ ہوں، مطلب یہ ہیکہ دونوں پاؤں کی انگلیاں اور ایڑیاں دکھائی دیتی ہوں، پوشیدہ نہ ہوں یہاں تک کہ بعض انگلیاں بھی پوشیدہ نہ ہوں ورنہ فدیہ لازم ہو گا اور گنہگار بھی ہو گا کھلے نعلین پر قدرت کی صورت میں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی تہبند، چادر اور چپل میں احرام باندھے، (اور) اتباع حدیث کی وجہ سے (اپنے بدن کو خوشبو لگائے اور) معتمد قول کے مطابق (کپڑوں میں نہ لگائے) اس لئے کہ کپڑے اتار کر جب دوسری بار حالت احرام میں پہنے گا تو اس صورت میں علم وعمد کی وجہ سے فدیہ لازم ہو گا (اور عورت ان تمام مسائل میں) یعنی فصل کے شروع سے لے کر یہاں تک ذکر کردہ مسائل میں (مرد کی طرح ہے مگر سلا ہوا کپڑا اتارنے میں) مسئلہ یہ ہے کہ (عورت اس کو نہ اتارے) اس لئے کہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا عورت پر پورے بدن کو چھپانا واجب ہے، چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں حالت احرام میں بھی ستر نہیں ہے جیسا کہ نماز میں ستر نہیں ہے (اور عورت مہندی سے دونوں ہتھیلیوں میں سے ہر ایک کا خضاب کرے) خضاب کرنا یعنی: رنگنا، عورت جوان ہو یا بوڑھی، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ سب کے لئے حکم یکساں ہے لیکن عدت والی عورت اور مرد کے لئے خضاب جائز نہیں ہے (اور) عورت (مہندی اپنے چہرے کو لگائے) تاکہ چہرہ کا رنگ چھپ جائے کیوں کہ اس صورت میں چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے (یہ) مرد اور عورت کے ذکر کردہ (تمام مسائل احرام سے پہلے کے ہیں) حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو احرام کے لئے احرام سے پہلے خوشبو لگائی تھی (پھر) ذکر کردہ

مسائل سے فراغت کے بعد اتباع حدیث کی وجہ سے (وقت کراہت کے علاوہ میں ۲ رکعت نماز پڑھے احرام کی سنت نماز کی نیت سے پھر) نماز سے فارغ ہونے کے بعد (کھڑا ہو جائے تاکہ) مکہ کی طرف (چلنا) اور سفر کرنا (شروع کرے جب چلنا شروع کرے اس وقت احرام باندھے۔)

(وَالْاِحْرَامُ هُوَ نِيَّةُ الدُّخُوْلِ فِي النُّسُكِ فَيَنْوِيْ بِقَلْبِهِ الدُّخُوْلَ فِي الْحَجِّ لِلّٰهِ تَعَالٰى اِنْ كَانَ يُرِيْدُ حَجّاً اَوِ الْعُمْرَةَ اِنْ كَانَ يُرِيْدُهَا اَوِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِنْ كَانَ يُرِيْدُ الْقِرَانَ، اوراحرام) جو حج اور عمرہ کا رکن ہے (نسک میں داخل ہونے کی نیت کو احرام کہتے ہیں) نسک کا معنی ہے: وہ چیز جس کا شریعت نے حکم دیا ہے (تعلیقات مفیدہ فی فیض ج ۱ ص ۳۰۹)

(اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے لئے حج میں داخل ہونے کی نیت کرے اگر حج کا ارادہ ہو یا عمرہ) میں داخل ہونے (کی) نیت کرے (اگر عمرہ کا ارادہ ہو یا حج اور عمرہ) دونوں میں داخل ہونے (کی) نیت کرے (اگر قران کا ارادہ ہو) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ دونوں ادا کرے اور جو حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ حج ادا کرے اور جو عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ عمرہ ادا کرے،

(وَيُنْدَبُ اَنْ يَّتَلَفَّظَ بِذٰلِكَ اَيْضاً بِلِسَانِهٖ ثُمَّ يُلَبِّيْ رَافِعاً صَوْتَهٗ وَالْمَرْاَةُ تَخْفِضُهٗ فَيَقُوْلَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَوْتٍ اَخْفَضَ مِنْ ذٰلِكَ وَيَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالَى الْجَنَّةَ وَيَسْتَعِيْذُ بِهٖ مِنَ النَّارِ وَيُكْثِرُ التَّلْبِيَةَ فِيْ دَوَامِ اِحْرَامِهٖ قَائِماً وَقَاعِداً وَرَاكِباً وَمَاشِياً وَمُضْطَجِعاً وَجُنُباً وَحَائِضاً وَيَتَاَكَّدُ اسْتِحْبَابُهَا عِنْدَ تَغَيُّرِ الْاَحْوَالِ وَالْاَزْمَانِ وَالْاَمَاكِنِ كَصُعُوْدٍ وَهُبُوْطٍ وَرُكُوْبٍ وَنُزُوْلٍ وَاجْتِمَاعِ رِفَاقٍ وَعِنْدَ السَّحَرِ وَاِقْبَالِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَدْبَارِ الصَّلَاةِ وَفِيْ سَائِرِ الْمَسَاجِدِ وَلَا يُلَبِّيْ

فِیۡ طَوَافِہٖ وَسَعۡیِہٖ وَلَایَقۡطَعُ التَّلۡبِیَۃَ بِکَلَامٍ فَاِنۡ سَلَّمَ عَلَیۡہِ اِنۡسَان رَدَّعَلَیۡہِ وَاِذَا رَاٰی شَیۡئاً فَاَعۡجَبَہٗ قَالَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡعَیۡشَ عَیۡشُ الۡاٰخِرَۃِ)

احرام کے بعد کی سنتیں

(اور مستحب ہے کہ جو نیت کرے اس کو زبان سے بھی کہے پھر) نیت کے بعد (بلند آواز میں تلبیہ پڑھے اور عورت آہستہ آواز میں) تلبیہ پڑھے، عورت کے لئے بلند آواز میں پڑھنا مکروہ ہے (تلبیہ اس طرح پڑھے لبیک اللھم لبیک الخ، میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں پھر) تلبیہ سے فراغت کے بعد، تلبیہ کی آواز سے آہستہ آواز میں نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھے) تاکہ درود وسلام اور تلبیہ میں فرق ہو جائے (اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے اور جہنم سے اللہ کی پناہ مانگے اور محرم احرام کی حالت میں کثرت سے تلبیہ پڑھے کھڑے) اور (بیٹھے اور سوار) اور (پیدل اور لیٹے) چاہے داہنی کروٹ پر لیٹا ہو یا بائیں اور (حالت جنابت میں اور حالت حیض میں) امام شافعیؒ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ تلبیہ پڑھتے تھے سوار اور پیدل، کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (اور حالات) تبدیل ہونے اور (اوقات) تبدیل ہونے (اور مقامات تبدیل ہونے کے وقت تلبیہ کا استحباب مؤکد ہوتا ہے جیسے) نچلے حصہ سے بالائی حصہ کی طرف (چڑھنا اور) بالائی حصہ سے نچلے حصہ کی طرف (اترنا) یہ مثالیں مقامات تبدیل ہونے کے اعتبار سے ہیں اور سواری پر (سوار ہونا) اور سواری سے (اترنا اور ساتھیوں کا ملنا)

یہ مثالیں حالات تبدیل ہونے کے اعتبار سے ہیں اور (سحری) کے وقت (اور رات کے آنے کے وقت اور دن نکلنے کے بعد) یہ مثالیں اوقات تبدیل ہونے کے اعتبار سے ہیں اور (نماز کے بعد اور تمام مساجد میں) یہ مثالیں صعود اور ہبوط کی طرح مکان یعنی مقامات

تبدیل ہونے کے اعتبار سے ہیں، اور (طواف) کے وقت چاہے طواف واجب ہو یا مندوب تلبیہ نہیں پڑھا جائے گا (اور سعی کے وقت تلبیہ نہیں پڑھا جائے گا) اس لئے کہ طواف اور سعی کے لئے مخصوص اذکار ہیں (اور تلبیہ کو کلام کے لئے منقطع نہ کرنا) مستحب ہے اس لئے کہ اس طرح کرنا عبادت سے اعراض کرنا ہے (اگر کوئی انسان ملبّی) یعنی تلبیہ پڑھنے والے (پر سلام کرے تو ملبی سلام کرنے والے کو جواب دے) سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن اس صورت میں ملبّی پر سلام کا جواب دینا مستحب ہے چونکہ ملبّی کے ذکر میں مشغول ہونے کے وقت سلام کرنا غیر مشروع وقت میں سلام کرنا ہے جس کی وجہ سے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے (اور جب محرم کوئی ایسی چیز دیکھے جو پسند آئے تو کہے: لبیک ان العیش عیش الاٰخرۃ میں حاضر ہوں بیشک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے) یعنی دائمی، عمدہ اور خوشگوار زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، آپ ﷺ نے عرفات میں مسلمانوں کی کثرت کو دیکھا تو آپ ﷺ کو خوشی ہوئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے کہا: لبیک ان العیش عیش الاٰخرۃ،

(وَاِذَا اَحْرَمَ حَرُمَ عَلَيْهِ خَمْسَةُ اَشْيَاءَ: اَحَدُهَا لُبْسُ الْمَخِيْطِ الْقَمِيْصِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالْخُفِّ وَالْقَبَاءِ وَكُلِّ مَخِيْطٍ وَمَا اسْتِدَارَتُهُ كَاسْتِدَارَةِ الْمَخِيْطِ بِنَسْجٍ وَتَلْبِيْدٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ اَيْضاً سَتْرُ رَاْسِهِ بِمَخِيْطٍ وَغَيْرِهِ مِمَّا يُعَدُّ فِى الْعَادَةِ سَاتِراً فَلَا يَضُرُّهُ الْاِسْتِظْلَالُ بِالْمَحْمَلِ وَحَمْلُ عِدْلٍ وَزَنْبِيْلٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّزُرَّ رِدَاءَهُ وَلَا اَنْ يَعْقِدَهُ وَلَا اَنْ يُّخِلَّهُ بِخِلَالٍ وَلَا اَنْ يَّرْبُطَ خَيْطاً فِىْ طَرَفِهِ ثُمَّ يَرْبُطَهُ بِالطَّرْفِ الْاٰخَرِ وَلَهُ عَقْدُ الْاِزَارِ وَشَدُّ خَيْطٍ عَلَيْهِ۔ وَالثَّانِىْ يَحْرُمُ بَعْدَ الْاِحْرَامِ الطِّيْبُ فِى الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ وَالْفِرَاشِ كَالْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ وَالزَّعْفَرَانِ وَشَمُّ الْوَرْدِ وَالْبَنَفْسِجِ وَالنِّيْلُوْفَرِ وَكُلِّ مَشْمُوْمٍ وَطِيْبٍ وَيَحْرُمُ رَشُّ مَاءِ الْوَرْدِ وَمَاءِ الزَّهْرِ وَكَذٰلِكَ الدُّهْنُ الْمُطَيَّبُ وَيَحْرُمُ شَمُّهُ وَدَهْنُ جَمِيْعِ بَدَنِهِ بِهِ كَدُهْنِ الْوَرْدِ وَالْبَنَفْسِجِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ مُطَيَّبٍ كَزَيْتٍ وَشَيْرَجٍ وَنَحْوِهِ حَرُمَ اَنْ يَدْهَنَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَرَاْسَهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَصْلَعَ وَلَا يَحْرُمُ شَمُّهُ وَدَهْنُ جَمِيْعِ بَدَنِهِ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ اَكْلُ طَعَامٍ فِيْهِ طِيْبٌ ظَاهِرٌ طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ

اَوْ رِيحه كَرَائحةِ مَاءِ الْوَرْدِ وَلَوْنِ الزَّعْفَرَانِ وَطَعْمِه وَطَعْمِ الْعَنْبَرِ فِى الْجَوَارِشِ وَنَحْوِه وَيَحْرُمُ دَوَاءُ الْعَرَقِ وَالْكُحْلُ الْمُطَيَّبَيْنِ وَالثَّالِثُ يَحْرُمُ حَلْقُ شَعْرِه وَنَتْفُه وَلَوْ بَعْضَ شَعْرَةٍ تَقْصِيْراً مِنْ رَاْسِهِ وْ اِبْطِه اَوْ عَانَتِه اَوْ شَارِبِه وَسَائِرِ جَسَدِه وَتَقْلِيْمُ اَظَافِرِه وَلَوْ بَعْضَ ظُفْرٍ فَاِذَا تَطَيَّبَ اَوْ لَبِسَ اَوْ حَلَقَ ثَلَاثَ شَعَرَاتٍ اَوْ قَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَظْفَارٍ اَوْ بَاشَرَ فِيْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ بِشَهْوَةٍ اَوْ دَهَنَ لَزِمَه شَاة وَهُوَ مُخَيّر بَيْنَ ذَبْحِهَا وَبَيْنَ اَنْ يُّطْعِمَ ثَلَاثَةَ اَصْعٍ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ وَبَيْنَ صَوْمِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ عَلِمَ اَنَّه اِنْ سَرَّحَ لِحْيَتَه اَوْ خَلَّلَهَا انْتَتَفَ شَعْر حَرُمَ ذٰلِكَ فَلَوْ خَلَّلَ اَوْ غَسَلَ وَجْهَه فَرَاٰى فِيْ كَفِّه شَعْراً وَعَلِمَ اَنَّه هُوَ الَّذِىْ نَتَفَه حِيْنَ غَسَلَ وَجْهَه اَوْ خَلَّلَ لَزِمَهُ الْفِدْيَةُ وَاِنْ عَلِمَ اَنَّه كَانَ قَدِ انْتَتَفَ بِنَفْسِه اَوْ لَمْ يَعْلَمْ هٰذَا وَلَا ذَاكَ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ وَاِنِ احْتَاجَ اِلٰى حَلْقِ الشَّعْرِ لِمَرَضٍ اَوْ حَرٍّ اَوْ كَثْرَةِ قَمْلٍ اَوِ احْتَاجَ اِلٰى لُبْسِ الْمَخِيْطِ لِلْحَرِّ اَوِ الْبَرْدِ اَوْ اِلٰى تَغْطِيَةِ الرَّاْسِ فَلَه ذٰلِكَ وَيَفْدِىْ وَالرَّابِعُ يَحْرُمُ الْجِمَاعُ فِي الْفَرْجِ وَالْمُبَاشَرَةُ فِيْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ بِشَهْوَةٍ كَالْقُبْلَةِ وَالْمُعَانَقَةِ وَاللَّمْسِ بِشَهْوَةٍ فَاِنْ جَامَعَ عَمْداً فِى الْعُمْرَةِ قَبْلَ فَرَاغِهَا اَوْ فِى الْحَجِ قَبْلَ التَّحَلُّلِ الْاَوَّلِ فَسَدَ نُسُكُه وَيَجِبُ عَلَيْهِ اِتْمَامُه كَمَا كَانَ يُتِمُّه لَوْ لَمْ يُفْسِدْهُ وَالْقَضَاءُ عَلَى الْفَوْرِ وَاِنْ كَانَ الْفَاسِدُ تَطَوُّعاً وَالْكَفَّارَةُ وَهِىَ بَدَنَة فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبَقَرَة فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَسَبْعُ شِيَاهٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَوَّمَ الْبَدَنَةَ دَرَاهِمَ وَالدَّرَاهِمَ طَعَاماً وَيَتَصَدَّقُ بِه فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ صَامَ عَنْ كُلِّ مُدٍّ يَوْماً وَيَجِبُ اَنْ يُّحْرِمَ بِالْقَضَاءِ مِنْ حَيْثُ اَحْرَمَ بِالْاَدَاءِ فَاِنْ كَانَ اَحْرَمَ بِه مِنْ دُوْنَ الْمِيْقَاتِ اَحْرَمَ بِالْقَضَاءِ مِنَ الْمِيقَاتِ وَيُنْدَبُ اَنْ يُفَارِقَ الْمَوْطُوْءَةَ فِى الْمَكَانِ الَّذِىْ وَطِئَهَا فِيْهِ اِنْ قَضٰى وَهِىَ مَعَه وَاِنْ جَامَعَ بَعْدَ التَّحَلُّلِ الْاَوَّلِ لَمْ يَفْسُدْ وَعَلَيْهِ شَاة وَاِنْ جَامَعَ نَاسِياً فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ اَنْ يَتَزَوَّجَ اَوْ يُزَوِّجَ فَاِنْ فَعَلَ فَالْعَقْدُ بَاطِل وَيُكْرَهُ لَهُ اَنْ يَخْطُبَ امْرَاَةً وَاَنْ يَشْهَدَ عَلٰى نِكَاحٍ وَالْخَامِسُ يَحْرُمُ اَنْ يَصْطَادَ كُلَّ صَيْدٍ بَرِّيٍّ مَاْكُوْلٍ اَوْ مَا تَوَلَّدَ مِنْ مَاْكُوْلٍ وَغَيْرِ مَاْكُوْلٍ فَاِنْ مَاتَ فِيْ يَدِه اَوْ اَتْلَفَه اَوْ اَتْلَفَ جُزْءً الَزِمَهُ الْجَزَاءُ فَاِنْ كَانَ لَه مِثْل مِنَ النَّعَمِ وَجَبَ مِثْلُه مِنَ النَّعَمِ يُخَيَّرُ بَيْنَه وَبَيْنَ طَعَامٍ بِقِيْمَتِه وَبَيْنَ صَوْمٍ لِكُلِّ مُدٍّ يَوْم وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَه مِثْل وَجَبَتِ الْقِيْمَةُ اِلَّا الْحَمَامُ وَمَا عَبَّ وَهَدَرَ فَشَاة ثُمَّ اِنْ شَاءَ يُخْرِجُ بِالْقِيْمَةِ طَعَاماً اَوْ يَصُوْمُ لِكُلِّ مُدٍّ يَوْماً وَيَحْرُمُ ذٰلِكَ كُلُّه عَلَى الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ اِلَّا فِعْلَ التَّجَرُّدِ مِنَ الْمَخِيْطِ وَكَشْفِ الرَّاْسِ فَيَخْتَصُّ وُجُوْبُه بِالرَّجُلِ

لٰكِنْ يَلْزَمُ الْمَرْاَةَ كَشْفُ وَجْهِهَا فَاِنْ اَرَادَتِ السَّتْرَ عَنِ النَّاسِ سَدَلَتْ عَلَيْهِ شَيْئاً بِشَرْطِ اَنْ لَا يَمَسَّ وَجْهَهَا فَاِنْ مَسَّهُ مِنْ غَيْرِ اخْتِيَارِهَا لَمْ يَضُرَّ وَلِلْمُحْرِمِ حَكُّ رَاْسِهِ وَجَسَدِهِ بِاَظْفَارِهِ بِحَيْثُ لَا يَقْطَعُ شَعْراً وَلَهُ قَتْلُ الْقَمْلِ لٰكِنْ يُكْرَهُ اَنْ يُفَلِّيَ الْمُحْرِمُ رَاْسَهُ فَاِنْ قَتَلَ مِنْهُ قَمْلَةً نُدِبَ اَنْ يَتَصَدَّقَ وَلَوْ بِلُقْمَةٍ)

حالت احرام کی حرام چیزیں

(اور جب کوئی شخص احرام باندھے تو اس پر ۵ چیزیں حرام ہیں ان میں سے پہلی) چیز (سلی ہوئی چیز پہننا) نبی کریم ﷺ نے قمیص، اقبیہ [شیروانی] پائجامہ اور موزہ پہننے سے منع فرمایا مگر یہ کہ چپل نہ پائے، مطلب یہ ہیکہ چپل نہ ہو تو موزے پہن سکتے ہیں، جیسے (قمیص اور پائجامہ اور موزہ اور شیروانی اور ہر احاطہ کرنے والی چیز اور ہر وہ چیز جو گھیرے بدن کو سلی ہوئی چیز کے گھیرنے کی طرح جیسے) روئی وغیرہ کی (بنی ہوئی چیز اور اون کی بنی ہوئی) چیز (اور ان کے مانند) چیز جس کو پہننا کہا جائے جیسے زرہ وغیرہ (محرم پر سلائی ہوئی) چیز سے (اور اس کے علاوہ اس چیز سے جس کو عادۃً ساتر) چھپانے والی چیز (شمار کیا جاتا ہے) جیسے ٹوپی اور عمامہ وغیرہ اس سے (اپنے سر کو چھپانا بھی حرام ہے)

(محرم کے لئے کجاوہ سے سایہ حاصل کرنا) نقصان دہ نہیں ہے یعنی حرام نہیں ہے، اس لئے کہ عادۃً اس کو ساتر شمار نہیں کیا جاتا (اور گون) اٹھانا نقصان دہ نہیں ہے (اور ناپنے کی ٹوکری اٹھانا نقصان دہ نہیں ہے اور ان کے مانند چیز) نقصان دہ نہیں ہے جیسے مٹی سے آلودہ ہاتھ کے ذریعہ سر کو چھپانا وغیرہ (اور محرم کے لئے چادر کو گھنڈی لگانا جائز نہیں اور نہ گرہ لگانا جائز ہے اور نہ لکڑی سے ملانا جائز ہے اور جائز نہیں محرم کے لئے کہ دھاگہ باندھے ایک سرے پر پھر اس کو باندھے دوسرے سرے کے ساتھ اور محرم کے لئے ازار کے ایک سرے کی دوسرے سرے سے گرہ لگانا جائز ہے اور اس پر دھاگہ باندھنا جائز ہے)

(اور)۵ محرمات میں سے (دوسری چیز احرام کے بعد حرام ہوتی ہے) وہ یہ (کپڑے) میں (اور بدن) میں (اور بستر میں خوشبو لگانا) کھانے اور چپل میں استعمال کرنا بھی حرام ہے، آگے مصنفؒ خوشبو کی مثالیں دے رہے ہیں: (جیسے مشک اور کافور اور زعفران اور گلاب کا پھول) سونگھنا، اور (بنفشہ) سونگھنا (اور نیلوفر کو سونگھنا) وھو من انواع الورود وله رائحة طيبة(تحقيق على عمدة ص ۱۹۰) نیلوفر گلاب کے پھولوں کی قسموں میں سے ہے جس کو عمدہ خوشبو ہوتی ہے (اور ہر مشموم چیز) یعنی ذکر کردہ ورد وغیرہ کے علاوہ ہر سونگھی جانے والی چیز کو سونگھنا حرام ہے (اور) ہر (خوشبو) یعنی ذکر کردہ خوشبو کے علاوہ کسی بھی چیز کا استعمال حرام ہے جس میں خوشبو کا قصد ظاہر ہو (اور حرام ہے گلاب) کا پانی (اور پھول کا پانی چھڑکنا) اس لئے کہ چھڑکنے سے خوشبو استعمال کرنے کا نام صادق آتا ہے،

(اور اسی طرح خوشبودار تیل) چھڑکنا حرام ہے (اور) جس طرح خوشبودار تیل چھڑکنا حرام ہے اسی طرح (اس کو سونگھنا) بھی (حرام ہے) اس لئے کہ سونگھنا خوشبو استعمال کرنے کے حکم میں ہے (اور) حرام ہے (خوشبودار تیل اپنے سارے بدن کو لگانا) اس لئے کہ یہ خوشبو استعمال کرنے کے حکم میں ہے، آگے مصنفؒ خوشبودار تیل کی مثالیں بیان فرمارہے ہیں: (جیسے گلاب) کا تیل (اور بنفشہ کا) تیل (اور ان کے مانند چیز کا تیل) جیسے چمبیلی کا تیل وغیرہ (اور اگر) تیل (خوشبودار نہ ہو جیسے زیتون) کا تیل (اور تل کا) تیل (اور ان کے مانند چیز کا تیل) جیسے اخروٹ اور بادام وغیرہ کا تیل (تو حرام ہے کہ اس) غیر خوشبودار تیل (کو داڑھی اور سر میں لگائے مگر یہ کہ محرم اصلع) یعنی جس کے سر میں بال نہ (ہو) تو ایسی صورت میں مذکورہ تیل سر میں ڈالنا حرام نہیں ہے، داڑھی اور بالوں میں تیل ممنوع ہے تزین کی وجہ سے جو اس حدیث کے منافی ہے: "المحرم أشعث أغبر" یعنی

محرم کی شان یہ ہے کہ بال بکھرے ہوں اور وہ غبار آلود ہوں اور اصلع کے بال ہی نہیں ہوتے اس میں اشعث کا مسئلہ ہی نہیں، یعنی بال ہی نہیں تو بکھراؤ کیسے ہو گا، اور تزین بھی نہیں (اور غیر خوشبودار تیل کو سونگھنا) حرام نہیں ہے (اور) سر کے اور داڑھی اور چہرے کے بالوں کے علاوہ (سارے بدن میں لگانا حرام نہیں ہے اور جس کھانے میں خوشبو ظاہر ہو اس کو کھانا) حرام ہے (یا) جس کھانے میں (خوشبو کا رنگ) ظاہر ہو اس کو کھانا حرام ہے (یا) جس کھانے میں (خوشبو کی بو) ظاہر ہو اس کو کھانا (محرم پر حرام ہے جیسے گلاب کے پھول کے پانی کی بو) ظاہر ہو (اور زعفران کا رنگ) ظاہر ہو (اور اس کی) یعنی زعفران کی (لذت) ظاہر ہو (اور حلوے میں عنبر کی لذت) ظاہر ہو،

عنبر: ایک قسم کی خوشبو کا نام ہے (بیان اللسان ص۵۴۹)

(اور حلوے کے مانند) کسی چیز میں خوشبو کی بو ظاہر ہو اس کو کھانا محرم پر حرام ہے (اور پسینہ کی دوا اور سرمہ حرام ہے جبکہ دونوں خوشبودار ہوں) خوشبودار چیز جو پسینہ کی بدبو زائل کرتی ہے اسے العرق [دواء] کہتے ہیں، مصنفؒ نے زعفران میں لون اور طعم دونوں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ طعم کے بغیر صرف لون کا بقاء نقصان دہ نہ ہو گا جب کھانے میں دونوں بیک وقت پائے جائیں تو کھانے کی وجہ سے حرام ہو گا اور فدیہ واجب ہو گا (اور) ۵ محرمات میں سے (تیسری چیز) محرم پر چاہے محرمہ ہو (حرام ہے اپنے بال کو حلق کرنا اور اکھاڑنا اگرچہ اپنے سر) کے ایک بال کا بعض حصہ ہو (یا بغل کے) ایک بال کا بعض حصہ ہو (یا زیر ناف) کے ایک بال کا بعض حصہ ہو (یا مونچھ کے اور سارے جسم کے ایک بال کا بعض حصہ کم کرے) مطلب یہ ہیکہ جسم کے کسی بھی حصہ سے بال کو حلق کرے یا تقصیر کرے حرام ہے بشرطیکہ جان بوجھ کر کرے، حرمت سے واقف ہوتے ہوئے کرے، اختیار سے کرے اور احرام کی حالت یاد ہونے کی صورت میں کرے

(اور ناخن تراشنا) بھی محرم پر حرام ہے (اگرچہ ایک ناخن کا بعض حصہ) تراشے حرام ہے (جب محرم) یا محرمہ (خوشبو لگائے یا) کپڑا (پہنے یا ۳) یا زیادہ (بالوں کا حلق کرائے یا ۳) یا زیادہ (ناخنوں کو تراشے یا) محرم مرد شرمگاہ کے علاوہ حصہ میں شہوت سے مباشرت کرے یا سر اور داڑھی میں غیر خوشبودار (تیل لگائے تو محرم) یا محرمہ (پر بکری لازم ہو گی) وہ بکری جو قربانی میں کافی ہوتی ہے، [اس کے احکام ان شاء اللہ باب الاضحیہ میں آئیں گے] (اور اس فدیہ میں) یعنی مذکورہ کسی چیز پر عمل کرنے کی وجہ سے جو فدیہ لازم ہوتا ہے، اس میں (بکری ذبح کرنے کے درمیان) یعنی جو بکری لازم ہو گی اس کو ذبح کرنے کے درمیان (اور اس درمیان کہ ۳ صاع) اناج جو شہر میں زیادہ رائج ہو (جلالین ج ۱ ص ۲۹) (کھلایا جائے) اللہ نے فرمایا: **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضاً اَوْ بِهٖ اَذىً مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ** (سورۂ بقرہ ۱۹۶) ان میں سے (ہر مسکین کو نصف صاع اور ۳ روزے کے درمیان اختیار دیا گیا ہے) یعنی ان مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو کر لینے سے فدیہ ادا ہو گا، اگر ایک بال یا دو بال نکل جائیں یا ایک ناخن یا ۲ ناخن نکل جائیں تو ایک بال اور ایک ناخن نکلنے کی صورت میں ایک مد کھلایا جائے اور ۲ بال اور ۲ ناخن نکلنے کی صورت میں ۲ مد کھلایا جائے، ایک صاع یعنی تقریباً ۲ کلو ۴۰۰ گرام (الفقہ المنہجی ج ۱ ص ۲۳۱) [اور ایک مد یعنی: ۶۰۰ گرام]

(اگر محرم جانے کہ داڑھی میں کنگھی کرنے یا خلال کرنے سے بال اکھڑ جائیں گے تو اس طرح کرنا حرام ہے) اس لئے کہ یہ ایسا سبب ہے جو حرام امر کی طرف موصل ہوتا ہے، سر میں کنگھی کرنے کا حکم بھی مذکورہ حکم کی طرح ہو گا، اگر محرم کو کنگھی اور خلال کرنے سے بال اکھڑ جانے کا علم ویقین نہ ہو بلکہ گمان یا شک ہو تو کراہت ہو گی پھر اگر کنگھی یا خلال کرے اور بال اکھڑ جائے تو فدیہ لازم ہو گا اور کراہت ہو گی لیکن گنہگار نہ ہو گا (اگر محرم)

داڑھی کے بال میں (خلال کرے یا اپنا چہرہ دھوئے پھر) اس کے بعد (اپنی ہتھیلی میں) نکلا ہوا (بال دیکھے اور جانے کہ یہ بال چہرہ دھونے) کے وقت (یا) داڑھی میں (خلال کرنے کے وقت اس نے نکالا ہے تو اس پر فدیہ لازم ہوگا) سبب فدیہ پائے جانے کی بناء پر (اور اگر محرم جانے کہ) بغیر کسی فعل کے (خود بخود) بال (نکل گیا تھا یا محرم کو علم نہ ہو کہ خود بخود نکلا ہے یا محرم نے نکالا ہے تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی) شک ہونے کی وجہ سے اور اصل ذمہ سے بری ہونا ہے (اور اگر محرم کو بیماری) کی بناء پر (یا گرمی) کی بناء پر (یا جوں کی کثرت کی بناء پر بال حلق کرنے کی ضرورت ہو یا گرمی) کی بناء پر (یا سردی کی بناء پر سلا ہوا) کپڑا (پہننے کی ضرورت ہو یا) گرمی یا سردی کی بناء پر (سر ڈھانکنے کی ضرورت ہو تو اس کے لئے یہ) مذکورہ (چیز جائز ہے) اور گنہگار بھی نہ ہوگا (لیکن فدیہ دے گا) مطلب یہ ہیکہ فدیہ لازم ہوگا اور وہ ہے بکری جو قربانی میں کافی ہوتی ہے اور یہ فدیہ تخییری ہے جیسا کہ اوپر گزرا، اور اس کی دلیل وہی آیت ہے جو ما قبل میں مذکور ہے،

(اور) ۵ محرمات میں سے (چوتھی چیز) محرم پر (حرام ہے شرمگاہ میں) چاہے اگلی ہو یا پچھلی (ہمبستری کرنا) اللہ تعالی نے فرمایا: فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (سورۂ بقرہ ۱۹۷) (اور) حرام ہے (شرمگاہ کے علاوہ) جسم کے باقی (حصہ میں شہوت سے مباشرت کرنا جیسے بوسہ لینا اور گلے ملنا اور شہوت سے) ہاتھ کے ذریعہ (چھونا) مباشرت جماع کے لئے سبب بنتا ہے لہٰذا جب جماع حرام ہوا تو مباشرت بھی حرام ہوئی، بغیر شہوت کے چھوئے اگرچہ عمداً تو نہ حرام ہے اور نہ فدیہ ہے کوئی چیز نہیں (اگر محرم عمرہ میں عمرہ کے اعمال سے فارغ ہونے سے پہلے عمداً ہمبستری کرے یا حج میں تحلل اول سے پہلے) عمداً ہمبستری کرے اگرچہ حج قران ہو (تو محرم کا نسک) یعنی عمرہ یا حج جس میں اس نے ہمبستری کی (فاسد ہوگا اور اس پر اس کو پورا کرنا واجب ہوگا جیسا کہ اگر فاسد نہ ہوتا تو اسے پورا کیا

جاتا)اسی طرح فاسد ہونے کی صورت میں بھی پورا کرناواجب ہو گا،اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ(سورۂ بقرہ ۱۹۶)(اور فوراً قضاء) بھی(کرنا)واجب اس لئے کہ اس کا وقت اگرچہ موسع ہے لیکن شروع کرکے فاسد کرنے کی وجہ سے وقت تنگ ہوا لہٰذا فوراً قضاء واجب ہو گی(اگرچہ فاسد)یعنی عمرہ، یاحج جو فاسد ہوا اگرچہ (نفل ہو)اس لئے کہ نفل کو شروع کرنے کی وجہ سے وہ فرض کی طرح ہوا لہٰذا اس کو پورا کرناواجب ہوا اور فی الفور اس کی قضاء بھی واجب ہوئی، ہاں حج وعمرہ کے علاوہ کا نفل شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتا(اور) اس صورت میں (کفارہ) ہمبستری کرنے والے پر واجب ہو گا (وہ یہ ہے اونٹ) جس میں قربانی کے اوصاف ہوں(اگر)اس کو(نہ پائے تو گائے) جس میں قربانی کے اوصاف ہوں(اگر) گائے(نہ پائے تو ۷ بکریاں) جن میں قربانی کے اوصاف ہوں(اور اگر) ۷ بکریاں (نہ پائے تو دراہم سے بدنہ کی قیمت لگائے اور) ان (دراہم سے اناج خریدے) وہ اناج جو فطرہ میں کافی ہوتا ہے مطلب یہ ہیکہ بدنہ کی قیمت جتنے دراہم ہوسکتے ہیں اتنے دراہم سے اناج خریدے (اور اس اناج کو صدقہ کرے اگر) اناج (نہ پائے تو ہر مد کے بدلہ) ہر (ایک دن روزہ رکھے) مطلب یہ ہیکہ بدنہ کی قیمت لگانے کے بعد دراہم سے خریدا ہوا اناج جتنے مد ہو گا ان میں سے ہر ایک مد کے بدلہ ایک ایک دن روزہ رکھنا ہو گا،

موطوءۃ پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی البتہ وہ گنہگار ہو گی اگر اس پر راضی ہوئی ہو تو(اور) حج یا عمرہ فاسد کرنے والے پر (واجب ہے کہ) حج یا عمرہ کی (قضاء کا احرام اس جگہ سے باندھا جائے جس جگہ سے اداء) حج یا عمرہ (کا احرام باندھا تھا، اگر اداء کا احرام میقات سے پہلے باندھا تھا تو قضاء کا احرام میقات سے باندھے اور) محرم کے لئے (مستحب ہے کہ موطوءۃ) یعنی جس سے ہمبستری کی گئی اس (سے اس جگہ میں مفارقت کی جائے جس جگہ میں اس سے ہمبستری کی اگر محرم) حج یا عمرہ کی (قضاء کررہا ہو اور موطوءۃ محرم کے ساتھ ہو تو) مطلب یہ ہیکہ جس جگہ

میں ہمبستری کی گئی اس میں موطوءۃ کے ساتھ نہ چلے تاکہ وہ باتیں یاد آکر دوسری بار وہ عمل سرزد نہ ہو جائے (اور اگر محرم تحلل اول کے بعد ہمبستری کرے تو) اس کا حج یا عمرہ (فاسد نہ ہو گا) اس لئے کہ جماع نے احرام تام نہیں پایا کیونکہ اکثر اعمال سے فارغ ہو چکا ہے لہٰذا وطی مفسد نہ ہو گی بلکہ فدیہ واجب کرے گی،

(لیکن اس پر بکری) جس میں قربانی کے اوصاف ہوں لازم (ہو گی اور اگر محرم نے) احرام کو (بھولکر) ہمبستری کی یا حرمت سے ناواقفیت میں یا اس پر زبردستی کرنے کی صورت میں اس نے (ہمبستری کی تو اس پر کوئی چیز) لازم (نہیں اور محرم پر حرام ہے کہ نکاح کرے) مطلب یہ ہے کہ نکاح قبول کرے خود ہو کر یا وکیل بنا کر (یا کرائے) اس عورت کا جو اس کی ولایت میں ہے یا وکیل بنکر (اگر) نکاح (کرے) یا کرائے (تو عقد باطل ہو گا) آپ ﷺ نے فرمایا: محرم نہ نکاح کرے اور نہ کرائے (اور محرم کے لئے مکروہ ہے کہ عورت سے منگنی کرے) اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ منگنی حرمت کی طرف مؤدی ہو (اور) محرم کے لئے (یہ) بھی مکروہ ہے (کہ نکاح پر گواہ رہے) محرم کے لئے رجعت جائز ہے (اور) ۵ محرمات میں سے (پانچویں چیز یہ ہے کہ حرام ہے خشکی کی ہر ماکول چیز کا شکار یا) حرام ہے اس چیز کا شکار (جو ماکول اور غیر ماکول سے پیدا ہو) یہ حرمت تغلیباً ہے (اگر) شکار (محرم کے ہاتھ میں مر جائے یا) ہاتھ میں مر نہ جائے لیکن (شکار کو) اپنے ہاتھ سے (تلف کرے یا شکار کے جزء کو تلف کرے) جیسے اس کے ہاتھ کو تلف کرے (تو) ان تمام صورتوں میں (محرم پر جزاء لازم ہو گی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ** (سورۂ مائدہ ۹۵) اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہو گی جو کہ مساوی ہو گی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں ۲ معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں سے ہو بشرطیکہ

نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مسکین کو دیدیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جاویں تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے،

آگے مصنفؒ جزاء کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں: (اگر مقتول شکار کے لئے مثل ہو اونٹ، گائے اور بکریوں میں سے تو مقتول شکار کے مثل اونٹ، گائے اور بکریوں میں سے) اونٹ اگر شکار اونٹ کے مثل ہو گائے اگر شکار گائے کے مثل ہو بکری اگر شکار بکری کے مثل ہو (واجب ہو گا) اس فدیہ کے بارے میں اختیار ہے جس کو مصنفؒ آگے بیان فرمارہے ہیں کہ: (مثل کے) درمیان (اور مثل کی قیمت کا اناج) نکالنے (کے) درمیان (اور ہر مد کے بدلہ ایک دن روزہ کے درمیان اختیار دیا گیاہے) یعنی مثل کی قیمت کا اناج جتنے مد ہو گا ان میں سے ہر ایک مد کے بدلہ ہر دن روزہ رکھے (اور اگر مقتول شکار کے مثل) اونٹ، گائے اور بکریوں میں سے (نہ ہو تو قیمت واجب ہو گی) یعنی قیمت کا نکالنا واجب (مگر کبوتر اور وہ پرندہ ہو جو بغیر چوسے پانی پیئے اور کوکو کرے) یعنی کبوتر جیسی آواز نکالے، مطلب یہ ہیکہ مقتول شکار کبوتر اور وہ پرندہ ہو جو کبوتر کی طرح پانی پیئے اور کبوتر کی طرح کوکو کرے (تو) فدیہ میں (بکری) واجب (ہو گی) اس لئے کہ صحابہؓ نے کبوتر کے فدیہ میں بکری کا حکم دیا، اس لئے کہ کبوتر بکری کی طرح پانی پیتا ہے (پھر) قاتل کو اختیار دیا گیاہے کہ (اگر چاہے تو جس مقتول شکار کے مثل نہیں ہے اس) مقتول (کی قیمت سے اناج خریدے) وہ اناج جو فطرہ میں کافی ہوتا ہے (یا) مقتول شکار کی قیمت سے اگر اناج خریدتا تو کتنے مد ہوتا جتنے مد ہوتا ان میں سے (ہر مد کے بدلہ) ہر (ایک دن روزہ رکھے اور یہ سب کے سب) یعنی ۵ محرمات (مرد اور عورت) دونوں (پر حرام ہے مگر سلا ہوا کپڑا اتارنا اور سر کھلا رکھنا ان چیزوں کا وجوب مرد کے ساتھ خاص ہے لیکن عورت پر اپنا چہرہ کھلا رکھنا لازم ہے اگر عورت لوگوں سے پردہ کے ارادہ سے کھلے چہرہ پر کوئی چیز ڈالدے اس شرط

کے ساتھ کہ وہ) چہرہ پر ڈالی ہوئی (چیز عورت کے چہرہ کو نہ چھوئے) مطلب یہ ہیکہ اس طرح ڈالدے کہ چہرہ چھپ بھی جائے اور چہرہ سے وہ چیز دور رہے تو کوئی حرج نہیں (اگر وہ چیز عورت کے) چہرہ کو عورت کے (اختیار کے بغیر چھوئے تو نقصان دہ نہیں ہے) یعنی کوئی حرج نہیں، لیکن قدرت ہونے کی صورت میں اس کو فوراً اپنے چہرہ سے دور رکھے اگر قدرت کے باوجود عمداً دور نہ رکھے اور حرمت کو جانتی بھی ہو تو اس پر فدیہ لازم ہوگا (اور محرم کے لئے اپنا سر اور بدن اپنے ناخنوں سے کھجانا جائز ہے اس طریقہ پر کہ بال نہ نکلے اور محرم کے لئے) حاجت ہونے کی بناء پر (جوں مارنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے کہ محرم اپنے سر میں سے جوئیں نکالے اگر) اس کی وجہ سے (سر میں سے کوئی جوں مر جائے تو مستحب ہے کہ صدقہ کرے اگرچہ ایک لقمہ ہو) یہ صدقہ فدیہ میں دینا جوں کے قتل کی بناء پر نہیں ہے بلکہ ترفہ کی بناء پر ہے، ترفہ کے معنی ہے آرام لینا یعنی جوں سے جو تکلیف ہوتی تھی اس سے آرام ملا،

(فصل)

(اِذَا اَرَادَ دُخُوْلَ مَكَّةَ اغْتَسَلَ خَارِجَ مَكَّةَ بِنِيَّةِ دُخُوْلِ مَكَّةَ وَاَنْ يَدْخُلَهَا بِالنَّهَارِ وَاَنْ يَدْخُلَ مِنْ بَابِ الْمُعَلّٰى مِنْ ثَنِيَّةِ كَدَاءٍ مَاشِياً حَافِياً اِنْ لَّمْ يَخَفْ نَجَاسَةً وَلَا يُؤْذِىْ اَحَداً بِمُزَاحَمَةٍ وَلْيَمْضِ نَحْوَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاِذَا وَقَعَ بَصَرُهُ عَلَى الْبَيْتِ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَئِذٍ وَهُوَ يَرَاهُ مِنْ خَارِجِ الْمَسْجِدِ مِنْ مَوْضِعٍ يُقَالُ لَهُ رَاْسُ الرَّدْمِ فَهُنَاكَ يَقِفُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفاً وَتَكْرِيْماً وَتَعْظِيْماً وَمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهُ وَعَظَّمَهُ مِمَّنْ حَجَّهُ وَاعْتَمَرَهُ تَشْرِيْفاً وَتَكْرِيْماً وَتَعْظِيْماً وَبِرّاً اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَيَدْعُوْ بِمَا اَحَبَّ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ مِنْ بَابِ بَنِىْ شَيْبَةَ قَبْلَ اَنْ يَشْتَغِلَ بِحَطِّ رَحْلٍ وَكِرَاءِ مَنْزِلٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ بَلْ يَقِفُ بَعْضُ الرُّفْقَةِ عِنْدَ الْمَتَاعِ وَبَعْضُهُمْ يَاْتِى الْمَسْجِدَ بِالنَّوْبَةِ وَيَقْصِدُ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَيَدْنُوْ مِنْهُ بِشَرْطِ اَنْ لَا يُؤْذِىَ اَحَداً بِمُزَاحَمَةٍ فَيَسْتَقْبِلُهُ ثُمَّ يُقَبِّلُهُ بِلَا صَوْتٍ وَيَسْجُدُ عَلَيْهِ وَيُكَرِّرُ التَّقْبِيْلَ وَالسُّجُوْدَ عَلَيْهِ ثَلَاثاً وَمِنْ هُنَا يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ وَلَا يُلَبِّىْ فِىْ طَوَافٍ وَلَا سَعْىٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُمَا ثُمَّ يَضْطَبِعُ فَيَجْعَلُ وَسَطَ رِدَائِهِ تَحْتَ عَاتِقِهِ الْاَيْمَنِ وَيَطْرَحُ طَرَفَيْهِ عَلٰى

عَاتِقِهِ الْاَيْسَرِ وَيَتْرُكُ مَنْكِبَهُ الْاَيْمَنَ مَكْشُوفاً ثُمَّ يَشْرَعُ فِي الطَّوَافِ فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْبَيْتِ وَيَكُوْنُ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنْ جِهَةِ يَمِيْنِه وَالرُّكْنُ الْيَمَانِيُّ مِنْ جِهَةِ شِمَالِه وَيَتَاَخَّرُ عَنِ الْحَجَرِ قَلِيْلاً اِلٰى جِهَةِ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ فَيَنْوِي الطَّوَافَ لِلّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِه ثُمَّ يُقَبِّلُه وَيَسْجُدُ عَلَيْهِ ثَلَاثاً كَمَا تَقَدَّمَ وَيُكَبِّرُ ثَلَاثاً وَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِيْمَاناً بِكَ وَتَصْدِيْقاً بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَمْشِيْ اِلٰى جِهَةِ يَمِيْنِه مَارّاً عَلٰى جَمِيْعِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ بِجَمِيْعِ بَدَنِه وَهُوَ مُسْتَقْبِلُه فَاِذَا جَاوَزَهُ انْفَتَلَ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِه وَيَطُوْفُ وَيَقُوْلُ عِنْدَ الْبَابِ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَهٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاِذَا وَصَلَ اِلَى الرُّكْنِ الَّذِيْ عِنْدَ فَتْحَةِ الْحِجْرِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَ النِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَيَقُوْلُ قُبَالَةَ الْمِيْزَابِ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ فِيْ ظِلِّكَ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَاسْقِنِيْ بِكَاْسِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشْرَباً هَنِيْاً لَا اَظْمَأُ بَعْدَه اَبَداً وَيَقُوْلُ بَيْنَ الرُّكْنِ الثَّالِثِ وَالْيَمَانِيِّ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجّاً مَبْرُوْراً وَسَعْياً مَشْكُوْراً وَعَمَلاً مَقْبُوْلاً وَتِجَارَةً لَنْ تَبُوْرَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرُ فَاِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ لَمْ يُقَبِّلْهُ بَلْ يَسْتَلِمُه وَيُقَبِّلُ يَدَه بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَا يُقَبِّلُ شَيْئاً مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَلَا يَسْتَلِمُ شَيْئاً اِلَّا الْيَمَانِيَّ وَهُوَ الَّذِيْ قَبْلَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ ثُمَّ اِذَا وَصَلَ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَدْ كَمُلَتْ لَه طَوْفَةٌ يَفْعَلُ ذٰلِكَ سَبْعاً وَيُسَنُّ فِى الثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ مِنْهَا الْاِسْرَاعُ وَيُسَمَّى الرَّمَلَ وَاِنَّمَا يُشْرَعُ هُوَ وَالْاِضْطِبَاعُ فِيْ طَوَافٍ يَعْقُبُه سَعْيٌ فَاِنْ رَامَ السَّعْيَ عَقِبَ طَوَافِ الْقُدُوْمِ فَعَلَهُمَا وَاِنْ رَامَه عَقِبَ طَوَافِ الْاِفَاضَةِ اَخَّرَهُمَا اِلَيْهِ وَيَقُوْلُ فِيْ رَمَلِهٖ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجّاً مَبْرُوْراً وَسَعْياً مَشْكُوْراً وَذَنْباً مَغْفُوْراً وَاَنْ يَمْشِيَ عَلٰى مَهْلِه فِى الْاَرْبَعَةِ الْاَخِيْرَةِ وَيَقُوْلُ فِيْهَا: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَهُوَ فِى الْاَوْتَارِ اٰكَدُ وَيُقَبِّلُ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ فِيْ كُلِّ طَوْفَةٍ وَكَذَا يَسْتَلِمُ الْيَمَانِيَّ وَفِى الْاَوْتَارِ اٰكَدُ فَاِنْ عَجَزَ عَنْ تَقْبِيْلِه لِزَحْمَةٍ اَوْ خَافَ اَنْ يُؤْذِىَ النَّاسَ اسْتَلَمَه بِيَدِه وَقَبَّلَهَا فَاِنْ عَجَزَ اسْتَلَمَه بِعَصاً وَقَبَّلَهَا فَاِنْ عَجَزَ اَشَارَ اِلَيْهِ بِيَدِه) [وَهُنَا دَقِيْقَةٌ] وَهُوَ اَنَّ بِجِدَارِ الْبَيْتِ شَاذِرْوَاناً كَالصُّفَّةِ وَالزِّلَّاقَةِ وَهُوَ مِنَ الْبَيْتِ فَعِنْدَ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ يَكُوْنُ الرَّاْسُ فِيْ هَوَاءِ الشَّاذِرْوَانِ فَيَجِبُ اَنْ يُثَبِّتَ قَدَمَيْهِ

اِلٰی فَرَاغِہٖ مِنَ التَّقْبِیْلِ وَیَعْتَدِلَ قَائِماً ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِکَ یَمُرُّ فَاِنِ انْتَقَلَتْ قَدَمَاہُ اِلٰی جِھَۃِ الْبَابِ وَھُوَ مُتَطَامِنٌ فِی التَّقْبِیْلِ وَلَوْ قَدْرَ اُصْبُعٍ وَمَضٰی کَمَا ھُوَ لَمْ تَصِحَّ تِلْکَ الطَّوْفَۃُ فَالْاِحْتِیَاطُ اِذَا اعْتَدَلَ مِنَ التَّقْبِیْلِ اَنْ یَرْجِعَ اِلٰی جِھَۃِ یَسَارِہٖ وَھِیَ جِھَۃُ الرُّکْنِ الْیَمَانِیِّ قَدْرَ اَیَتَحَقَّقُ بِہٖ اَنَّہٗ کَمَا کَانَ قَبْلَ التَّقْبِیْلِ)

(فصل)

مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے مستحب چیزوں کے بیان میں

(جب مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو مکہ سے باہر مکہ میں داخل ہونے کی نیت سے غسل کرے) یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے (اور یہ کہ دن میں داخل ہو جائے) مسنون ہے، نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں اس لئے کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع میں دن میں داخل ہوئے اور فرمایا: مجھ سے مناسک لے لو (اور یہ کہ باب معلی سے ثنیہ کداء سے داخل ہو جائے) مسنون ہے (درانحالیکہ پیدل ننگے پیر ہو اگر نجاست کا اندیشہ نہ ہو اور کسی کو ایذاء نہ پہنچائے بھیڑ اور تنگی کر کے اور سب سے پہلے مسجد حرام کی طرف جائے)

(جب مکہ میں داخل ہونے والے کی نگاہ کعبہ پر پڑے تو وہ اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور مسجد حرام کے باہر سے کعبہ کو اس جگہ سے دیکھے جس کو راس الردم کہتے ہیں پھر وہاں کھڑا رہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور کہے: اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ الخ) [قالہ بن عمر رواہ عنہ البیھقی قال فی المجموع واسنادہ لیس بقوی] (اے اللہ! اس گھر کا شرف، عزت، عظمت اور وقار بڑھا، اور اس کی عزت و تعظیم کرنے والوں یعنی حج اور عمرہ کرنے والوں کا شرف، عزت، عظمت، طاعت و نیکی میں زیادتی کر، اے اللہ آپ ہی سلام ہے اور آپ ہی کی طرف سے سلامتی ہے، اے ہمارے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ باقی رکھ اور دینی و دنیوی امور سے متعلق جو سب سے زیادہ محبوب ہو وہ دعا مانگے پھر مسجد حرام میں باب بنی شیبہ سے داخل ہو سامان کی درستگی میں اور مکان کرایہ پر لینے اور ان کے

علاوہ) امور (میں مشغول ہونے سے پہلے بلکہ بعض ساتھی سامان کے پاس کھڑے رہیں اور بعض مسجد حرام میں آئیں باری باری اور) طواف کرے اور طواف کی ابتداء کے وقت (حجر اسود کا قصد کرے) یعنی اس کو چومے اور بوسہ لے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مکہ میں آئے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا (اور طواف کرنے والا حجر اسود سے قریب ہو جائے بشرطیکہ بھیڑ کرکے کسی کو تکلیف نہ دے اور حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو جائے) اور اس کو ہاتھ سے چھوئے اور (پھر اسے آواز کئے بغیر بوسہ لے اور اس پر سجدہ کرے اور اسے بار بار بوسہ لے اور ۳ بار حجر اسود پر سجدہ کرے) مطلب یہ ہیکہ ۳ بار بوسہ لے اور ۳ بار سجدہ کرے، سجدہ کرنے سے مراد: حجر اسود پر پیشانی رکھنا ہے، یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے (اور یہاں سے) یعنی حجر اسود کے سامنے (محرم تلبیہ کو بند کرے) اگرچہ طواف قدوم ہو (اور طواف) کے وقت تلبیہ نہ پڑھا جائے (اور سعی کے وقت تلبیہ نہ پڑھا جائے یہاں تک کہ دونوں سے فارغ ہو جائے پھر) حجر اسود کو بوسہ وغیرہ لینے کے بعد اتباع حدیث کی بنا پر (اضطباع کرے) آگے مصنفؒ اضطباع کی کیفیت بیان فرمارہے ہیں: (اس طرح کہ چادر کے درمیانی حصہ کو دائیں کندھے کے نیچے رکھے اور چادر کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالدے اور دایاں کندھا کھلا چھوڑے) یہ اضطباع اس طواف میں مخصوص ہے جس میں رمل ہو،

(پھر) اضطباع کے بعد (طواف شروع کرے اور) طواف کرنے والا (اس طرح کھڑا ہو جائے کہ کعبہ کی جانب رخ ہو اور حجر اسود اس کے دائیں جانب ہو اور رکن یمانی بائیں جانب ہو اور حجر اسود سے تھوڑا ہٹے رکن یمانی کی طرف) اس طرح کہ اس کا دایاں کندھا حجر اسود کے کنارے کی طرف ہو جائے (اور اللہ تعالیٰ کے لئے طواف کی نیت کرے پھر حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے چھوئے)

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں آنے کے وقت شروع طواف میں رکن اسود کا استلام کرتے ہوئے دیکھا،

(پھر اسے بوسہ لے اور اس پر ۳ بار سجدہ کرے) حضرت عمرؓ نے حجر اسود کا بوسہ لیا، سینہ سے لگایا اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ لیتے دیکھا نہ ہوتا تو میں بوسہ نہ لیتا اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو حجر اسود پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا،

(جیسا کہ اوپر گذر گیا) مطلب یہ ہیکہ تفصیل ماقبل میں مذکور ہے (اور ۳ بار تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے: **اللهم ایمانا بک الخ**، اے اللہ یہ کام میں آپ پر ایمان کی وجہ سے اور آپ کی کتاب کی تصدیق کی وجہ سے اور آپ کے عہد کو پورا کرنے کے لئے اور آپ کے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کی بناء پر کرتا ہوں، پھر داہنی طرف چلے درانحالیکہ گذرے پورے حجر اسود سے پورے جسم سے اور اس کا رخ قبلہ کی جانب ہو) یعنی حجر اسود سے دروازہ کی جانب طواف کرنا ہے تو طواف شروع کرتے وقت ایسا نہ ہو کہ بعض حصہ حجر اسود کے مقابل ہو اور بعض حجر اسود سے باہر دروازہ کی طرف ہو تو جسم کا اتنا حصہ حجر اسود کے سامنے سے نہیں گزرا تو طواف درست نہ ہوگا (جب حجر اسود سے آگے نکل جائے تو استقبال ترک کردے اور بیت اللہ کو بائیں طرف کرلے اور طواف شروع کرے اور دروازے کے پاس کہے: **اللهم ان هذا البيت الخ**، اے اللہ یہ گھر آپ کا گھر ہے، حرم آپ کا حرم ہے اور امن آپ کا امن ہے اور یہ آپ کی جہنم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے اور جب حجر کے کھلے حصہ کو پہنچے تو کہے **اللهم انی اعوذبک الخ**، اے اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں شک سے) امور دین میں، عبادت میں (شرک سے مخالفت سے نفاق اور بداخلاقی سے اور برے لوٹنے سے مال، اھل اور اولاد میں اور میزاب کے سامنے کہے: **اللهم أظلنی الخ**، اے اللہ

اپنے سایہ میں جگہ عطا فرما جس دن آپ کے سایہ کے علاوہ سایہ نہ ہو گا اور ہمارے آقا محمد ﷺ کے پیالہ سے خوشگوار مشروب پلا کہ اس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے)
(اور رکن ثالث اور یمانی کے درمیان کہے: **اللھم اجعلہ الخ**، اے اللہ میرے اس عمل کو حج مبرور بنا) یعنی اس میں گناہ نہ ہو اور نہ کوئی ایسا فعل جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو (اور اس کوشش کو قابل جزاء بنا اور عمل کو مقبول بنا اور میرے اس عمل کو نفع بخش تجارت بنا اے عزت وغلبہ والے اے کثیر المغفرت، پھر جب رکن یمانی کے پاس پہنچے تو اسے بوسہ نہ دے بلکہ چھوئے اور چھونے کے بعد اپنے ہاتھ کو بوسہ دے) بوسہ اس ہاتھ کو دینا ہے جس سے چھویا ہے، یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے، اگر چھونے سے عاجز ہو تو اشارہ کرے (اور کعبہ کے کسی جزء کو بوسہ لینا مطلوب نہیں سوائے حجر اسود کے) اس کو یا اس کے جزء کو بوسہ دے، اگر کعبہ کے کسی جزء کو بوسہ دے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ اچھا ہے (اور کعبہ کے کسی جزء کو نہ چھوئے مگر رکن یمانی) اس کو چھوئے (اور رکن یمانی وہ ہے جو حجر اسود سے پہلے ہے پھر جب حجر اسود کی طرف پہنچے تو اس کا ایک طواف مکمل ہو گا اس طرح ۷ طواف کرے اور ۷ میں سے پہلے ۳ میں تیز چلنا سنت ہے جس کو رمل کہتے ہیں) بقیہ ۴ چکر میں عام رفتار سے چلے، یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے (فتح الوھاب) رمل مرد کے لئے مستحب ہے اگرچہ بچہ ہو، عورت کے لئے مستحب نہیں ہے (مختصر مع شرح ھیتمی ج۲ص۲٤٥) قریب قریب قدم رکھتے ہوئے تیز رفتاری سے چلنا اور کندھوں کو ہلانا (منھج الطلاب مع حاشیۃ الجمل ج۲ص٤٣٩) اگر ابتدائی ۳ چکروں میں رمل کو چھوڑدے تو بقیہ ۴ چکروں میں اس کی قضاء نہ کرے اس لئے کہ شروع میں رمل کو چھوڑنے کی وجہ سے آخری ۴ چکروں کی چال تبدیل نہ ہو گی، (رمل اور اضطباع اس طواف میں مطلوب ہے جس کے بعد سعی ہو اگر طواف قدوم کے بعد سعی کا ارادہ ہو تو رمل اور اضطباع دونوں کرے) طواف افاضہ کے بعد

ان دونوں کو نہ کرے اس لئے کہ یہ ایسا طواف ہے جس کے بعد سعی نہیں ہے (اور اگر طواف افاضہ کے بعد سعی کی تاخیر کا قصد ہو تو رمل اور اضطباع دونوں کو طواف افاضہ تک مؤخر کرے اور) حاجی (اپنے رمل میں کہے: **اللھم اجعله** الخ اے اللہ میرے اس عمل کو حج مبرور بنا اور اس کوشش کو قابل جزاء بنا اور گناہوں کو مغفور بنا)

(اور اخیری ۴ چکروں میں اپنی عادت کے مطابق چلے اور ان میں کہے: **رب اغفر وارحم** الخ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما، اپنے بندے پر رحم فرما، میرے گناہ اور خطائیں جو آپ کے علم میں ہے معاف فرما آپ ہی غالب ہیں اور مکرم ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں حسنہ عطا فرما اور آخرت میں حسنہ) عطا فرما (اور آگ کے عذاب سے بچا)

(اور یہ) مذکورہ دعا (طاق عدد میں) پڑھنا (مؤکد ہے) مطلب اخیری ۴ میں سے پہلے اور تیسرے طواف میں (اور طواف کرنے والا حجر اسود کو) ہاتھ سے چھونے کے ساتھ ساتھ طواف میں سے (ہر طواف میں بوسہ) بھی (لے) حجر اسود پر پیشانی رکھنا بھی سنت ہے (اور اسی طرح رکن یمانی کو چھوئے) نہ بوسہ لے اور نہ اس پر پیشانی رکھے (اور طاق عدد میں) چھونا (مؤکد ہے) طاق عدد سے مراد: پہلا طواف، تیسرا، پانچواں اور ساتواں طواف (اگر حجر اسود کو بوسہ لینے سے عاجز ہو کثرت کی بناء پر یا خوف ہو کہ) بوسہ لینے کی وجہ سے (لوگوں کو تکلیف ہو گی) یا یہ خوف ہو کہ لوگوں سے اس کو تکلیف ہو گی (تو حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے چھوئے اور اس ہاتھ کو) جس سے چھویا ہے اسے (بوسہ لے اگر) ہاتھ کے ذریعہ چھونے سے (عاجز ہو تو لکڑی سے) یا اس کے مانند جیسے رومال سے (چھوئے اور اس لکڑی) وغیرہ (کو بوسہ لے) جس سے حجر اسود کو چھویا ہے (اور اگر) اس کے ذریعہ بھی چھونے سے (عاجز ہو تو حجر اسود کی طرف) اور اسی طرح رکن یمانی کی طرف (اپنے ہاتھ) سے یا اس کے مانند کسی چیز (سے اشارہ کرے) ہاتھ سے اشارہ کرنے سے مراد دائیں ہاتھ سے کرنا ہے

اگر اس سے نہ کرسکے تو بائیں ہاتھ سے کرے (تحفة الحبیب علی شرح الخطیب ج۲ص۳۸۱) جس ہاتھ سے اشارہ کرے اس ہاتھ کو بوسہ لے (اور یہاں) یعنی طواف میں (ایک دقیق مسئلہ ہے)،

(وہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی دیوار کے لئے شاذروان ہے چبوترہ اور پھسلن کی جگہ کے مانند یہ شاذروان بیت اللہ کا جزء ہے، حجر اسود کے بوسہ کے وقت سر شاذروان کی ہوا میں ہوتا ہے، بوسہ لینے والے پر واجب ہے کہ اس کے قدم تقبیل سے فارغ ہونے تک اپنے جگہ پر جمے رہے اور) واجب ہے کہ (قیام کی حالت میں سیدھا ہو جائے پھر اس کے بعد) طواف میں (چلے اگر اس کے قدم دروازہ کی طرف منتقل ہو جائے تقبیل کی حالت میں جھکے ہوئے اگرچہ انتقال ایک انگلی کے بقدر ہو اور اسی حال میں آگے بڑھ جائے تو یہ طواف درست نہ ہو گا لہٰذا تقبیل سے سیدھے ہونے کی حالت میں احتیاط یہ ہے کہ بائیں طرف لوٹ جائے "اور یہ رکن یمانی کی جہت ہے" اتنی مقدار کہ ذہن میں یہ آجائے کہ اب وہ وہیں ہے جہاں تقبیل سے پہلے تھا)

(وَوَاجِبَاتُ الطَّوَافِ: سَتْرُ الْعَوْرَةِ فَمَتٰى ظَهَرَ شَيْئٌ مِنْهَا وَلَوْ شَعْرَةً مِنْ شَعْرِ رَأْسِ الْمَرْأَةِ لَمْ تَصِحَّ وَطَهَارَةُ الْحَدَثِ وَالنَّجَسِ فِي الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ وَمَوْضِعِ الطَّوَافِ وَاَنْ يَّطُوْفَ دَاخِلَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاَنْ يَسْتَكْمِلَ سَبْعَ طَوْفَاتٍ وَاَنْ يَبْتَدِءَ طَوَافَه مِنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ كَمَا تَقَدَّمَ وَيَمُرَّ عَلَيْهِ بِكُلِّ بَدَنِه فَاِنْ بَدَاَ مِنْ غَيْرِه لَمْ يُعْتَدَّ بِذٰلِكَ اِلٰى اَنْ يَصِلَ اِلَيْهِ فَمِنْهُ ابْتِدَاءُ طَوَافِه وَاَنْ يَجْعَلَ الْبَيْتَ عَلٰى يَسَارِه وَاَنْ يَطُوْفَ خَارِجَ الْحِجْرِ وَلَا يَدْخُلُ مِنْ اِحْدٰى فَتْحَتَيْهِ وَيَخْرُجُ مِنَ الْاُخْرٰى وَاَنْ يَكُوْنَ كُلُّه خَارِجاً عَنْ كُلِّ الْبَيْتِ فَاِذَا طَافَ لَا يَجْعَلُ يَدَهُ فِيْ هَوَاءِ الشَّاذِرْوَانِ فَيَكُوْنُ مَا خَرَجَ بِكُلِّهِ عَنْ كُلِّ الْبَيْتِ وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ سُنَنٌ كَالرَّمَلِ وَالدُّعَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِمَّا تَقَدَّمَ ثُمَّ اِذَا فَرَغَ مِنَ الطَّوَافِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيُزِيْلُ هَيْئَةَ الْاِضْطِبَاعِ فِيْهِمَا وَيَقْرَأُ فِى الْاُوْلٰى بَعْدَ الْفَاتِحَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِى الثَّانِيَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ يَدْعُوْ خَلْفَ الْمَقَامِ

ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْ بَابِ الصَّفَا اِنْ اَرَادَ اَنْ يَسْعٰى الْاٰنَ وَلَه تَاْخِيْرُه اِلٰى بَعْدِ طَوَافِ الْاِفَاضَةِ)

مصنفؒ کیفیت طواف وغیرہ سے فارغ ہوئے اب آگے طواف کے واجبات بیان فرمارہے ہیں:(اور طواف کے واجبات) یہ ہیں (۱)(ستر چھپانا) مرد کا ستر ناف اور گھٹنہ کے درمیان کا حصہ ہے اور عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا پورا بدن ستر ہے (حاشیۂ شروانی فی تحفه ج ٤ ص ٧٢) واجبات سے مراد شرائط ہیں اس لئے کہ یہ ذکر کردہ چیزیں شرائط ہیں،

اعتراض اور جواب

اعتراض: مصنفؒ نے جو لفظ واجبات ذکر فرمایا ہے اس سے مراد شرائط ہیں کیونکہ ذکر کردہ سب چیزیں شروط ہیں پھر لفظ واجبات کے بجائے لفظ شروط کیوں نہیں ذکر فرمایا؟

جواب: شروط اور واجب دونوں مشترک ہیں اس اعتبار سے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا پایا جانا ضروری ہے اس بنیاد پر شرط واجب میں داخل ہے اور واجب شرط میں داخل ہے اس لئے مصنفؒ نے لفظ شروط کے بجائے لفظ واجبات ذکر فرمایا،

(ستر میں سے جب کوئی چیز ظاہر ہو جائے اگرچہ عورت کے سر کا ایک بال تو) یہ طوفہ یعنی ایک چکر (صحیح نہ ہوگا) لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ عمداً ہو اگر بھولے سے ستر دکھائی دے اور فوراً چھپائے تو صحیح ہوگا، (۲)(حدث سے) چاہے اصغر ہو یا اکبر (پاک ہونا) جس طرح نماز کے لئے حدث سے پاکی شرط ہے اسی طرح طواف کے لئے بھی شرط ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف نماز ہے،

(اور بدن اور کپڑے اور طواف کی جگہ کا نجاست سے) پاک ہونا (۳)(اور یہ) واجب ہے (کہ مسجد حرام میں داخل ہو کر طواف کرے) اگرچہ کشادہ ہو، اگر مسجد حرام کے چھت پر طواف کرے تو بھی صحیح ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں مسجد حرام کے اندر طواف کرنا صادق آتا ہے، (۴)(اور یہ) واجب ہے (کہ) بالیقین (۷ چکر مکمل کرے) یہ اتباع حدیث

کی وجہ سے ہے(تحفة المحتاج ج٤ص ٨١) اگر کچھ چھوٹ جائے تو کافی نہ ہو گا(۵)(اور یہ)واجب ہے(کہ طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرے جیسا کہ گزر گیا) آپ ﷺ نے اپنے طواف کی ابتداء حجر اسود سے کی(اور اس کا پورا بدن)یعنی مکمل بایاں حصہ (حجر اسود کے مقابل ہو کر گزرے اگر طواف کی ابتداء حجر اسود کے علاوہ سے کرے تو یہ طواف شمار نہ ہو گا) اس لئے کہ شرط فوت ہوئی (یہاں تک کہ وہ حجر اسود کے پاس پہنچے اور پھر وہاں سے اپنے طواف کی ابتداء کرے)مطلب یہ ہیکہ پھر طواف شمار ہو گا اس لئے کہ شرط پائی گئی (۶)(اور یہ)واجب ہے (کہ) طواف کے وقت (بیت اللہ طائف کے بائیں جانب ہو) اگر دائیں جانب ہو تو طواف صحیح نہ ہو گا،(۷)(اور حجر)یعنی حطیم (کے باہر سے طواف کرے، اور حجر کی ایک کھلی جگہ سے داخل ہو کر دوسری کھلی جگہ سے نہ نکلے) اس صورت میں بیت اللہ میں طواف ہو گا، اس لئے کہ حجر بیت اللہ کا حصہ ہے(اور طائف کا ہر ہر جزء بیت اللہ کے ہر ہر جزء سے خارج ہو لہٰذا طواف کرنے والا اپنا ہاتھ شاذروان کی ہوا میں نہ کرے اگر ایسا کیا تو اس صورت میں طائف کا ہر حصہ بیت اللہ کے ہر حصہ سے باہر نہ ہوا) بلکہ اس کا ہاتھ بیت اللہ میں ہوا،

اور ان واجبات کے علاوہ چیزیں سنن ہیں جیسے رمل، دعا اور ان کے علاوہ جو پہلے گزریں ان کے ترک سے کچھ واجب نہ ہو گا جب کہ حج فاسد نہ ہو اور اگر حج فاسد ہو جائے تو قضاء میں وہ تمام چیزیں واجب ہوں گی جو فاسد میں مطلوب تھیں اگرچہ وہ مطلوب مندوب ہو،

(پھر جب طواف سے فارغ ہو جائے تو مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی سنت ۲ رکعت نماز پڑھے) مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی سنت ۲ رکعت ادا کرنا افضل ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ جب طواف سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے مقام کے پیچھے ۲ رکعت نماز ادا کی(اور طواف کی سنت ۲ رکعت ادا کرنے کے ارادہ کے وقت اضطباع کی ہیئت ختم

کردے) مطلب یہ ہیکہ طواف سے فارغ ہونے پر اضطباع کی ہیئت زائل کردے (اور)
مذکورہ ۲ رکعتوں میں سے (پہلی) رکعت (میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یأیها الکفرون اور
دوسری) رکعت (میں قل هو الله أحد پڑھے) یہ اتباعِ حدیث کی وجہ سے ہے (پھر مقام
ابراہیم کے پیچھے) جس جگہ نماز پڑھی تھی اس جگہ (دعا کرے) اگر مقام ابراہیم کے پیچھے
نماز نہ پڑھی ہو تو حجر میں دعا کرنا افضل ہے (پھر) نماز اور دعا کے بعد بیت اللہ کی طرف
(لوٹے اور حجر اسود کو چومے) اور اس پر سجدہ بھی کرے پھر ملتزم کے پاس آئے اور جو دعا
چاہے وہ مانگے (پھر) اس کے بعد (اگر ارادہ ہو اس وقت سعی کرنے کا) یعنی اس طواف کے
بعد (تو باب صفا سے نکلے اور سعی کو طواف افاضہ کے بعد تک مؤخر کرنا جائز ہے)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی

(فَيَبْدَأ بِالصَّفَا فَيَرْقَى عَلَيْهَا الرَّجُلُ قَدْرَ قَامَةٍ حَتّٰى يَرَى الْبَيْتَ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ
فَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِيْکَ لَه لَهُ الْمُلْکُ
وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه
لَا شَرِيْکَ لَه اَنْجَزَ وَعْدَه وَنَصَرَ عَبْدَه وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ يَدْعُوْ بِمَا اَحَبَّ ثُمَّ يُعِيْدُ
هٰذَا الذِّكْرَ كُلَّه وَالدُّعَاءَ ثَانِياً وَثَالِثاً ثُمَّ يَنْزِلُ مِنَ الصَّفَا فَيَمْشِىْ عَلٰى هِيْنَتِه حَتّٰى
يَبْقٰى بَيْنَه وَبَيْنَ الْمِيْلِ الْاَخْضَرِ الْمُعَلَّقِ بِرُكْنِ الْمَسْجِدِ عَلٰى يَسَارِه قَدْرَ سِتَّةِ
اَذْرُعٍ فَحِيْنَئِذٍ يَسْعٰى سَعْياً شَدِيْداً حَتّٰى يَتَوَسَّطَ بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ اللَّذَيْنِ
اَحَدُهُمَا فِىْ رُكْنِ الْمَسْجِدِ وَالْاٰخَرُ مُتَّصِل بِدَارِ الْعَبَّاسِ فَحِيْنَئِذٍ يَتْرُکُ السَّعْىَ
الشَّدِيْدَ وَيَمْشِىْ عَلٰى هِيْنَتِه حَتّٰى يَاْتِىَ الْمَرْوَةَ فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا وَيَاْتِىْ بِالذِّكْرِ الَّذِىْ
قِيْلَ عَلَى الصَّفَا وَالدُّعَاءِ فَهٰذِه مَرَّة ثُمَّ يَنْزِلُ فَيَمْشِىْ فِىْ مَوْضِعِ مَشْيِه وَيَسْعٰى فِىْ
مَوْضِعِ سَعْيِه اِلَى الصَّفَا فَهٰذِه مَرَّتَانِ فَيُعِيْدُ الذِّكْرَ وَالدُّعَاءَ ثُمَّ يَذْهَبُ اِلَى الْمَرْوَةِ
فَهٰذِه ثَلَاثَة يَفْعَلُ ذٰلِکَ حَتّٰى تَكْمُلَ سَبْعاً يَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ)

جس شخص کا سعی کا ارادہ ہو وہ (سعی کی ابتداء کرے صفا سے صفا پر ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی مقدار مرد چڑھے) نہ کہ عورت اس لئے کہ چڑھتے وقت بسا اوقات عورت کا ستر ظاہر ہو جاتا ہے (تا کہ باب الصفا سے کعبہ کو دیکھے) مطلب یہ ہیکہ ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی مقدار صفا پر چڑھنے کے بعد کعبہ دکھائی دیتا ہے لہٰذا ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی مقدار صفا پر چڑھے تا کہ کعبہ دکھائی دے (پھر) جو شخص سعی کا ارادہ رکھتا ہو وہ (قبلہ کی طرف رخ کرے اور تہلیل اور تکبیر پڑھے اور کہے **لا الہ لا اللہ الخ**) یہ آخر تک کلمات تہلیل کے ہیں (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی جلاتا اور مارتا ہے، اس کے ہاتھ میں ہر خیر ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی تنہا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی نصرت کی، تنہا لشکروں کو شکست دی، اللہ ہی معبود ہے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں اپنی عبادت کو اس کے ساتھ خاص کرتے ہیں اگر چہ کافر لوگ اس کو ناپسند کریں)

تکبیر میں یہ کہے: **اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی مَا ھَدَانَا وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی مَاأَوْ لَانَا**، میں اللہ اکبر کہتا ہوں ایمان واسلام کی ہدایت دینے پر اور الحمد للہ کہتا ہوں بڑی بڑی نعمتوں اور عام احسانات پر (پھر) تہلیل اور تکبیر سے فراغت کے بعد دینی اور دنیوی امور سے متعلق (جو دعا چاہے مانگے پھر) دعا کے بعد (اس مکمل ذکر) یعنی مکمل تہلیل اور تکبیر کو دوسری اور تیسری بار (اور دعا کو) بھی (دوسری اور تیسری بار لوٹایا جائے) یعنی پڑھا جائے یہ مستحب ہے اتباعِ حدیث کی وجہ سے (پھر) ۳ مرتبہ ذکر اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد (صفا سے اترے اور اپنی عادت کے مطابق چلے یہاں تک کہ اس کے اور میل اخضر "جو رکن مسجد سے لگا ہوا ہے اس کے بائیں جانب" کے درمیان ۶ ذراع رہ جائے تو شدید سعی کرے یہاں تک کہ میلین اخضرین کے بیچ میں پہنچ جائے جن میں سے ایک تو رکن مسجد میں ہے اور دوسرا دار

عباس سے ملا ہوا ہے) جو مروہ جانے والے کے بائیں جانب پڑتا ہے (تو اس وقت سعی شدید کو ترک کر دے اور اپنی عادت کے مطابق چلے یہاں تک کہ مروہ پہنچے پھر اس پر چڑھے اور وہ اذکار اور دعائیں پڑھے جو صفا پر پڑھے تھے یہ ایک بار ہوا پھر) ذکر و دعا کے بعد (مروہ سے اترے اور چلنے کی جگہ میں چلے اور سعی کے مقام میں سعی کرے صفا تک یہ دو مرتبہ ہوا پھر) صفا پہنچنے کے بعد (ذکر و دعا کرے پھر مروہ کی جانب جائے یہ ۳ ہوئے) سات میں سے (اور یہ کرتا رہے) یعنی مقام مشی میں مشی اور مقام سعی میں سعی ذکر و دعا کے تکرار کے ساتھ (یہاں تک کہ ۷ کا عدد پورا ہو جائے تو اس صورت میں ساتویں کا اختتام مروہ پر ہو گا)

(وَوَاجِبَاتُ السَّعْيِ اَرْبَعَة: اَحَدُهَا اَنْ يَبْدَأَ بِالصَّفَا فَلَوْ بَدَأَ بِالْمَرْوَةِ اِلَى الصَّفَا لَمْ تُحْسَبْ هٰذِهِ الْمَرَّةُ وَحِيْنَئِذٍ ابْتَدَأَ السَّعْيَ اَلثَّانِيْ قَطْعُ جَمِيْعِ الْمَسَافَةِ فَلَوْ تَرَكَ شِبْراً اَوْ اَقَلَّ مِنْهُ لَمْ يَصِحَّ فَيَجِبُ اَنْ يُلْصِقَ عَقِبَهٗ بِحَائِطِ الصَّفَا فَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْمَرْوَةِ اَلْصَقَ رُءُوْسَ الْاَصَابِعِ بِحَائِطِ الْمَرْوَةِ ثُمَّ اِذَا ابْتَدَأَ الثَّانِيَةَ اَلْصَقَ عَقِبَهٗ بِحَائِطِ الْمَرْوَةِ وَرُءُوْسَ اَصَابِعِهٖ بِحَائِطِ الصَّفَا وَهٰكَذَا اَبَداً اَيْ يُلْصِقُ عَقِبَهٗ بِمَا يَذْهَبُ مِنْهُ وَرُءُوْسَ اَصَابِعِهٖ بِمَا يَذْهَبُ اِلَيْهِ اَلثَّالِثُ اسْتِكْمَالُ سَبْعِ مَرَّاتٍ يَحْسِبُ ذِهَابَهٗ مِنَ الصَّفَا اِلَى الْمَرْوَةِ مَرَّةً وَمِنَ الْمَرْوَةِ اِلَى الصَّفَا مَرَّةً وَهٰكَذَا كَمَا تَقَدَّمَ فَلَوْ شَكَّ فِيْهِ اَوْ فِيْ اَعْدَادِ الطَّوَافَاتِ اَخَذَ بِالْاَقَلِّ وَكَمَّلَ اَلرَّابِعُ اَنْ يَسْعٰى بَعْدَ طَوَافِ الْاِفَاضَةِ اَوِ الْقُدُوْمِ بِشَرْطِ اَنْ لَا يَفْصِلَ بَيْنَهُمَا الْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ)

(اور سعی کے واجبات ۴ ہیں ان میں سے پہلا) واجب (یہ ہے کہ صفا سے ابتداء کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: ابتداء کرو اس سے جس سے اللہ نے ابتداء کی ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالی نے صفا سے ابتداء کی ہے فرماتے ہیں: اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ الله (سورۂ بقرہ ۱۵۸) یہ آیت دلالت کرتی ہے مدعی پر اور وہ ہے: صفا سے ابتداء کرنا اور یہ ہی مراد ہے آپ ﷺ کے اس قول: "ابدؤا بما بدا الله به" سے،

(اگر مروہ سے ابتداء کی صفا کی طرف) رخ کرتے ہوئے (تو یہ طواف شمار نہ ہو گا) اس لئے کہ شرط مفقود ہونے کی بناء پر اس کا یہ فعل لغو ہوا (لہٰذا صفا کی طرف پہنچے تو سعی کی ابتداء

کرے) سعی کے چار واجبات میں سے (دوسرا) واجب (پوری مسافت کو قطع کرنا ہے) یعنی صفا سے ابتداء ہو اور مروہ پر ختم ہو (اگر ایک بالشت کی مقدار) مسافت سعی کو چھوڑے (یا ایک بالشت کی مقدار سے کم مقدار) مسافت سعی کو (چھوڑے تو) سعی (صحیح نہ ہوگی) اس لئے کہ مکمل مسافت قطع نہیں ہوئی (اور) سعی کرنے والے پر (واجب ہے کہ) صفا سے مروہ جاتے وقت (اپنی ایڑی صفا کے دیوار کو لگائے پھر جب مروہ کے پاس پہنچے تو مروہ کی دیوار کو) دونوں پاؤں کی (انگلیوں کے سرے لگائے پھر جب) سعی کے (دوسرے چکر کی ابتداء کرے) صفا کی طرف جانے کے لئے (تو اپنی ایڑی مروہ کے دیوار کو لگائے، اور پاؤں کی انگلیوں کے سرے صفا کے دیوار کو) لگائے (اسی طرح ہمیشہ) کرے یعنی تیسرے چکر سے لیکر ساتویں چکر تک اسی طرح کرے (یعنی جہاں سے جارہا ہے اس کو ایڑی اور جس طرف جارہا ہے اس کو پاؤں کی انگلیوں کے سرے لگائے) یہ اس شخص کے حق میں ہے جو اوپر نہ چڑھے ورنہ الصاق [ایڑی اور انگلیوں کے سرے لگانے] کی ضرورت نہیں اس لئے کہ چڑھنے میں الصاق ہوتا ہے بلکہ زیادہ اور اکمل ہوتا ہے (تیسرا) واجب (سعی کا ۷ مرتبہ یقینی ہونا ہے، صفا سے مروہ کی طرف جانا ایک مرتبہ شمار ہوگا اور مروہ سے صفا کی طرف) جانا (ایک مرتبہ) شمار ہوگا (اور اسی طرح) یعنی بقیہ تعداد کو بھی اسی طرح شمار کرے (جیسا کہ گزر گیا اگر سعی کی تعداد میں) شک ہو جائے (یا طواف کی تعداد میں) شک ہو جائے (تو کم پر اکتفاء کرے اور باقی کو پورا کرے) مثلاً شک ہو جائے کہ ٦ ہوئے یا ۷ تو ٦ سمجھ کر باقی ایک پورا کرے تاکہ بالیقین ۷ ہو جائیں اور اگر طواف سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو جائے تو نقصان دہ نہ ہوگا (حاشیہ عبادی فی تحفہ ج ٤ ص ٨١) [اسی طرح سعی کے بعد شک ہو جائے تو نقصان دہ نہ ہوگا] (چوتھا) واجب (یہ ہے کہ طواف افاضہ) کے بعد (یا طواف قدوم کے بعد سعی کرے بشرطیکہ طواف قدوم اور سعی کے درمیان عرفہ میں ٹھہرنے سے فاصلہ نہ ہو) عرفہ میں ٹھہرے بغیر فاصلہ نقصان دہ نہ ہوگا،

مصنف رحمہ اللہ سعی کے واجبات سے فارغ ہوئے اب آگے سعی کی سنتیں بیان فرمارہے ہیں:

(وَسُنَنُه مَا تَقَدَّمَ وَ اَنْ یَکُوْنَ عَلٰی طَهَارَةٍ وَسِتَارَةٍ وَیَقُوْلَ بَیْنَهُمَا : رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَلَوْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ اَفْضَلُ وَلَا یُنْدَبُ تَکْرَارُ السَّعْیِ فَاِذَا کَانَ سَابِعُ ذِی الْحِجَّةِ نُدِبَ لِلْاِمَامِ اَنْ یَّخْطُبَ خُطْبَةً وَّاحِدَةً بَعْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِمَکَّةَ یُعَلِّمُهُمْ فِیْهَا مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ مِنَ الْمَنَاسِکِ وَیَاْمُرُهُمْ بِالْخُرُوْجِ اِلٰی مِنًی مِنَ الْغَدِ ثُمَّ یَخْرُجُ یَوْمَ الثَّامِنِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ اِلٰی مِنًی فَیُصَلِّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِمِنًی وَیَبِیْتُ بِهَا وَیُصَلِّی الصُّبْحَ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی جَبَلٍ بِمِنًی یُسَمّٰی ثَبِیْرًا سَارَ اِلَی الْمَوْقِفِ وَهٰذَا الْمَبِیْتُ بِمِنًی وَالْاِقَامَةُ بِهَا اِلٰی هٰذَا الْوَقْتِ سُنَّةٌ قَدْ تَرَکَهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَاِنَّهُمْ یَاْتُوْنَ الْمَوْقِفَ سَحَرًا بِالشَّمْعِ الْمُوْقَدِ وَهٰذَا الْاِیْقَادُ بِدْعَةٌ قَبِیْحَةٌ وَیَقُوْلُ فِیْ مَسِیْرِه : اَللّٰهُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّهْتُ وَلِوَجْهِکَ الْکَرِیْمِ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِیْ وَلَا تُخَیِّبْنِیْ وَیُکْثِرُ التَّلْبِیَةَ وَالذِّکْرَ وَالدُّعَاءَ وَالصَّلَاةَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا وَصَلُوْا اِلٰی مَوْضِعٍ یُسَمّٰی نَمِرَةَ قَبْلَ دُخُوْلِ عَرَفَةَ نَزَلُوْا هُنَاکَ وَلَا یَدْخُلُوْنَ حِیْنَئِذٍ عَرَفَةَ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَالسُّنَّةُ اَنْ یَخْطُبَ الْاِمَامُ خُطْبَتَیْنِ قَبْلَ الصَّلَاةِ ثُمَّ یُصَلِّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمْعًا وَهِیَ سُنَّةٌ قَلَّ مَنْ یَفْعَلُهَا اَیْضًا ثُمَّ یَدْخُلُوْنَ عَرَفَةَ بَعْدَ اَنْ یَغْتَسِلُوْا لِلْوُقُوْفِ مُلَبِّیْنَ خَاضِعِیْنَ وَیُنْدَبُ اَنْ یَقِفَ بَارِزًا لِلشَّمْسِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَاضِرَ الْقَلْبِ فَارِغًا مِنَ الدُّنْیَا وَیُکْثِرُ التَّلْبِیَةَ وَالصَّلَاةَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاِسْتِغْفَارَ وَالدُّعَاءَ وَالْبُکَاءَ فَثَمَّ تُسْکَبُ الْعَبَرَاتُ وَتُقَالُ الْعَثَرَاتُ وَلْیَکُنْ اَکْثَرَ قَوْلِه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِیْکَ لَه لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَلْیَدْعُ لِاَهْلِه وَاَصْحَابِه وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَیُنْدَبُ اَنْ یَقِفَ عِنْدَ الصَّخَرَاتِ الْکِبَارِ الْمَفْرُوْشَةِ اَسْفَلَ جَبَلِ الرَّحْمَةِ وَاَمَّا الصُّعُوْدُ اِلٰی جَبَلِ الرَّحْمَةِ الَّذِیْ فِیْ وَسَطِ عَرَفَةَ فَلَیْسَ فِیْ طُلُوْعِه فَضِیْلَةٌ زَائِدَةٌ فَالْوُقُوْفُ صَحِیْحٌ فِیْ جَمِیْعِ تِلْکَ الْاَرْضِ الْمُتَّسِعَةِ وَذٰلِکَ الْجَبَلُ جُزْءٌ مِنْهَا هُوَ وَغَیْرُه سَوَاءٌ وَالْوُقُوْفُ عِنْدَ الصَّخَرَاتِ اَفْضَلُ وَالْاَفْضَلُ اَنْ یَکُوْنَ رَاکِبًا مُفْطِرًا وَالْاَفْضَلُ لِلْمَرْاَةِ الْجُلُوْسُ فِیْ حَاشِیَةِ النَّاسِ)

(سعی کی سنتیں ماقبل میں گزر چکیں اور) مزید سنتیں یہ ہیں وہ (یہ ہے کہ سعی طہارت اور ستر چھپانے کی حالت میں ہو) جس وقت حضرت عائشہؓ کو حیض آیا اس وقت آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تو وہ کر جو حاجی کرتا ہے سوائے طواف کے اس میں فقط طواف سے روکا گیا ہے معلوم ہوا کہ سعی اس میں داخل نہیں ہے (اور) یہ سنت ہے کہ (صفا اور مروہ کے درمیان) سعی کے وقت (کہے رب اغفر وارحم الخ، اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما اور معاف فرما ان گناہوں کو جو آپ کے علم میں ہیں بیشک تو ہی معزز اور مکرم ہے، اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچایئے) (ترجمۂ قرآن) (اور اگر) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے وقت (قرآن پڑھے تو افضل ہے) قرآن پڑھنا اس ذکر سے افضل ہے جو وارد نہیں ہے، جو ذکر سعی کے وقت وارد ہے وہ تلاوت قرآن سے افضل ہے (اور) جب طواف قدوم کے بعد سعی کرے تو (سعی کو لوٹانا مستحب نہیں ہے) اس لئے کہ سعی عبادات مستقلہ میں سے ہے جس کو لوٹانا مشروع نہیں ہے اور یہ عرفہ میں وقوف کی طرح ہے یعنی جس طرح اس میں رکن پر اقتصار کیا گیا ہے اسی طرح سعی میں اقتصار کیا گیا ہے اس کے برخلاف طواف حج اور عمرہ کے علاوہ میں بھی مشروع ہے (جب ۷ ذی الحجہ ہو تو امام کے لئے مستحب ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد مکہ میں کعبہ کے پاس ایک خطبہ دے جس میں لوگوں کے سامنے پیش آنے والے مناسک کو بیان کرے اور امام لوگوں کو اگلے دن منی کی طرف نکلنے کا حکم دے پھر ۸ ذی الحجہ کو صبح کی نماز کے بعد لوگوں کے ساتھ منیٰ کی طرف نکلے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء منیٰ میں پڑھے) یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے (اور منی میں رات گزارے اور صبح کی نماز پڑھے پھر جب آفتاب منی کے پہاڑ "جس کا نام ثبیر ہے وہاں" سے نکلے تو موقف کی طرف جائے) اور طریق ضب سے جانا مسنون ہے اور مزدلفہ کی طرف

لوٹتے وقت طریق مازمین سے لوٹے (اور منی میں رات گزارنا اور منی میں اقامت مسنون ہے بہت سے لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے یہ لوگ موقف میں سحر کے وقت جلتی شمع لے کر آتے ہیں یہ شمع کا جلانا قبیح بدعت ہے) اس میں یہود کے ساتھ تشبہ ہے، ۹ سے ایک دو دن پہلے جانے کی عادت بھی بدعت ہے (اور جاتے ہوئے یہ کہنا سنت ہے: **اللهم اليک الخ** اے اللہ میں آپ ہی کی طرف متوجہ ہوں اور آپ کی رضا کا ہی طالب ہوں، میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور حج کو قبول کر لیجئے، مجھ پر رحم کیجئے مجھے نامراد نہ کیجئے اور) اس سفر میں (تلبیہ، ذکر، دعا اور درود کی کثرت کرے پھر جب نمرہ نامی جگہ پر پہنچے عرفہ میں داخل ہونے سے پہلے) نمرہ کا بعض حصہ عرفہ کا جزء ہے اور بعض عرفہ کا جزء نہیں (تو وہاں ٹھہرے) زوال تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں (اور اس وقت عرفہ میں داخل نہ ہو، پھر جب زوال ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ امام ۲ خطبے دے نماز سے پہلے) ان میں آگے آنے والے مناسک سکھائے مثلاً وقوف کی کیفیت اور آداب، مزدلفہ کی طرف نکلنے کا وقت وغیرہ (پھر ظہر اور عصر کو وقت ظہر میں جمع کرے اور یہ سنت ہے اس کے کرنے والے بھی کم ہیں پھر) یعنی نمرہ میں مذکورہ صورت میں نزول کے بعد (عرفہ میں داخل ہو وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنے کے بعد تلبیہ پڑھتے ہوئے، عاجزی کرتے ہوئے اور مندوب ہے کہ) عرفہ میں (دھوپ میں رہے) خیمہ وغیرہ کے سایہ میں نہ رہے (قبلہ کا رخ کرے، قلب کو حاضر رکھے اور دنیوی تعلقات سے فارغ رکھے اور تلبیہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، استغفار، دعا اور بکاء) رونے (کی کثرت کرے یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں اور معاصی کو مٹایا جاتا ہے اور کثرت سے یہ کہے: **لا اله الا الله وحده الخ** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اپنے اہل، ساتھیوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور مندوب ہے کہ

ٹھہرے بڑے پتھروں کے پاس جو جبل رحمت کے نیچے بچھے ہوئے ہیں اور بہر حال جبل رحمت پر چڑھنا جو عرفہ کے بیچ میں ہے تو اس میں کوئی زیادہ فضیلت نہیں اور اس پوری وسیع جگہ میں وقوف صحیح ہے اور یہ پہاڑ عرفہ کا جزء ہے اور جبل رحمت اور دوسری جگہیں) عرفہ کی صحت وقوف میں (یکساں ہیں اور بڑے پتھر کے پاس وقوف افضل ہے اور افضل یہ ہے کہ سوار ہو اور حالت افطار میں ہو) یعنی روزہ دار نہ ہو (اور عورتوں کے لئے افضل یہ ہے کہ مردوں سے علیحدہ بیٹھے) اختلاط نہ کرے،

(وَوَاجِبَاتُ الْوُقُوْفِ حُضُوْرُ جُزْءٍ مِنْ عَرَفَاتٍ عَاقِلاً وَوَقْتُه مِنَ الزَّوَالِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ الثَّانِىْ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَمَنْ حَضَرَ بِعَرَفَةَ فِىْ شَيْئٍ مِنْ هٰذَا الْوَقْتِ وَهُوَ عَاقِلٌ وَلَوْ مَارّاً فِىْ لَحْظَةٍ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ وَمَنْ فَاتَه ذٰلِكَ اَوْ وَقَفَ مُغْمىً عَلَيْهِ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ فَيَتَحَلَّلُ بِفِعْلِ عُمْرَةٍ فَيَطُوْفُ وَيَسْعٰى وَيَحْلِقُ وَقَدْ حَلَّ مِنْ اِحْرَامِه وَيَجِبُ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَدَمٌ لِلْفَوَاتِ مِثْلُ دَمِ التَّمَتُّعِ)

الافاضۃ الی المزدلفۃ

(فَاِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَفَاضُوْا اِلٰى مُزْدَلِفَةَ ذَاكِرِيْنَ مُلَبِّيْنَ بِسَكِيْنَةٍ وَوَقَارٍ بِغَيْرِ مُزَاحَمَةٍ وَاِيْذَاءٍ وَضَرْبِ دَوَابَّ فَمَنْ وَجَدَ فُرْجَةً اَسْرَعَ وَيُؤَخِّرُوْنَ الْمَغْرِبَ وَلْيَجْمَعُوْهَا بِمُزْدَلِفَةَ مَعَ الْعِشَاءِ فَاِذَا وَصَلُوْهَا نَزَلُوْا وَصَلَّوْا وَبَاتُوْا بِهَا وَصَلُّوْا الصُّبْحَ أَوَّلَ الْوَقْتِ وَيَأْخُذُوْنَ مِنْهَا حَصَى الْجِمَارِ سَبْعَ حَصَيَاتٍ لَقْطاً لَاتَكْسِيْراً وَالْاَفْضَلُ بِقَدْرِ الْبَاقِلَّا وَيَقِفُوْنَ بَعْدَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَهُوَ جَبَلٌ صَغِيْرٌ فِىْ اٰخِرِ الْمُزْدَلِفَةِ وَيُنْدَبُ صُعُوْدُه اِنْ أَمْكَنَ وَهُنَاكَ بِنَاءٌ مُحْدَثٌ يَقُوْلُ الْعَوَامُّ اِنَّهُ الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَيُكْثِرُوْنَ التَّلْبِيَةَ وَالدُّعَاءَ وَالذِّكْرَ مُسْتَقْبِلِيْنَ الْقِبْلَةَ وَيَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا أَوْقَفْتَنَا فِيْهِ وَاَرَيْتَنَا اِيَّاهُ فَوَفِّقْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ اِلٰى قَوْلِه غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.)

المسير إلى منى

(فَإِذَا اَسْفَرَ جِدّاً سَارُوْا اِلٰى مِنًى بِوَقَارٍ وَسَكِيْنَةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَإِذَا وَصَلُوْا اِلٰى وَادِى مُحَسِّرٍ وَهُوَ بِقُرْبِ مِنًى اَسْرَعُوْا قَدْرَ رَمْيَةِ حَجَرٍ ثُمَّ يَسْلُكُوْنَ الطَّرِيْقَ الْوُسْطٰى الَّتِي تَرْمِيْهِمْ عَلٰى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَكَمَا يَاْتُوْنَهَا وَهُمْ رُكْبَان يَرْمُوْنَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ بِتِلْكَ الْحَصَيَاتِ السَّبْعِ الْمُلْتَقَطَةِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَمِنْ اَيِّ مَكَانٍ الْتَقَطَ الْحَصٰى جَازَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَغَيْرِهَا لٰكِنْ يُكْرَهُ اَخْذُهَا مِنَ الْمَرْمٰى وَالْحُشِّ وَالْمَسْجِدِ وَكُلَّمَا يَشْرَعُ فِي الرَّمْيِ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ وَلَا يُلَبِّيْ بَعْدَ ذٰلِكَ.)

الرمى

(وَصُوْرَةُ الرَّمْيِ أَنْ يَقِفَ بِبَطْنِ الْوَادِىْ بَعْدَ اِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ بِحَيْثُ تَكُوْنُ عَرَفَةُ عَنْ يَمِيْنِه وَمَكَّةُ عَنْ يَسَارِه وَيَسْتَقْبِلُ الْجَمْرَةَ وَيَرْمِىْ حَصَاةً حَصَاةً بِيَمِيْنِه وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ وَيَرْمِىْ رَمْياً وَلَا يَنْقُدُ نَقْداً.)

الحلق

(فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الرَّمْيِ ذَبَحَ هَدْياً اِنْ كَانَ مَعَه اَوْ ضَحّٰى ثُمَّ يَحْلِقُ الرَّجُلُ جَمِيْعَ رَاْسِه هٰذَا هُوَ الْاَفْضَلُ وَلَه اَنْ يَقْتَصِرَ عَلٰى ثَلَاثِ شَعَرَاتٍ مِنْهُ اَوْ تَقْصِيْرِهَا وَالْاَفْضَلُ فِى التَّقْصِيْرِ قَدْرُ اَنْمُلَةٍ مِنْ جَمِيْعِ شَعْرِه وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَالْاَفْضَلُ لَهَا التَّقْصِيْرُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ وَيَكُوْنُ حَالَ الْحَلْقِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ مُكَبِّراً وَيَبْدَاُ الْحَالِقُ بِشِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَيَدْفِنُ شَعْرَه وَالْحَلْقُ رُكْن لَا يَتِمُّ الْحَجُّ اِلَّا بِه وَيَبْقٰى مُحْرِماً اِلٰى اَنْ يَاْتِيَ بِه وَمَنْ لَا شَعَرَ لَه اَمَرَّ الْمُوْسٰى عَلٰى رَاْسِه.)

طواف الافاضة

(ثُمَّ يَاْتِيْ مَكَّةَ فِيْ يَوْمِه فَيَطُوْفُ طَوَافَ الْاِفَاضَةِ وَهُوَ رُكْن لَا يَتِمُّ الْحَجُّ اِلَّا بِه وَيَبْقٰى مُحْرِماً اِلٰى اَنْ يَاْتِيَ بِه وَصِفَتُه كَمَا تَقَدَّمَ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اِنْ كَانَ سَعٰى مَعَ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لَمْ يُعِدْهُ وَاِلَّا سَعٰى لِاَنَّ السَّعْيَ اَيْضاً رُكْن لَا يَتِمُّ الْحَجُّ اِلَّا بِه وَيَبْقٰى مُحْرِماً اِلٰى اَنْ يَاْتِيَ بِه.)

(وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّمْيَ وَالْحَلْقَ وَطَوَافَ الْاِفَاضَةِ اَلْاَفْضَلُ تَقْدِيْمُ الرَّمْيِ ثُمَّ الْحَلْقِ ثُمَّ الطَّوَافِ فَلَوْ اَتٰى بِهَا عَلٰى غَيْرِ هٰذَا التَّرْتِيْبِ فَقَدَّمَ وَاَخَّرَ جَازَ وَيَدْخُلُ وَقْتُ الثَّلَاثَةِ بِنِصْفِ اللَّيْلِ مِنْ لَيْلَةِ النَّحْرِ وَيَخْرُجُ وَقْتُ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ بِخُرُوْجِ يَوْمِ النَّحْرِ وَيَبْقٰى وَقْتُ الْحَلْقِ وَالطَّوَافِ مُتَرَاخِياً وَلَوْ اِلٰى سِنِيْنَ.)

التحلل

(وَلِلْحَجِّ تَحَلُّلَانِ اَوّل وَثَانٍ فَالْاَوّلُ يَحْصُلُ بِاِثْنَيْنِ مِنْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ اَيُّهَا كَانَ اِمَّا حَلْق وَرَمْي اَوْ حَلْق وَطَوَاف اَوْ رَمْي وَطَوَاف فَمَتٰى فَعَلَ اثْنَيْنِ مِنْهَا حَصَلَ التَّحَلُّلُ الْاَوّلُ وَيَحِلُّ بِه جَمِيْعُ مَا حَرُمَ عَلَيْهِ مَاعَدَا النِّسَاءَ مِنْ وَطْئٍ وَعَقْدِ نِكَاحٍ وَمُبَاشَرَةٍ فَاِذَا فَعَلَ الثَّالِث اَحَلَّ لَه كُلّ مَاحَرَّمَه الْاِحْرَامُ)

(اور وقوف کے واجبات) ۳ ہیں ان میں پہلا واجب (عرفات کے حصہ میں داخل ہونا) دوسرا واجب (داخل ہونے والے کا عاقل ہونا) غیر محرم اور غیر عاقل کا وقوف صحیح نہیں، تیسرا واجب (اور وقوف عرفہ کا وقت زوال سے یوم نحر کی صبح صادق تک ہے اس مدت کے کسی حصہ میں جو عرفہ میں داخل ہو عاقل ہونے کی حالت میں اگرچہ گزرتے ہوئے ایک لحظہ میں تو اس نے حج کو پالیا اور جس سے یہ فوت ہو گیا یا بے ہوشی کی حالت میں) یا نشہ کی حالت میں (وقوف کیا تو اس کا حج فوت ہو گیا) اور مجنون جنون کی حالت میں وقوف کرے تو اس کا حج نفل ہو گا حج فوت نہ ہو گا، اور حج فوت ہونے کی صورت میں (افعال عمرہ کر کے حلال ہو جائے) اور دوسرے سال تک احرام کو باقی رکھنا جائز نہیں، عمل عمرہ کے ذریعہ تحلل کو مصنفؒ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا: (لہٰذا طواف، سعی اور حلق کرے اب اس وقت کہا جائے گا کہ (اپنے احرام سے حلال ہو گیا) اور یہ تحلل ثانی ہے اور تحلل اول تو حلق یا طواف مع السعی دونوں میں سے ایک کے کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے (اور واجب ہے اس پر قضاء کرنا) دوسرے سال، نبی کریم ﷺ کے فرمان کی وجہ سے: جو عرفہ میں پہنچ گیا رات میں اس نے حج کو پالیا اور جس سے عرفہ فوت ہو گیا اس کا حج فوت ہو گیا اس کو چاہئے کہ اعمال عمرہ کے ذریعہ حلال ہو جائے اور اس پر آئندہ سال حج واجب ہے، اور عمرؓ کے فتویٰ کی وجہ سے جس کی کسی نے مخالفت نہیں کی (اور) قضاء کے ساتھ (دم) واجب (ہے وقوف عرفہ کے فوت ہونے کی وجہ سے اور دم فوات تمتع کے مانند ہے) حضرت عمرؓ

کے فتوی کی وجہ سے، اور یہ دم ایسی بکری ہے جو کافی ہو قربانی میں اور اس کو ذبح کرے حجۃ القضاء میں اگر دم سے عاجز ہو بکری نہ ہونے کی وجہ سے یا ثمن نہ ہونے کی وجہ سے یا ثمن کے ثمن مثل سے زیادہ ہونے کی وجہ سے تو ١٠ روزے رکھے تین احرام حج میں اور ٧ جب وطن کی طرف لوٹ جائے (اور جب) نو ذی الحجہ کا (سورج غروب ہو جائے تو) امام اور ہمراہی (مزدلفہ کی طرف کوچ کرے) مازمین کی راہ سے، اس لئے کہ عرفہ جاتے وقت طریق ضب سے گئے تھے تو لوٹتے وقت مازمین کے طریق سے جائیں گے اس لئے کہ آنے جانے کے راستہ کا جدا ہونا سنت ہے (اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہوئے اور تلبیہ پڑھتے ہوئے سکون اور وقار کے ساتھ) اس لئے کہ نبی کریم ﷺ مزدلفہ جاتے ہوئے فرمارہے تھے اے لوگو سکون اختیار کرو (نہ بھیڑ کریں نہ کسی کو ایذاء پہنچائیں اور نہ جانوروں کو ماریں، جو کھلی جگہ پائے رفتار کو تیز کردے) رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں (اور نماز مغرب کو مؤخر کریں اور عشاء کے ساتھ مزدلفہ میں جمع کریں) یہ جمع تاخیر ہے عشاء کے وقت میں ہوگی اگر سفر طویل ہو ورنہ جمع کرنا جائز نہ ہوگا اور یہ جمع سفر ہے جمع نسک نہیں اور مزدلفہ تک نماز کی تاخیر عشاء کا وقت اختیار کے فوت نہ ہونے کی صورت میں ہے ورنہ امام راستہ میں جمع کرادے، اور نماز اول کے وقت میں جمع تاخیر کی نیت کرنا لازم ہے، اگر نیت نہ کی تو پہلی نماز قضاء ہوگی، اور یہاں دلیل جمع اتباع ہے، شیخین نے روایت کی ہے (پھر جب مزدلفہ پہنچے تو اترے اور) مغرب وعشاء (پڑھیں اور وہاں رات میں) طلوع فجر تک (رہے) یہ افضل واکمل ہے ورنہ واجب تو رات کے نصف ثانی میں ایک لحظہ کے حضور سے بھی ادا ہو جائے گا (اور) صبح تک رہنے کی صورت میں (نماز صبح اول وقت میں ادا کرے) اتباع حدیث کی وجہ سے (اور حصی جمار) جمرات کی رمی کے لئے کنکر (مزدلفہ سے) رات میں (لے لیں اور ٧ کنکر لیں، پتھروں کو توڑیں نہیں) پتھروں کو توڑنا مکروہ ہے (اور افضل یہ

ہے کہ) کنکر (لوبیا کے بقدر ہو، نماز صبح کے بعد مشعر حرام کے پاس ٹھہرے اور مشعر حرام چھوٹا سا پہاڑ ہے مزدلفہ کے آخر میں اور چڑھنا مندوب ہے اگر ممکن ہو اور مزدلفہ میں ایک بنی ہوئی عمارت ہے عوام کہتے ہیں یہ "مشعر حرام" ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور تلبیہ دعاء اور ذکر کی کثرت کریں درانحالیکہ رخ قبلہ کی طرف ہو اور کہیں: اللھم الخ اے اللہ جیسے آپ نے ہمیں یہاں کھڑا کیا اور یہ پہاڑ دکھایا ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا کر اپنی اطاعت کی توفیق دینے کی وجہ سے اور ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما جیسے آپ نے وعدہ کیا اپنے فرمان مبارک سے اور آپ کا فرمان حق ہے) اور مصنفؒ نے قول حق کو بیان کیا اپنے اس کلام سے (فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ سے غَفُوْرٌ رَّحِيْم تک) قول حق فَإِذَآ أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱۹۹۱۹۸) (رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.)

المسير الى منى

(پھر جب) دن کی (روشنی خوب خوب پھیل جائے تو منی کی طرف سکون و وقار کے ساتھ چلیں طلوع شمس سے پہلے) اور یہ مندوب ہے (اور جب وادی محسر میں پہنچے) اس کا نام وادی محسر رکھا گیا اس لئے کہ ھدم کعبہ کے لئے آنے والے ہاتھیوں کو اس کے قریب روک دیا گیا تھا (اور وادی محسر منی کے قریب ہے) نہ مزدلفہ کا جزء ہے نہ منی کا بلکہ دونوں کے درمیان فاصل ہے (تو رمیۂ حجر) پھینکنے والے اور پتھر کے گرنے کی جگہ کے درمیان کے حصہ (کے بقدر رفتار تیز کردے) یہ پیدل کے لئے ہے اور سوار سواری کو حرکت دے (پھر اس درمیانی راہ پر چلیں جو ان کو جمرۂ عقبہ تک پہنچادے جس حال میں جمرہ کے پاس آئے اسی حال میں رمی کرے سوار ہو کر آئے تو سواری کی حالت میں کرے اور پیدل آئے تو پیدل ہونے کی حالت میں رمی کرے ان ے کنکریوں سے جو مزدلفہ سے اٹھائیں تھی

اور رمی کی کنکریاں جہاں سے بھی اٹھائیں جائز ہے مزدلفہ سے یا کہیں اور سے لیکن مرمی) یعنی جہاں کنکریوں کو پھینکا گیا وہاں (سے لینا مکروہ ہے اسی طرح حش) قضاء حاجت کی جگہ سے (اور مسجد سے) لینا بھی مکروہ ہے (اور رمی شروع کرتے وقت تلبیہ بند کر دے اور اس کے بعد تلبیہ نہ پڑھے) اس لئے کہ رمی سبب تحلل ہے اور معتمر تلبیہ بند کر دے طواف شروع کرتے وقت،

رمی

(اور رمی کی صورت یہ ہے کہ بطن وادی میں کھڑے ہو جائے سورج کے) ایک نیزہ کے بقدر (بلند ہو جانے کے بعد اس طرح کھڑا ہو کہ عرفہ داہنی طرف ہو مکہ بائیں طرف ہو اور جمرہ کا رخ کرے اور ایک ایک کنکر اپنے داہنے ہاتھ سے مارے اور ہر کنکر کے ساتھ تکبیر پڑھے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے) رمی کے وقت (اتنا کہ بغل کی سفیدی نظر آئے) اور عورت ہاتھوں کو نہ اٹھائے (اور قوت کے ساتھ پھینکے) جس کو رمی کہہ سکے (درہم دینے کی طرح نہ ڈالے) کہ اس کو رمی نہیں کہتے،

حلق

(پھر جب رمی سے فارغ ہو تو ھدی کو ذبح کرے اگر اس کے ساتھ ہو) چاہے ھدی مندوب ہو یا نذر کی وجہ سے واجب ہو (یا قربانی کرے) اگر ھدی نہ ہو (پھر مرد سر کے تمام بالوں کا حلق کرے یہ افضل ہے) اور تحلل تمام بالوں کے حلق پر موقوف نہیں (اور اس کے لئے جائز ہے اکتفاء کرنا ۳ بالوں کے حلق پر) داڑھی، مونچھ وغیرہ سے نہیں (یا تین بالوں کی تقصیر) تراشنے (پر اور تقصیر میں افضل یہ ہے کہ سر کے تمام بالوں سے ایک پورے کے بقدر لے اور بہر حال عورت تو اس کے لئے تقصیر افضل ہے اسی طرح) یعنی ایک پورے کے بقدر سر کے تمام جوانب سے لے اور عورت کے لئے حلق کا حکم نہیں

(اور) افضل یہ ہے کہ آدمی (حلق) یا تقصیر (کے وقت قبلہ رخ ہو اور تکبیر کہے) یعنی کہے: اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد، یہ اس دن کا شعار ہے (اور شروع کرے حالق محلوق کی داہنی جانب سے) رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں (اور حالق دفن کر دے بالوں کو) اور یہ مندوب ہے حی کے دوسرے منفصل اجزاء کی طرح (اور حلق رکن ہے حج پورا نہ ہو گا اس کے بغیر) ترک کا جبر و تدارک دم سے نہ ہو گا، اور محرم رہے گا حلق کرنے تک، اس لئے کہ تحلل اس پر موقوف ہے، اور جس کے سر پر بال نہ ہو استرہ پھیرے اپنے سر پر، اور یہ مندوب ہے واجب نہیں،

طوافِ افاضہ

(پھر مکہ میں آئے تحلل کے دن اور طواف افاضہ کرے اور یہ رکن ہے حج پورا نہ ہو گا اس کے بغیر اور محرم رہے گا طواف افاضہ کرنے تک) اگرچہ درمیان میں متعدد سال گزر جائے (اور اس طواف کی صفت وہی ہے جو گزر چکی) یعنی شروط، سنن اور کیفیت وغیرہ میں (پھر ۲ رکعت نماز پڑھے پھر اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی کی ہو تو اعادہ نہ کرے) بلکہ مکروہ ہے (ورنہ سعی کرے اس لئے کہ سعی بھی رکن ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا اور محرم رہے گا سعی کرنے تک)

تنبیہ

طواف سے فارغ ہونے والے کے لئے مستحب ہے پینا سبیل عباس سے، نبی کریم ﷺ کی اتباع میں،

(اور یہ بھی علم میں رہے کہ رمی حلق اور طواف افاضہ) یہ تینوں اس دن میں مسنون ہے لیکن (ان میں افضل یہ ہے کہ پہلے رمی کرے پھر حلق پھر طواف اگر اس ترتیب کے خلاف کیا مقدم کو مؤخر، مؤخر کو مقدم کیا تب بھی جائز ہے اور ان تینوں کا وقت یومِ نحر کی

نصف لیل سے داخل ہوتا ہے اور جمرۂ عقبہ کی رمی کا وقت نکل جاتا ہے یوم نحر کے خروج سے)یعنی وقت اختیار ورنہ وقت جواز تو ایام تشریق کے اخیری وقت تک رہتا ہے (اور حلق وطواف کا وقت باقی ہے تراخی کے ساتھ اگرچہ متعدد سال گزر جائے)

تحلل

(اور حج کے ۲ تحلل ہیں اول اور ثانی تحلل اول ان ۳ میں سے کوئی بھی ۲ کرنے سے حاصل ہوتا ہے)یعنی رمی، حلق اور طواف (چاہے حلق ورمی یا حلق وطواف یا رمی وطواف جب ان میں سے ۲ کو کرے گا تحلل اول حاصل ہو جائے گا اور اس کی وجہ سے وہ تمام چیزیں جو اس پر حرام تھیں حلال ہو جائے گی سوائے عورتوں کے یعنی وطی، عقد نکاح اور مباشرت) شہوت کے ساتھ (اور جب تیسرا کرے گا تو وہ تمام چیزیں اس کے لئے حلال ہو جائیں گی جن کو احرام نے حرام کیا تھا)

(فَصْل)

(فَإِذَا فَرَغَ مِنْ طَوَافِ الْإِفَاضَةِ وَالسَّعْيِ رَجَعَ اِلٰى مِنًى وَبَاتَ بِهَا وَيَلْتَقِطُ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَهُوَ ثَانِي الْعِيْدِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ حَصَاةً مِنْ مِنىً وَيَتَجَنَّبُ الْمَوَاضِعَ الثَّلَاثَةَ الْمُتَقَدِّمَةَ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمٰى بِهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَيَرْمِي الْجَمْرَةَ الْاُوْلٰى وَهِيَ الَّتِيْ تَلِيْ مَسْجِدَ الْخَيْفِ فَيَصْعَدُ اِلَيْهَا وَيَجْعَلُهَا عَنْ يَسَارِهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَصَاةٍ حَصَاةٍ كَمَا تَقَدَّمَ ثُمَّ يَنْحَرِفُ قَلِيْلاً بِحَيْثُ لَا يَنَالُهُ الْحَصٰى الَّذِيْ يَرْمِيْهِ النَّاسُ وَتَبْقَى الْجَمْرَةُ خَلْفَه وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَيَدْعُوْ وَيَذْكُرُ بِخُشُوْعٍ وَتَضَرُّعٍ بِقَدْرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ يَاْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ فِي الْاُوْلٰى فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا وَقَفَ وَدَعَا قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ يَاْتِي الْجَمْرَةَ الثَّالِثَةَ وَهِيَ جَمْرَةُ الْعَقَبَةِ الَّتِيْ رَمَاهَا يَوْمَ النَّحْرِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعٍ كَمَا فَعَلَ يَوْمَ النَّحْرِ سَوَاءً فَيَسْتَقْبِلُهَا وَالْقِبْلَةُ عَنْ يَسَارِهِ فَإِذَا فَرَغَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَيَبِيْتُ بِمِنًى ثُمَّ يَلْتَقِطُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ ثَانِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ حَصَاةً فَيَرْمِيْ بِهَا الْجَمَرَاتِ الثَّلَاثَ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعٍ بَعْدَ الزَّوَالِ كَمَا تَقَدَّمَ وَلَا يَجُوْزُ رَمْيُ الْجِمَارِ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ وَيَجِبُ التَّرْتِيْبُ فَيَرْمِيْ مَا يَلِيْ مَسْجِدَ الْخَيْفِ اَوَّلًا وَالْوُسْطٰى ثَانِياً وَالْعَقَبَةَ ثَالِثاً)

(فصل)

رمی وغیرہ سے متعلق چیزوں کے بیان میں

(جب طواف افاضہ اور سعی سے فارغ ہو جائے تو منی کی طرف لوٹے) ظہر سے پہلے لوٹنا مستحب ہے (اور منی میں رات گزارے اور جو شخص رمی کا ارادہ کرے وہ منی سے ۲۱ کنکریاں ایام تشریق) کے پہلے دن (میں لے اور وہ) یعنی تشریق کا پہلا دن (عید کا دوسرا دن ہے) اس کو یوم القر کہتے ہیں

یوم القر کو یوم القر کیوں کہتے ہیں؟

اس لئے کہ اس میں قرار وسکون حاصل ہوتا ہے ان شدید حرکت والے کاموں سے جو یوم نحر میں مطلوب ہیں یعنی ذبح، طواف اور حلق وغیرہ،

(اور پرہیز کرے ان ۳ جگہوں) یعنی مسجد، بیت الخلاء اور مرمی (سے) کنکر لینے سے (جن کا ذکر پہلے ہوا جب سورج ڈھل جائے تو کنکر سے رمی کرے) ظہر کی (نماز سے پہلے) نماز سے پہلے مستحب ومندوب ہے آپ ﷺ نے عید کے دن جمرہ کی رمی کی پھر رمی نہیں کی یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا،

(لہٰذا پہلے جمرہ پر کنکر مارے یہ جمرہ مسجد خیف کے قریب ہے پھر اس جمرہ کی طرف چڑھے) اس لئے کہ یہ اونچی جگہ پر ہے، پہلے جمرہ کو جمرۂ کبری کہا جاتا ہے،

جمرہ

جمرہ محل رمی کا نام ہے،

(اور) سنت ہے کہ (جمرہ) رمی کے وقت (بائیں جانب ہو اور) رمی کرنے والا رمی کے وقت (قبلہ رخ ہو اور جمرہ پر ایک ایک کر کے ۷ کنکریاں مارے جیسا کہ گزر گیا) جمرۂ عقبہ کی رمی کے بارے میں، اگر کوئی بیک وقت ۲ یا زائد کنکر مارے تو ایک ہی شمار ہو گی چونکہ ایک ایک کر کے مارنے کی شرط مفقود ہوئی (پھر تھوڑا) قبلہ رخ سے (ہٹے اس طرح کہ لوگوں کے

کنکر اسے نہ لگے اور) اس صورت میں (جمرہ رمی کرنے والے کے پیچھے بر قرار رہے اور رمی کرنے والے کا رخ قبلہ کی طرف رہے اور سورۂ بقرہ) پڑھنے (کی مقدار حضور قلب کے ساتھ اور عاجزی سے دعا اور ذکر کرے) دعا سے مراد: دینی اور دنیوی امور سے متعلق جو دعا چاہے مانگے، ذکر سے مراد: تہلیل، تسبیح اور تکبیر پڑھے، ابن عمر قریبی جمرہ کی رمی کرتے ے کنکر سے، ہر کنکر کے بعد تکبیر پڑھتے پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے رہتے طویل زمانہ تک دعا کرتے اور ہاتھ اٹھاتے پھر حدیث کے آخر میں فرمایا: میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایسا ہی کرتے دیکھا،

(پھر) اس کے بعد (دوسرے جمرہ کے پاس آئے) اس کو جمرۂ وسطی کہا جاتا ہے (اور جس طرح پہلے) جمرہ (میں کیا اسی طرح دوسرے) جمرہ (میں کرے) یعنی پہلے کی طرح دوسرے جمرہ کی طرف بھی چڑھے وغیرہ (پھر جب اس سے فارغ ہو جائے تو ٹھہرے اور سورۂ بقرۃ) پڑھنے (کی مقدار) حضور قلب کے ساتھ اور عاجزی سے وہ (دعا مانگے) جو دینی اور دنیوی امور سے متعلق چاہے اور اسی طرح ذکر بھی کرے (پھر) اس سے فارغ ہونے کے بعد (تیسرے جمرہ کے پاس آئے، یہ ہی جمرۂ عقبہ ہے جس کی یوم نحر میں) عید کے دن (رمی کی تھی پھر اس کی رمی کرے یوم نحر کی طرح ہو بہو بلا فرق تو رامی جمرہ کی جانب رخ کرے اور قبلہ اس وقت اس کی بائیں جانب ہو گا)

(پھر جب) اس سے (فارغ ہو جائے تو) پہلے اور دوسرے جمرہ کی طرح (تیسرے جمرہ کے پاس) دعا اور ذکر کے لئے (نہ ٹھہرے اور منی میں رات گزارے پھر اگلے دن یعنی تشریق کے دوسرے دن ۲۱ کنکریاں لے اور ۳ جمرات پر مارے) ان میں سے (ہر جمرہ پر زوال کے بعد ۷ کنکر مارے (جیسا کہ گزر گیا اور رمی جمار ایام تشریق میں زوال کے بعد ہی جائز ہے اور) رمی میں (ترتیب واجب ہے اس طرح کہ پہلے اس جمرہ کی رمی کرے جو مسجد خیف سے

قریب ہے اور دوسری بار جمرۂ وسطی کی اور تیسری بار جمرۂ عقبہ کی) رمی کرے، اس طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا اور فرمایا: مجھ سے تمہارے مناسک لو،

(وَيُنْدَبُ الْغُسْلُ كُلَّ يَوْمٍ لِلرَّمْيِ فَاِذَا رَمٰى فِيْ ثَانِي التَّشْرِيقِ نُدِبَ لِلْاِمَامِ اَنْ يَّخْطُبَ خُطْبَةً يُعَلِّمُهُمْ فِيْهَا جَوَازَ النَّفْرِ وَيُوَدِّعُهُمْ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ بَيْنَ اَنْ يَّتَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَبَيْنَ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاِذَا اَرَادَ التَّعْجِيْلَ فَلْيَنْفِرْ بِشَرْطِ اَنْ يَّرْتَحِلَ مِنْ مِنًى قَبْلَ الْغُرُوْبِ فَاِنْ غَرَبَتْ وَهُوَ بِمِنًى امْتَنَعَ التَّعْجِيْلُ وَلَزِمَهُ الْمَبِيْتُ وَرَمْيُ الْغَدِ وَاِنْ لَّمْ يُرِدِ التَّعْجِيْلَ بَاتَ بِمِنًى وَالْتَقَطَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ حَصَاةً يَرْمِيْهَا مِنَ الْغَدِ بَعْدَ الزَّوَالِ كَمَا تَقَدَّمَ ثُمَّ يَنْفِرُ وَيُنْدَبُ اَنْ يَّنْزِلَ الْمُحَصَّبَ وَهُوَ عِنْدَ الْجَبَلِ الَّذِيْ عِنْدَ مَقَابِرِ مَكَّةَ وَقَدْ فَرَغَ مِنْ حَجِّهٖ وَاِذَا اَرَادَ الْاِعْتِمَارَ اعْتَمَرَ مِنَ الْحِلِّ كَمَا سَيَأْتِيْ فِيْ صِفَةِ الْعُمْرَةِ فَاِذَا اَرَادَ الرُّجُوْعَ اِلٰى بَلَدِهٖ اَتٰى مَكَّةَ وَطَافَ لِلْوَدَاعِ ثُمَّ رَكَعَ رَكْعَتَيْهِ وَوَقَفَ فِي الْمُلْتَزَمِ بَيْنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالْبَابِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْعَبْدَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ حَمَلْتَنِيْ عَلٰى مَا سَخَّرْتَ لِيْ مِنْ خَلْقِكَ حَتّٰى صَيَّرْتَنِيْ فِيْ بِلَادِكَ وَبَلَّغْتَنِيْ بِنِعْمَتِكَ حَتّٰى اَعَنْتَنِيْ عَلٰى قَضَاءِ مَنَاسِكِكَ فَاِنْ كُنْتَ رَضِيْتَ عَنِّيْ فَازْدَدْ عَنِّيْ رِضاً وَاِلَّا فَمُنَّ الْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تَنَاٰى عَنْ بَيْتِكَ دَارِيْ وَيَبْعُدَ عَنْهُ مَزَارِيْ هٰذَا اَوَانُ انْصِرَافِيْ اِنْ اَذِنْتَ لِيْ غَيْرَ مُسْتَبْدِلٍ بِكَ وَلَا بِبَيْتِكَ وَلَا رَاغِبٍ عَنْكَ وَلَا عَنْ بَيْتِكَ اَللّٰهُمَّ فَاَصْحِبْنِي الْعَافِيَةَ فِيْ بَدَنِيْ وَالْعِصْمَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَاَحْسِنْ مُنْقَلَبِيْ وَارْزُقْنِي الْعَمَلَ بِطَاعَتِكَ مَا اَبْقَيْتَنِيْ وَاَجْمِعْ لِيْ خَيْرَيِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَمْضِيْ عَلٰى عَادَتِهٖ وَلَا يَرْجِعُ الْقَهْقَرٰى ثُمَّ يُعَجِّلُ الرَّحِيْلَ فَاِنْ وَقَفَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَوْ تَشَاغَلَ بِشَيْئٍ لَا تَعَلَّقَ لَهٗ بِالرَّحِيْلِ لَمْ يَعْتَدَّ بِطَوَافِهٖ عَنِ الْوَدَاعِ وَتَلْزَمُهٗ عَادَتُهٗ فَاِنْ تَعَلَّقَ بِالرَّحِيْلِ كَشَدِّ رَحْلٍ وَشِرَاءِ زَادٍ وَنَحْوِهٖ لَمْ يَضُرَّ وَلِلْحَائِضِ اَنْ تَنْفِرَ بِلَا وَدَاعٍ وَلَا دَمَ عَلَيْهَا وَيُنْدَبُ اَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ حَافِياً اِنْ لَّمْ يُؤْذِ اَحَداً بِمُزَاحَمَةٍ وَنَحْوِهَا فَاِذَا دَخَلَ مَشٰى تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ حَتّٰى يَبْقٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الْمُقَابِلِ لِلْبَابِ ثَلَاثَةُ اَذْرُعٍ فَهُنَاكَ يُصَلِّيْ فَهُوَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَيُكْثِرُ مِنَ الْاِعْتِمَارِ وَالنَّظَرِ اِلَى الْبَيْتِ وَالطَّوَافِ وَشُرْبِ مَاءِ زَمْزَمَ وَيَدْعُوْ لِمَا اَحَبَّ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَاَنْ يَّتَضَلَّعَ مِنْهُ وَيَزُوْرَ الْمَوَاضِعَ الشَّرِيْفَةَ بِمَكَّةَ وَيَحْرُمُ اَخْذُ شَيْئٍ مِنْ طِيْنِ الْكَعْبَةِ وَتُرَابِ الْحَرَمِ

وَاَحۡجَارِہٖ وَلَایَسۡتَصۡحِبُ شَیۡئاً مِنَ الۡاَکۡوِزَۃِ وَالۡاَبَارِیۡقِ الۡمَعۡمُوۡلَۃِ مِنۡ حَرَمِ الۡمَدِیۡنَۃِ اَیۡضاً اور رمی کے لئے) ایام تشریق میں سے (ہر دن غسل کرنا مستحب ہے پھر جب تشریق کے) دنوں میں سے (دوسرے دن میں رمی کرے تو امام کے لئے مستحب ہے کہ خطبہ دے) اس شخص کے لئے جو اس دن میں نفر کا ارادہ رکھتا ہو (اس خطبہ میں امام لوگوں کو جواز نفر کے احکام بتلائے) نفر جائز ہے زوال اور رمی کے بعد (اور) خطبہ کے بعد (ان کو رخصت کرے) امام ابو داؤدؒ سند صحیح کے ساتھ بنو بکر کے ۲ آدمیوں سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے دوسرے دن خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور ہم آپ کی سواری کے پاس تھے،

(پھر) رخصت کے بعد، امام وغیرہ کو ایام تشریق کے (۲ دنوں میں) مکہ کی طرف جانے میں (تعجل) یعنی پہلے دن جانے (اور تاخر) یعنی دوسرے دن جانے (میں اختیار ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَا اِثۡمَ عَلَیۡہِ وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثۡمَ عَلَیۡہِ (سورۂ بقرہ ۲۰۳) پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں (پھر جب) امام وغیرہ (تعجیل کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ) منٰی سے مکہ کی طرف (روانہ ہو جائے اس شرط کے ساتھ کہ منٰی سے سورج غروب ہونے سے پہلے کوچ کرے اگر غروب ہو جائے درانحالیکہ وہ منٰی میں ہو تو) اس پر (تعجیل ممنوع ہے اور رات گزارنا اس پر لازم ہے اور) تشریق کے (تیسرے دن رمی کرنا) لازم ہے (اور اگر تعجیل کا ارادہ نہ ہو تو منٰی میں رات گزارے اور ۲۱ کنکریاں لے کر زوال کے بعد ان کو) ۳ جمرات پر (تیسرے دن مارے جیسا کہ گزر گیا پھر روانہ ہو جائے اور مستحب ہے کہ) امام وغیرہ (محصب کے پاس آئے اور محصب) جگہ کا نام ہے (جو مکہ کے قبرستان سے قریب پہاڑ کے پاس ہے) رسول اللہ ﷺ محصب تشریف لائے اور یہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اداء کی اور وہاں رات میں سوئے پھر مکہ میں داخل ہوئے،

(اب حاجی اپنے حج سے فارغ ہوا) مطلب یہ ہیکہ ارکان اور اعمال واجبہ اور مندوبہ مکمل ہو چکے حاجی کے ذمہ سوائے اپنے وطن کی طرف لوٹنے کے کوئی اور چیز باقی نہیں رہی جیسا کہ آگے مصنفؒ اس کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں:(اور جب) مرد یا عورت (عمرہ کا ارادہ کرے تو حل سے عمرہ کا احرام باندھے جیسا کہ) یہ (کیفیت عمرہ سے متعلق فصل میں آئے گا پھر جب) اس کے بعد (اپنے وطن کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہو تو مکہ میں آئے اور طواف وداع کرے) واجب ہے، اس لئے کہ مکہ کی طرف آنے سے مقصود طواف وداع ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص وطن نہ لوٹے یہاں تک کہ اس کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہو (پھر) طواف کے بعد (۲ رکعت نماز پڑھے) سنت ہے، نیت اس طرح کرے: میں طواف کی ۲ رکعت سنت پڑھتا ہوں قبلہ رخ ہو کر اللہ کے واسطے،

مصنفؒ کی عبارت: رکع یعنی رکوع اس سے مراد: نماز ہے، مجازاً جزء بول کر کل مراد لیا ہے (اور) اس سے فارغ ہونے کے بعد (ملتزم میں حجر اسود اور) کعبہ کے (دروازہ کے درمیان ٹھہرے اور کہے: اللھم ان البیت الخ، اے اللہ یہ گھر آپ کا گھر ہے اور یہ بندہ آپ کا بندہ اور آپ کے بندے کا بیٹا ہے آپنے مجھے سوار کیا اپنی مخلوق میں سے اس جانور پر جس کو آپ نے میرے لئے مغلوب کر دیا یہاں تک کہ آپ لے آئے مجھے اپنے اشرفِ بلاد میں اور پہنچا دیا میرے مقصود تک اپنے احسان و انعام کے ذریعہ حتیٰ کہ آپ نے اپنے مناسک ادا کرنے میں میری اعانت و مدد کی پھر اگر آپ مجھ سے راضی ہو گئے تو رضا کو اور بڑھا دیجئے اور اگر راضی نہ ہوئے ہو تو اب انعام و احسان فرما دیجئے آپ کے گھر سے میری رہائش کے دور ہونے سے پہلے اور آپ کے گھر سے میری زیارت گاہ کے دور ہونے سے پہلے یہ میرے آپ کے گھر سے لوٹنے کا وقت ہے اگر آپ اجازت عطا کرے درانحالیکہ نہ میں آپ کے علاوہ رب کا طالب ہوں اور نہ آپ کے گھر کے علاوہ گھر کا اور نہ میرے دل میں آپ سے

کراہت ہے نہ آپ کے گھر سے، اے اللہ بدن میں صحت وعافیت میرے ساتھ کر دے اور دین میں عصمت) معاصی سے حفاظت (کو) ساتھ کر دے (اور مجھے) اپنے وطن (اچھی طرح لوٹادے اور اپنی اطاعت کے کام کرنے کی توفیق عطا کر جب تک دنیا میں باقی رکھے اور میرے لئے دنیاوآخرت کی خیر جمع کر دے یقینا آپ ہر چیز پر قادر ہے، پھر) اس دعا کے بعد (نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر درود پڑھے) اور (پھر اپنی عادت کے مطابق چلے) اس طرح کہ پشت بیت اللہ کی جانب ہو (اور چہرہ بیت اللہ کی جانب کرے اور پشت باب وداع کی جانب اس طرح نہ لوٹے) اس لئے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے (پھر) اس کے بعد (کوچ کرنے میں جلدی کرے) اور تاخیر کئے بغیر چلے (اگر اس کے بعد) زیادہ دیر (ٹھہرے یا) نہ ٹھہرے لیکن (کسی ایسی چیز میں مشغول ہو جائے جس کا تعلق کوچ سے نہ ہو) جیسے سامان خریدنے یا قرض کی ادائیگی میں مشغول ہو جائے یادوست کی زیارت یا مریض کی عیادت میں یا اس کے مانند کسی چیز میں مشغول ہو جائے (تو اس کا طواف طوافِ وداع کی طرف سے شمار نہ ہو گا) اس لئے کہ اس کو طواف وداع نہیں کہا جاتا، سفر کے وقت کے طواف کو طواف وداع کہا جاتا ہے (لہٰذا اس پر طواف وداع کا اعادہ لازم ہو گا) اس لئے کہ اس کا پہلا طواف زیادہ دیر ٹھہرنے یا مشغول ہونے کی وجہ سے طواف وداع کی طرف سے شمار نہ ہوا (اگر) کسی ایسی چیز میں مشغول ہو جائے جس کا (تعلق کوچ سے ہو جیسے سواری باندھنا اور) سفر کا (توشہ خریدنا ہو اور ان کے مانند کوئی چیز ہو تو مؤخر کرنا) نقصان دہ نہ ہو گا، اور ایسی صورت میں طواف وداع کا اعادہ لازم نہ ہو گا اس لئے کہ اس کا کیا ہوا طواف طواف وداع ہی شمار ہوا (اور حائضہ کے لئے جائز ہے کہ طواف وداع کے بغیر روانہ ہو جائے اور) اس صورت میں (اس پر دم نہ ہو گا) اس لئے کہ اس سے طواف وداع عذر حیض کی وجہ سے ساقط ہوا، لیکن سنت ہے کہ باب مسجد کے پاس آئے اور اوپر ذکر کی ہوئی دعا پڑھے، یہ ہی

حکم ہوگا نفاس والی عورت کا، آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی آخری ملاقات بیت اللہ سے ہو ہاں البتہ حائضہ عورت کے لئے تخفیف کر دی،

(اور) ہر ایک کے لئے (مستحب ہے کہ کعبہ میں ننگے پاؤں داخل ہو جائے) باعظمت جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اور نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں،

(اگر تنگی اور بھیڑ) کے سبب (یا اس کے مانند کسی چیز کے سبب کسی کو تکلیف نہ ہو) تکلیف ہو تو داخل ہونا مستحب نہیں بلکہ داخل ہونے والے سے لوگوں کو تکلیف ہونا اور لوگوں سے داخل ہونے والے کو تکلیف ہونا متحقق ہو جائے تو اس صورت میں داخل ہونا حرام ہو گا اس لئے کہ استحباب حاصل کرنے کے لئے حرام کا ارتکاب ہو گا جو درست اور صحیح نہیں (پھر جب) کعبہ میں (داخل ہو جائے تو اپنے چہرہ کے سامنے چلے یہاں تک کہ چلنے والے کے اور دروازہ کے سامنے کی دیوار کے درمیان ۳ذراع باقی رہے پھر وہاں) یعنی اس جگہ کھڑا رہے اور (نماز پڑھے یہ نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے) ابن عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کہاں پڑھی [بیت اللہ میں] تو حضرت بلال نے مقام صلوۃ کی نشاندہی کی ابن عمر جب بیت اللہ میں داخل ہوتے تو نبی کریم ﷺ کے مقام صلوۃ پر نماز پڑھتے جس کی حضرت بلالؓ نے نشاندہی کی تھی تو آپ اپنے اور دیوار کے درمیان ۳ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے،

(اور) وہاں موجود ہر شخص کے لئے سنت ہے (کثرت سے عمرہ کرنا) اس لئے کہ یہ فضیلت اس کو غیر مکہ میں حاصل نہیں ہو سکتی اور خاص طور پر رمضان المبارک میں آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ: رمضان میں کیا ہوا عمرہ حج کے برابر ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ: رمضان میں عمرہ میرے ساتھ کئے ہوئے حج کے برابر ہے،

(اور) آپ ﷺ کی اقتداء میں (کعبہ کی طرف) کثرت سے (دیکھنا اور) سنت ہے کثرت سے کعبہ کا (طواف کرنا) طواف کی نذر ماننا سنت ہے حتی کہ اسے اس نذر پر واجب کا ثواب

دیا جائے گا، اس سلسلہ میں بہت سے آثار وارد ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی خانہ کعبہ پر ہر دن ورات میں ۱۲۰ رحمتیں نازل فرماتے ہیں ان میں سے ۶۰ طواف کرنے والوں کے لئے، ۴۰ نماز پڑھنے والوں کے لئے اور ۲۰ خانہ کعبہ کو دیکھنے والوں کے لئے، ان لوگوں میں رحمتیں نازل ہونے کے اعتبار سے فرق کی وجہ یہ ہے کہ: طواف کرنے والوں میں: طواف، نماز اور نظر [کعبہ کو دیکھنا] یہ تینوں چیزیں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے ان پر ۶۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں ۲۰ طواف کے سبب ۲۰ نماز کے سبب اور ۲۰ نظر کے سبب، مکمل ۶۰ ہوئیں، صرف نماز پڑھنے والوں میں: نماز اور نظر یہ ۲ چیزیں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے ان پر ۴۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں، نماز کے سبب ۲۰ اور نظر کے سبب ۲۰، ۴۰ مکمل ہوئیں اور نظر ڈالنے والوں میں صرف یہ ہی ایک چیز رہتی ہے، طواف اور نماز ساقط ہو جاتے ہیں اس لئے ان پر ۲۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں،

(اور) سنت ہے کثرت سے (زمزم کا پانی پینا)

کھڑے ہو کر آب زمزم پینا مکروہِ تنزیہی ہے

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ زجر عن الشرب قائما، وفی روایۃ نھی عن الشرب قائما قال قتادۃ قلنا فالأکل قال شر وخبث، وفی الروایۃ الاخری ان رسول اللہ ﷺ شرب من زمزم وھو قائم۔ ھذہ الاحادیث اشکل معناھا علی بعض العلماء حتی قال فیھا اقوالا باطلۃ وزاد حتی تجاسر ورام ان یضعف بعضھا وادع فیھا دعاوی باطلۃ ولیس فی ھذہ الاحادیث بحمد اللہ تعالی اشکال ولا فیھا ضعف بل کلھا صحیحۃ والصواب فیھا ان النھی فیھا محمول علی کراھۃ التنزیہ وما شربہ ﷺ قائما فبیان للجواز فلا اشکال ولا تعارض (شرح مسلم ج۲ ص۱۷۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے ڈانٹا ہے اور دوسری روایت میں ہے منع کیا ہے، قتادہؒ فرماتے ہیں: ہم نے کہا کھانا (کھڑے ہو کر کیسا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: مکروہ اور بہت بری چیز ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے آب

زمزم کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔ ان احادیث کے معنی سمجھنے میں بعض علماء کو دشواری ہوئی یہاں تک کہ ان احادیث کے متعلق غلط باتیں بیان کی اور زیادتی کی اور جرأت وجسارت کرکے بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا اور ان احادیث میں غلط دعوی کیا، حالانکہ ان احادیث میں بحمد اللہ تعالی اشکال نہیں ہے اور نہ ان میں ضعف ہے بلکہ یہ تمام حدیثیں صحیح ہیں اور درست قول کے مطابق ان میں کھڑے ہوکر پینے سے جو منع کیا ہے اس کو محمول کیا گیا ہے مکروہ تنزیہی پر اور آپ ﷺ کا کھڑے ہوکر پینا بیانِ جواز کے لئے ہے لہٰذا نہ اشکال رہا اور نہ تعارض،

زمزم کو زمزم کیوں کہتے ہیں

حضرت اسماعیلؑ کے پیاسے ہونے کے بعد حضرت ہاجرہؓ کو پانی نہیں ملا تو صفا چڑھی پھر مروہ اور اس طرح ۷ مرتبہ کیا پھر جبریل امین اس جگہ تشریف لائے اور زمین پر اپنا پر مارا تو پانی نکل کر بہنے لگا ہاجرہ آئی اور پانی کو اکٹھا کرنے لگی اور کہنے لگی: زم یامبارک (اے مبارک جمع ہوجا) زم یامبارک (اے مبارک جمع ہوجا) زم کے معنی جمع ہونا ہے اس لئے اس کو زمزم کہا گیا،

(اور) زمزم کا پانی پینے والا (دینی اور دنیوی امور سے متعلق جو دعا چاہے مانگے) آپ ﷺ نے فرمایا: ماء زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوگا (اور) سنت (یہ) ہے (کہ زمزم کا پانی شکم سیر ہوکر پیئے) آپ ﷺ نے فرمایا: منافق لوگ ماء زمزم شکم سیر ہوکر نہیں پیتے، حضرت ابن عباس زمزم پیتے وقت یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَرِزْقاً وَاسِعاً وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ**، اے اللہ مجھے علم نافع، کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفا عطا فرما،

(اور) ہر ایک کے لئے مستحب ہے (مکہ میں) موجود (مشرف جگہوں کی زیارت کرنا اور کعبہ کی تھوڑی بھی خوشبو لینا حرام ہے) کسی کے لئے جائز نہیں اگرچہ تبرک کی نیت ہو، جو

شخص کعبہ کی خوشبو لے اسے اس کو واپس لوٹانا لازم ہے، اور تبرک کا ارادہ ہو تو اپنی خوشبو لاکر کعبہ کی خوشبو سے لگاکر اپنے پاس اپنی رکھ لے (اور) اسی طرح احترام کے پیش نظر حرام ہے (حرم کی مٹی) لینا چاہے تھوڑی ہو (اور حرم کے پتھر لینا) چاہے تھوڑے ہوں (اور حرم مدینہ کی مٹی سے بنے ہوئے کوزے اور لوٹوں کو بھی اپنے ساتھ نہ لے جائے) جیسے حرم مکہ کی مٹی سے بنے ہوئے کوزے اور لوٹوں کو منتقل کرنا [لے جانا] جائز نہیں،

(فصل)

(صِفَةُ الْعُمْرَةِ لِمَنْ يُحْرِمَ بِهَا كَمَا يُحْرِمُ بِالْحَجِّ فَإِنْ كَانَ مَكِّيّاً فَمِنْ اَدْنَى الْحِلِّ وَإِنْ كَانَ فَاقِيّاً فَمِنَ الْمِيْقَاتِ وَيَحْرُمُ بِإِحْرَامِهَا جَمِيْعُ مَا يَحْرُمُ بِإِحْرَامِ الْحَجِّ ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ فَيَطُوْفُ طَوَافَ الْعُمْرَةِ وَلَا يُشْرَعُ لَهَا طَوَافُ قُدُوْمٍ ثُمَّ يَسْعٰى ثُمَّ يَحْلِقُ رَأْسَهٗ اَوْ يُقَصِّرُ وَقَدْ حَلَّ مِنْهَا فَاَرْكَانُهَا اِحْرَام وَطَوَاف وَسَعْى وَحَلْقٌ وَاَرْكَانُ الْحَجِّ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ وَالْوُقُوْفُ، وَوَاجِبَاتُه كَوْنُ الْاِحْرَامِ مِنَ الْمِيْقَاتِ وَرَمْىُ الْجِمَارِ وَالْمَبِيْتُ بِمُزْدَلِفَةَ وَلَيَالِيَ مِنًى وَطَوَافُ الْوَدَاعِ وَمَاعَدَا ذٰلِكَ سُنَن فَإِنْ تَرَكَ رُكْناً لَمْ يَحِلَّ مِنْ اِحْرَامِهِ حَتّٰى يَاْتِيَ بِهٖ وَمَنْ تَرَكَ وَاجِباً لَزِمَهٗ دَم وَمَنْ تَرَكَ سُنَّةً لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ)

(فصل)

عمرہ کی کیفیت، احصار اور قبر اطہر کی زیارت کے بیان میں

فصل میں کیفیت عمرہ، احصار اور قبر اطہر کی زیارت ان ۳ چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے مصنفؒ پہلی چیز کیفیت عمرہ کو بیان فرمارہے ہیں: (عمرہ کی کیفیت) یعنی طریقہ، عمرہ کا احرام باندھنے والے (کے لئے ایسا ہے جیسا حج کا احرام) یعنی عمرہ کا احرام حج کے احرام کے مشابہ ہے احرام کے وقت وجوب نیت میں اور غسل کے سنت ہونے میں (اگر) عمرہ کے احرام کا ارادہ رکھنے والا (مکی ہو تو) وہ اپنا احرام (ادنی حل سے) باندھے گا (اور اگر آفاقی ہو تو اس میقات سے) احرام باندھے گا (جس سے گزرے اور عمرہ کا احرام باندھنے سے وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو چیزیں حج کا احرام باندھنے سے حرام ہوتی ہیں پھر) احرام کے بعد

(مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کا طواف کرے اور احرامِ عمرہ کے لئے طواف قدوم مطلوب نہیں ہے) اس لئے کہ عمرہ کے احرام کے بعد طواف مفروض کا وقت داخل ہو جاتا ہے،
(پھر) طواف کے بعد (سعی کرے پھر) سعی کے بعد (اپنے سر کا حلق یا قصر کرے) آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ حلق کریں یا قصر کریں، (کفایة الاخیار ج ۱ ص ۳۰۷) حلق مرد کے لئے افضل ہے اور قصر عورت کے لئے افضل ہے (اور اب وہ) اس صورت میں (عمرہ کے احرام سے فارغ ہو چکا) یعنی عمرہ کے اعمال سے فارغ ہو چکا (عمرہ کے ارکان) ان میں سے پہلا (احرام) ہے یعنی نیت کے ساتھ نسک میں داخل ہونا اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور عمرہ کے ارکان میں سے دوسرا (طواف) ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (سورۂ حج ۲۹) اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانۂ کعبہ) کا طواف کریں (ترجمۂ قرآن) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: عتیق کے معنی قدیم پرانے کے ہیں اور بعض کے نزدیک "بیت عتیق" اس لئے کہا گیا کہ اس گھر کو برباد کرنے کی غرض سے جو طاقت اٹھے گی حق تعالی اس کو کامیاب نہ ہونے دے گا تا آنکہ خود اس کا اٹھالینا منظور ہو (تفسیر عثمانی سورۂ حج) اور عمرہ کے ارکان میں سے تیسرا: (سعی) ہے آپ ﷺ نے مسعی میں قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور کہا اے لوگو سعی کرو بے شک سعی تم پر فرض ہے (اور) عمرہ کے ارکان میں سے چوتھا (حلق ہیں، اور حج کے ارکان یہ) مذکورہ بالا (۴/ اور عرفہ میں ٹھہرنا) یہ بھی ایک (ہیں) نبی کریم ﷺ کے فرمان "الحج عرفة" حج تو عرفہ ہے کی وجہ سے اور وقوف عرفہ ارکان معظم ہے اور ان پانچ کے علاوہ اکثر میں ترتیب ہے،
(اور حج کے واجبات میقات سے احرام کا ہونا) ہے یعنی میقات سے نسک میں داخل ہونا ثابت ہو اور (جمار ثلاثہ کی رمی کرنا) اور (مزدلفہ میں رات گزارنا) یعنی مزدلفہ میں حاضر

ہو نارات کے دوسرے حصہ میں اگرچہ گزرتے ہوئے اور افضل وہاں ٹھہرنا ہے طلوع فجر تک،

اور (منی میں راتیں) گزارنا ہے، یہ راتیں ۳ ہیں اگر نفر اول نہ ہو اگر نفر اول ہو تو ۲ راتیں ہیں،

(اور طواف وداع کرنا اور ارکان وواجبات کے علاوہ سنتیں ہیں) جیسے احرام کے وقت غسل کرنا وغیرہ،

(اگر کوئی شخص) حج یا عمرہ کے ارکان میں سے (کسی رکن کو چھوڑے تو وہ اپنا احرام نہ اتارے یہاں تک کہ اس چھوڑے ہوئے رکن کو ادا کرے اور جو شخص کسی واجب کو چھوڑے تو اس پر دم لازم ہو گا) اگر اس واجب کی طرف لوٹ کر ادا نہ کرے جیسے کہ میقات کی طرف لوٹے طواف شروع کرنے سے پہلے اگر طواف شروع کر دے تو دم ساقط نہ ہو گا میقات کی طرف لوٹنے سے اور جیسے کہ مبیت مزدلفہ کو ترک کرنا کہ اس سے دم واجب ہوتا طلوع شمس تک نہ لوٹے تو ورنہ یعنی طلوع سے پہلے لوٹے تو واجب نہ ہو گا، اور آفتاب طلوع ہو گیا تو عود نافع نہ ہو گا یعنی دم ساقط نہ ہو گا اور جیسے منی میں اکثر رات کے مبیت کو ترک کرنا اگر اکثر کے گزرنے کے بعد لوٹے تو دم ساقط نہ ہو گا اکثر کے گزرنے سے پہلے لوٹے تو ساقط ہو گا (اور جو) حج یا عمرہ کی سنتوں میں سے یا طواف یا سعی کی سنتوں میں سے (کسی سنت کو چھوڑے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں)

(وَمَنْ اُحْصِرَ هٗ عَدُوٌّ عَنْ مَكَّةَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ طَرِيْقٌ اٰخَرُ تَحَلَّلَ بِاَنْ يَنْوِيَ التَّحَلُّلَ وَيَحْلِقَ رَاْسَهٗ وَيُرِيْقَ دَماً مَكَانَهٗ اِنْ وَجَدَهٗ وَاِلَّا اَخْرَجَ طَعَاماً بِقِيْمَتِهٖ وَاِنْ عَجَزَ صَامَ لِكُلِّ مُدٍّ يَوْماً وَلَا قَضَاءَ)

فصل میں مذکور ۳ چیزوں میں سے دوسری چیز احصار کو مصنفؒ بیان فرما رہے ہیں: (اور جس شخص کو دشمن مکہ) میں داخل ہونے اور ارکان کو پورا کرنے (سے روکے اور اس کے لئے

دوسرا راستہ نہ ہو) کہ اس راستہ سے مکہ پہنچے (تو احرام سے نکلنے کی نیت کرتے ہوئے احرام اتار دے) اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (سورۂ بقرۃ ۱۹۶) پھر اگر [کسی دشمن کے سبب] روک دیئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو [ذبح کرے] اور آپ ﷺ کو مشرکین نے جب عمرہ سے روکا تو آپ ﷺ مقام حدیبیہ میں حلال ہوئے [یعنی احرام اتار دیا] (اور اپنے سر کا حلق کرے) یا قصر (اور جس جگہ احصار کیا گیا اس جگہ خون بہائے) یعنی بکری ذبح کرے اگرچہ حل میں مذبوح بکری کا ثنیہ ہو یا دنبہ کا جذعہ (اگر پائے) اور اگر احصار مرض سے ہو تو احرام نہ چھوڑے بلا شرط اگر شرط لگائی ہو مثلاً کہا حج کی نیت کرتا ہوں اگر بیمار ہوا تو حلال ہو جاؤں گا مرض کی وجہ سے اس صورت میں اگر بیمار ہوا تو حلال ہو جائے گا اور حلال ہونا ذبح پر موقوف نہ ہوگا اگر احصار وقوف عرفہ سے ہو مکہ سے نہ ہو تو مکہ میں داخل ہو جائے اور اعمال عمرہ کر کے حلال ہو جائے (ورنہ) یعنی مفقود ہو مطلب یہ ہیکہ نہ پائے یا پائے لیکن ثمن مثل سے زائد قیمت میں تو (مفقود کی مثل اناج نکالے) یعنی مفقود کی جو قیمت ہو سکتی ہے اس قیمت سے اناج خریدے اور اسے حرم کے فقراء اور مساکین پر صدقہ کرے (اور اگر) اناج صدقہ کرنے سے (عاجز ہو تو ہر مد کے بدلہ ایک) ایک (دن روزہ رکھے اور) اس پر اس کی (قضا نہیں ہے) اگر نفل ہو اور اگر نسک فرض ہو تو اس کی قضا ذمہ میں باقی رہے گی،

(وَيُنْدَبُ إِذَا فَرَغَ مِنْ حَجِّهِ زِيَارَةُ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّي تَحِيَّةَ مَسْجِدِهِ ثُمَّ يَأْتِي الْقَبْرَ الشَّرِيْفَ الْمُكَرَّمَ فَيَسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةَ وَيَجْعَلُ الْقِنْدِيْلَ الَّذِي فِي الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ عَلٰى رَأْسِهِ وَيُطْرِقُ رَأْسَهُ وَيَسْتَحْضِرُ الْهَيْبَةَ وَالْخُشُوْعَ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَوْتٍ مُتَوَسِّطٍ وَيَدْعُوْ بِمَا أَحَبَّ ثُمَّ يَتَأَخَّرُ إِلٰى جِهَةِ يَمِيْنِهِ قَدْرَ ذِرَاعٍ فَيُسَلِّمُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ يَتَأَخَّرُ قَدْرَ ذِرَاعٍ فَيُسَلِّمُ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى مَوْقِفِهِ الْأَوَّلِ وَيُكْثِرُ الدُّعَاءَ وَالتَّوَسُّلَ وَالصَّلَاةَ عَلَيْهِ ثُمَّ يَدْعُوْ عِنْدَ الْمِنْبَرِ وَفِي الرَّوْضَةِ وَلَا يَجُوْزُ الطَّوَافُ بِالْقَبْرِ وَيُكْرَهُ إِلْصَاقُ الظَّهْرِ وَالْبَطْنِ بِهِ وَلَا يُقَبِّلُه

وَلَایَسْتَلِمُه وَمِنْ اَقْبَحِ الْبِدَعِ اَکْلُ التَّمْرِ فِی الرَّوْضَةِ وَیَزُوْرُ الْبَقِیْعَ فَاِذَا اَرَادَ الرَّحِیْلَ وَدَّعَ الْمَسْجِدَ بِرَکْعَتَیْنِ وَالْقَبْرَ الْکَرِیْمَ بِالزِّیَارَةِ وَالدُّعَاءِ)

فصل میں مذکور ٣ چیزوں میں سے تیسری چیز قبر اطہر کی زیارت کو مصنفؒ بیان فرمارہے ہیں:

(اور حاجی کے لئے جب اپنے حج سے فارغ ہو جائے تو نبی کریم ﷺ کے قبر کی زیارت کرنا مستحب ہے) اس لئے کہ یہ بڑی قربت [نیکی] ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے (تحقیق علی عمده ص ۱۳۲) (پھر آپ ﷺ کی مسجد میں تحیۃ المسجد کی نماز پڑھے پھر) جب نماز سے فارغ ہو جائے تو (مشرف ومکرم) آپ ﷺ کی (قبر کے پاس آئے پھر قبلہ کی طرف پشت کرے اور وہ قندیل جو قبر کے پاس قبلہ کی جانب ہے اپنے سر پر کر دے) یعنی اس کے نیچے آجائے (اور اپنے سر کو زمین کی جانب جھکا دے اور) اپنے دل میں (ہیبت اور خشوع کو مستحضر رکھے پھر) اس کے بعد (درمیانی آواز میں نبی کریم ﷺ پر سلام اور درود پڑھے)

سلام پڑھنے کے مختلف الفاظ ہیں وہ یہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، السلام علیک یا نَبِیَّ اللّٰہِ، السلام علیک یا خَیْرَةَ اللّٰہِ، السلام علیک یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ، السلام علیک یا حَبِیْبَ اللّٰہ، وغیرہ،

ہیبت اور خشوع کا معنی

(الهيبة) مص: المخافة ضد الانس (منجد الطلاب ص ۸۹۲) الهيبة مصدر ہے جس کا معنی ہے: خوف کھانا یہ انس کی ضد ہے،

خشوع، خضوع اور تواضع ہم معنی ہے اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں خشوع کہتے ہیں حق کی تابعداری کو اور ایک قول یہ ہے کہ خشوع نام ہے قلب کے دائمی خوف کا اور ایک قول یہ ہے کہ خشوع کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ غصہ ہو یا اس کی مخالفت کی جائے یا اس پر رد کیا جائے تو اس کو قبول کرے (کتاب التعریفات ص ۱۱۰)

(اور) وہاں دینی اور دنیوی امور سے متعلق (دعا کرے جو پسند ہو پھر ایک ذراع کی مقدار دائیں جانب ہٹ کر) حضرت (ابو بکر) صدیقؓ (پر سلام پڑھے) اس طرح: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَابَکْرٍ صَفِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ ثَانِیْہِ فِی الْغَارِ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا (پھر ایک ذراع کی مقدار ہٹ کر) حضرت (عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھے) اس طرح: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ [جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا]

ذراع کی مقدار: [الذراع] من الرجل: من طرف المرفق الی طرف الاصبع الوسطی (منجد الطلاب ص۲۱۷) آدمی کی کہنی کے کنارہ سے بیچ کی انگلی کے کنارہ تک کا حصہ، ذراع کہلاتا ہے،

(پھر اپنے پہلے موقف کی طرف) یعنی جس جگہ کھڑے رہ کر نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھا تھا اس جگہ کی طرف (لوٹے اور کثرت سے دعا کرے اور) کثرت سے اپنے مقصود اور مطلوب میں آپ ﷺ کا (وسیلہ مانگے) اس لئے کہ آپ ﷺ کا وسیلہ شفاعت وغیرہ میں عظیم ہے (اور) کثرت سے (آپ ﷺ پر درود پڑھے پھر ممبر کے پاس دعا کرے اور روضہ میں) دعا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: میری قبر اور میرے ممبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض [یعنی حوض کوثر] پر ہے (اور قبر کا طواف کرنا جائز نہیں ہے اور پیٹھ اور پیٹ قبر کو چپکانا مکروہ ہے اور اپنے منہ سے قبر کی دیوار کو بوسہ نہ دے اور قبر کو نہ چھوئے) بلکہ ادب تو یہ ہے کہ اس سے دور کھڑا رہے (اور روضہ میں کھجور کھانا بہت ہی قبیح بدعت ہے) اس لئے کہ اس سے گھن آتی ہے اور قابل گھن کام کرنا حرام ہے اور یہ روضہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مساجد کا یہی حکم ہے،

(اور بقیع کی زیارت کرے) بقیع یعنی: مدینہ کا قبرستان، اس کی ہر روز زیارت کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ اس میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی بعض اولاد

وغیرہ کی مقدس قبریں ہیں (پھر جب) اس جگہ سے (کوچ کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی کو ۲رکعت سے الوداع کرے اور) آپ ﷺ کی (مکرم قبر کو زیارت سے) الوداع کرے (اور دعاسے) الوداع کرے یعنی اس جگہ سے جب سفر کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی ﷺ میں آخری مرتبہ ۲رکعت پڑھ کر اور آپ ﷺ کی قبر اقدس کی آخری مرتبہ زیارت کرکے دعا کرے اور سفر شروع کرے، سفر شروع کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کی مفارقت پر غم کا اظہار کرے اور اللہ سے امید رکھے کہ دوبارہ اس مبارک جگہ پر لے آئے،

واللہ تعالی أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْأُضْحِيَةِ)

(هِيَ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَة يُنْدَبُ لِمَنْ اَرَادَهَا أَنْ لَايَحْلِقَ شَعْرَه وَلَايُقَلِّمَ ظُفْرَه فِيْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ حَتّٰی يُضَحِّيَ وَيَدْخُلُ وَقْتُهَا اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَمَضٰی قَدْرُ صَلاَةِ الْعِيْدِ وَالْخُطْبَتَيْنِ وَيَخْرُجُ بِخُرُوْجِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَهِيَ ثَلَاثَة بَعْدَ الْعِيْدِ وَلَاتَجُوْزُ اِلاَّ بِاِبِلٍ اَوْ بَقَرٍ اَوْ غَنَمٍ وَاَقَلُّ سِنِّه فِي الْاِبِلِ خَمْسُ سِنِيْنَ وَدَخَلَ فِي السَّادِسَةِ وَفِي الْبَقَرِ وَالْمَعِزِ سَنَتَانِ وَدَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ وَفِي الضَّأْنِ سَنَة وَدَخَلَ فِي الثَّانِيَةِ وَتُجْزِءُ الْبَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَلَاتُجْزِءُ شَاة اِلاَّ عَنْ وَاحِدٍ وَشَاة اَفْضَلُ مِنْ شَرِكَةٍ فِيْ بَدَنَةٍ وَاَفْضَلُهَا الْبَدَنَةُ ثُمَّ الْبَقَرَةُ ثُمَّ الضَّأْنُ ثُمَّ الْمَعِزُ وَاَفْضَلُهَا الْبَيْضَاءُ ثُمَّ الصَّفْرَاءُ ثُمَّ الْبَلْقَاءُ ثُمَّ السَّوْدَاءُ وَتُشْتَرَطُ سَلَامَةُ الْأُضْحِيَةِ عَنِ الْعُيُوْبِ الَّتِيْ تَنْقُصُ اللَّحْمَ فَلَاتُجْزِءُ الْعَرْجَاءُ وَالْعَوْرَاءُ وَالْمَرِيْضَةُ فَاِنْ قَلَّتْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ جَازَ وَلَاتُجْزِءُ الْعَجْفَاءُ وَالْمَجْنُوْنَةُ وَالْجَرْبَاءُ وَالَّتِيْ قُطِعَ بَعْضُ اُذُنِهَا وَاُبِيْنَ وَاِنْ قَلَّ اَوْ قُطِعَة مِنْ فَخِذِهَا وَنَحْوِهِ اِنْ كَانَتْ كَبِيْرَةً وَتُجْزِءُ مَشْطُوْرَةُ الْاُذُنِ وَمَكْسُوْرَةُ كُلِّ الْقَرْنِ اَوْ بَعْضِه)

(باب الأضحية)

(قربانی کا بیان)

اضحیہ کی تعریف

عید کے دن سے ایام تشریق کے آخر تک اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے اضحیہ [قربانی] کہتے ہیں،

اضحیہ کو اضحیہ کیوں کہتے ہیں

اضحیۃ ضحوۃ سے ماخوذ ہے اور ضحوۃ کا معنی ہے: دن کا ابتدائی وقت،

[الضحو] مص [- والضحوة] ارتفاع النهار بعد طلوع الشمس (منجد الطلاب ص٤٢٣)

اور اضحیہ [قربانی] دن کے ابتدائی وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے اس لئے اضحیہ کو اضحیہ کہتے ہیں،

اضحیہ کی مشروعیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے،

قرآن: اللہ تعالی نے فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سورۂ کوثر ۲) سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے، صلوۃ سے مراد: عید الاضحی کی نماز ہے (جلالین مع حاشیة الجمل) اس آیت میں نماز اور نحر کو ذکر کے ساتھ خاص کیا اس لئے کہ نماز عبادتوں کا مجموعہ اور دین کا ستون ہے اور نحر میں کھلانا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کھلانا حقوق العباد کو قائم کرنا ہے لہٰذا آیت میں صلوۃ اور نحر کو ذکر کے ساتھ اس لئے بھی خاص کیا کہ صلوۃ میں حقوق اللہ کو قائم کرنا ہے اور نحر میں حقوق العباد کو قائم کرنا ہے (حاشية الصاوی ج ٤ ص ٣٣٩)

حدیث: آپ ﷺ نے دو املح [یعنی خالص سفید] سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی، اپنے دستِ مبارک سے انہیں ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور تکبیر پڑھی اور اپنا مبارک قدم ان کی گردن کے کنارہ پر رکھا، بعضوں نے کہا: املح یعنی جس کا سفید رنگ سیاہ رنگ سے زیادہ ہو اور بعضوں نے اس کے علاوہ کہا ہے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قربانی کے دن اللہ کو خون بہانے سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں سمیت آئیگا، خون گرنے سے پہلے ہی اللہ کے یہاں ایک بلند درجہ حاصل کرلیتا ہے تو تمہیں اپنی قربانی سے مسرور ہونا چاہئے۔ (ترمذی، ابن ماجه، مشکوٰة شریف)

مشروعیت

قربانی ۲ھ میں مشروع ہوئی (حاشية الجمل ج۵ ص ۲۵۰)

قربانی کرنے کی کیا وجہ ہے

قربانی اصل میں قربان سے ہے چنانچہ صراح میں لکھا ہے قربان بالضم وهو مایتقرب به الی الله تعالی، یقال قربت لله قربانا یعنی: قربان اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان

خدا تعالی کا قرب ڈھونڈ تا ہے چنانچہ کہتے ہیں: قربت لله قربانا [میں نے اللہ کے لئے قربانی دی] (حاشیۃ احکام الاسلام) چنانچہ انسان قربانی سے قرب الٰہی کا طالب ہو تا ہے اس لئے اس فعل کا نام بھی قربانی ہوا،

دراصل قربانی کیا ہے ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے عالم اور جاہل سب پڑھ سکتے ہیں وہ تعلیم یہ ہے کہ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں وہ تو "وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ" ہے ایسا پاک اور عظیم الشان کہ وہ تو کھلاتا ہے کھلایا نہیں جاتا (ایضاً) بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور میں اسی طرح قربان ہو جاؤ اور یہ بھی تمہارا ہی قربان ہونا ہے کہ اپنے بدلہ اپنا قیمتی پیارا جانور قربان کر دو،

جو لوگ قربانی کو خلافِ عقل کہتے ہیں وہ سن لیں کہ ادنی چیز اعلی کے بدلہ میں قربان کی جاتی ہے یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے، خود مؤلف مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم بچے تھے تو یہ بات سنی تھی کہ کسی کو زہریلا سانپ کاٹے تو وہ انگلی کاٹ دی جائے تاکہ پورا جسم زہریلا اثر سے محفوظ رہے گویا انگلی تمام جسم کے لئے قربان کی گئی ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رواج پوری دنیا میں ہے (احکام اسلام عقل کی نظر میں ج۲ ص١٦٤)

قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنا خلاف رحم نہ ہونے کی کیا وجہ ہے

خدا تعالیٰ کو ماننے والی قومیں خواہ وہ کوئی ہو اس بات کی ہر گز قائل نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ ظالم ہے بلکہ خدا تعالیٰ کو رحمن، رحیم مانتے ہیں اب خدا تعالیٰ کا فعل دیکھو کہ ہوا میں باز، شکرے، گدھ، چرغ وغیرہ شکاری جانور موجود ہیں اور وہ غریب پرندوں کا گوشت ہی کھاتے ہیں گھاس اور عمدہ سے عمدہ میوے اس قسم کی کوئی چیز نہیں کھاتے پھر دیکھو آگ میں پروانے کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے پھر پانی کی طرف خیال کرو کہ اس میں کس

قدر خونخوار جانور موجود ہیں گڑیال اور بڑی بڑی مچھلیاں، اود، بلاؤ وغیرہ یہ چھوٹے چھوٹے آبی جانوروں کو کھا جاتے ہیں بلکہ بعض مچھلیاں قطب شمالی سے قطب جنوبی تک شکار کے لئے جاتی ہیں، اب بتلاؤ کہ اس نظارۂ عالم کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قانون ذبح جو عام طور پر جاری ہے یہ کسی ظلم کی بناء پر ہے، ہرگز نہیں پھر انسان پر حیوان کے ذبح کرنے کی وجہ سے ظلم کا الزام کیا مطلب رکھتا ہے (اور اگر کھانے کو ظلم کہا جائے تو غلوں، ترکاریوں اور دودھ وغیرہ کھانے کو بھی ظلم کہا جا سکتا ہے جبکہ تمام عالم کا کارخانہ اسی پر چل رہا ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کے واسطے ہے اعلیٰ ادنیٰ کو کھا کر ظلم نہیں کرتا) (حاشیۂ احکام اسلام) اسی طرح اگر ساری گایوں کی پرورش کریں تو ایک وقت میں دنیا کی ساری زمین بھی ان کے چارے کے لئے کافی نہ ہوگی آخر بھوک پیاس سے ان کو مرنا پڑے گا جب کہ یہ نظارۂ قدرت موجود ہے تو ذبح کرنا خلاف مرضیٔ الٰہی کیوں ہے (احکام اسلام عقل کی نظر میں ج۲ ص۱٦٥)

قربانی کا حکم

(قربانی سنت مؤکدہ ہے) واجب نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے قربانی کا حکم دیا گیا لیکن تمھارے لئے سنت ہے (تحفة المحتاج ج۲ص۳٤٤) [آپ ﷺ کے حق میں قربانی واجب تھی] سنت سے مراد: سنت علی الکفایہ ہے اگر گھر والے متعدد و کثیر ہوں تو، یعنی: گھر کے افراد میں سے کوئی ایک شخص بھی قربانی کرے تو سب کی طرف سے ادا ہو گی لیکن سبھی افراد اس کو ترک کرے تو مکروہ ہے اور اگر گھر والے متعدد نہ ہوں بلکہ اکیلا ہو تو سنت عین ہے،

(جو قربانی کرنا چاہتا ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے عشرہ میں نہ) [سر وغیرہ کے] (بال حلق کرے اور نہ ناخن تراشے یہاں تک کہ قربانی کرے) مطلب یہ ہیکہ قربانی کے بعد بال حلق کرے اور ناخن تراشے، قربانی سے پہلے نہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: جب [ذی الحجہ کا] عشرہ داخل ہو جائے اور تم میں سے کسی کا ارادہ ہو قربانی کا تو نہ اپنے بال کو چھوئے [یعنی نہ بال حلق کرے] اور نہ ناخن تراشے، حلق میں بال تراشنا بھی شامل ہے اور بال حلق کرنا یا تراشنا جس طریقہ سے بھی ہو منع ہے (كفاية الاخيار ص ٦٩٥) (قربانی کا ارادہ نہ ہو تو ممانعت نہیں ہے) قربانی کا ارادہ ہو اور بال حلق کرے یا ناخن تراشے تو مکروہ ہے، نبی کریم ﷺ کی نہی کی وجہ سے۔

حکمت

بال حلق کرنے اور ناخن تراشنے میں ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ [بدن کے] مکمل اجزاء باقی رہیں تا کہ [جہنم کی] آگ سے آزادی ہو جائے (كفاية الأخيار ص ٦٩٥)

قربانی کا وقت

(اور) عید کے دن (جب سورج طلوع ہو جائے اور) اس کے بعد (نماز عید اور ٢ خطبوں کے بقدر وقت گزر جائے تو قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے لئے ذبح کیا (أيضاً ص ٧٠٠) مطلب یہ ہیکہ قربانی کے بغیر صرف گوشت کھانے کے لئے ذبح کیا (اور) قربانی کا وقت (نکلتا ہے ایام تشریق کے نکلنے سے ایام تشریق یعنی عید کے بعد والے ٣ دن) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایام منی سب کے سب نحر کا وقت ہے (كفاية مع تحقيق وتعليق ص ٧٠١)

(قربانی صحیح نہیں ہوتی مگر اونٹ یا گائے یا بکری سے) یہ وہ جانور ہیں جن میں زکات واجب ہوتی ہے چاہے مذکر ہوں، مونث ہوں یا خنثیٰ اگرچہ خصی ہوں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (سورۂ حج ٣٤) اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے (ترجمۂ قرآن) اور اس لئے کہ اضحیہ ایسی عبادت ہے جو جانوروں کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا زکات کی طرح [یعنی جس طرح جانوروں کی زکات انعام کے ساتھ خاص ہے اسی طرح] اضحیہ بھی نعم کے ساتھ خاص ہے۔

جانوروں کی عمر

(اور اونٹ کی کم سے کم عمر ۵ سال کی ہو اور چھٹے سال میں داخل ہوا ہو) تو قربانی کے لئے کافی ہو گا (اور گائے اور بکری کی) کم سے کم عمر (۲ سال کی ہو اور تیسرے سال میں داخل ہوئے ہوں اور بھیڑ کی) کم سے کم عمر (۱ سال کی ہو اور دوسرے سال میں داخل ہوا ہو) مطلب یہ ہیکہ مذکورہ جانور مذکورہ عمر کے ہوں تو ان کی قربانی کافی ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا: قربانی کرو جذع من الضأن یعنی ۱ سالہ بھیڑ کی، اور دوسری حدیث میں فرمایا: ذبح نہ کرو مگر مسنہ لیکن یہ تم پر دشوار ہو تو جذعۃ من الضان ذبح کرو، مسنہ یعنی: وہ اونٹ جس کو ۵ سال مکمل ہو کر چھٹا شروع ہوا ہو (اور اونٹ اور گائے ۷ آدمیوں کی طرف سے) قربانی کے لئے (کافی ہوتے ہیں اور بکری کافی نہیں ہوتی) قربانی کے لئے (مگر ایک شخص کی طرف سے)

بکری وغیرہ کو اپنی طرف سے ذبح کر کے ثواب میں اوروں کو شریک کرے تو کیا حکم ہے

فان ذبحها عنه وأشرك غيره في ثوابها جاز (اقناع ج۲ ص۲٤٠) **أي صحت التضحية مع هذا القصد** (حاشيۀ اقناع ج۲ ص۲٤٠) اگر اپنی طرف سے ذبح کرے۔ اور اپنے علاوہ کو ثواب میں شریک کرے تو جائز ہے۔ یعنی اس قصد کے باوجود قربانی صحیح ہو گی،

(اور ایک بکری) کی قربانی (افضل ہے اونٹ میں) ۷ آدمیوں کی (شرکت سے) اس لئے کہ اس میں خون بہنے کی کثرت کا اعتبار کیا گیا ہے (اور) قربانی کے جانوروں میں سب سے پہلے گوشت کی کثرت کا اعتبار کرتے ہوئے (اونٹ کی قربانی افضل ہے) اور جانوروں سے (پھر گائے کی) قربانی افضل ہے اور جانوروں سے، اس میں بھی گوشت کی کثرت کا اعتبار کیا گیا ہے (پھر بھیڑ کی) قربانی افضل ہے اور جانور سے اس لئے کہ اس کا گوشت دوسرے جانور سے زیادہ عمدہ ہوتا ہے (پھر بکری کی) قربانی افضل ہے **(ثم معز) احتاج لثم لان بعده مراتب اخرى (قوله لان بعده مراتب اخرى) قول بل لو لم يكن بعده مراتب اخرى لكان محتاجا لثم لدفع توهم ان المعز في رتبة الضأن** (منهاج مع تحفة وحاشيۀ عبادی ج۹ ص۳٥٠)

لفظ ثم لانے کی وجہ ذکر فرمارہے ہیں کہ کلمہ ثم لانے کی حاجت یہ ہے کہ اس کے اور مراتب ہیں میں کہتا ہوں اگر اس کے بعد مراتب نہ ہوتے تب بھی ثم کی حاجت تھی معز کے رتبہ ضأن میں ہونے کے وہم کو دفع کرنے کے لئے،

(اور) بکریوں میں سب سے پہلے قربانی کے لئے (سفید) رنگ کی (بکری افضل ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے دو املح [یعنی سفید] مینڈھوں کی قربانی کی، بعضوں نے کہا: املح یعنی جس کا سفید رنگ سیاہ رنگ سے زیادہ ہو، (تحفة المحتاج ج۹ ص ۳۵۰) (پھر زرد) رنگ کی بکری افضل ہے، پھر عفراء رنگ کی بکری افضل ہے، عفراء یعنی جس کی سفیدی خالص نہ ہو لیکن اس کا وہ موجودہ رنگ سفید ہی شمار ہوتا ہے، پھر سرخ رنگ کی بکری افضل ہے (پھر سفید و سیاہ) رنگ کی بکری افضل ہے، اور (پھر سیاہ) رنگ کی بکری افضل ہے (قربانی کے جانور کا ان عیوب سے صحیح سالم ہونا شرط ہے جو عیوب گوشت میں نقص پیدا کرے)

وہ (لنگڑا جانور) قربانی کے لئے (کافی نہ ہوگا) جس کا لنگڑا پن اس طور پر ظاہر ہو کہ یہ عذر اس کو چراگاہ کی طرف لے جانے میں مانع ہو (اور) وہ (کانا) جانور قربانی کے لئے کافی نہ ہوگا جس کا کانا پن ظاہر ہو (اور) وہ (بیمار) جانور جس کا مرض ظاہر ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: اندھا جانور جس کا اندھا پن ظاہر ہو، بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو لنگڑا جانور جسکا لنگڑا پن ظاہر ہو اور دبلا جانور جس کا دبلا پن ظاہر ہو ان میں سے ہر ایک جانور کی قربانی کافی نہ ہوگی (اگر یہ چیزیں کم ہوں تو جائز ہے) مطلب یہ ہیکہ لنگڑے جانور میں لنگڑا پن، کانے جانور میں کانا پن، اور مریض جانور میں مرض کم ہو تو ان کی قربانی کافی ہوگی، اس لئے کہ مذکورہ حدیث میں بیِّن کی قید ہے لہٰذا جب کم ہو تو منفی حکم مثبت میں تبدیل ہوگا (اور) وہ (لاغر جانور) جس کا لاغری نے گودا ہی ختم کر دیا ہو قربانی کے لئے (کافی نہ ہوگا اور پاگل) جانور قربانی کے لئے کافی نہ ہوگا (اور خارش والا) جانور قربانی کے لئے کافی نہ ہوگا، الجرباء وان کان الجرب يسيرا على الاصح _ لانه يفسد اللحم والودك (اقناع ج۲ ص۲۴۲)

خارش والے جانور کی قربانی اگرچہ خارش تھوڑی ہو اصح قول کے مطابق صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ یہ گوشت اور چربی کو فاسد کر دیتی ہے (اور وہ جانور جس کا بعض کان کٹا ہو اور جدا ہو گیا ہو اگرچہ تھوڑا ہو) قربانی کے لئے کافی نہ ہو گا (یا وہ جانور جس کی ران) کا (یا ران کے مانند) ہر بڑے عضو (کا کٹا ہوا حصہ اگر بڑا ہو) تو قربانی کے لئے کافی نہ ہو گا اور اگر کٹا ہوا حصہ چھوٹا ہو تو کافی ہو گا (اور کان چیرا ہوا جانور کافی ہو گا) اس لئے کہ یہ نشان ہے جس سے گوشت میں نقص پیدا نہیں ہوتا (اور مکمل یا بعض سینگ ٹوٹا ہوا) جانور کافی ہو گا، اس لئے کہ اس سے گوشت میں نقص پیدا نہیں ہوتا،

(وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَذْبَحَ بِنَفْسِه فَاِنْ لَمْ يُحْسِنْ فَلْيَحْضُرْ وَيَجِبُ اَنْ يَنْوِىَ عِنْدَ الذَّبْحِ وَيُنْدَبُ اَنْ يَاْكُلَ الثُّلُثَ وَيُهْدِى الثُّلُثَ وَيَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثِ وَيَجِبُ التَّصَدُّقُ بِشَيْئٍ وَاِنْ قَلَّ وَالْجِلْدُ يُتَصَدَّقُ بِه اَوْيَنْتَفِعُ بِه فِى الْبَيْتِ وَلَايَجُوْزُ بَيْعُه وَلَابَيْعُ شَيْئٍ مِنَ اللَّحْمِ وَلَايَجُوْزُ لَهُ الْاَكْلُ مِنَ الْاُضْحِيَةِ الْمَنْذُوْرَةِ اور افضل یہ ہے کہ) قربانی کرنے والا اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو تو (خود ذبح کرے) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ۲ مینڈھوں کی قربانی کی اور اپنا مبارک قدم ان کی گردن کے کنارہ پر رکھا اور اللہ کا نام لیا اور تکبیر پڑھی، قربانی کرنے والا اچھی طرح ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو کسی ایسے شخص کو وکیل بنائے جو اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو، **نعم الفضل لغير ذكر ان يوكل فيه** (فتح المعین مع ترشیح ص ۲۰۵) ہاں مذکر کے علاوہ [یعنی عورت] کے لئے افضل ہے کہ کسی کو وکیل بنائے، بچہ کا نائب بننا مکروہ ہے (ترشیح ص ۲۰۵) (اگر اچھی طرح) ذبح کرنا (نہ جانتا ہو تو) ذبح کی جگہ (حاضر رہے) مستحب ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فاطمہؓ سے فرمایا: اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر رہو (اور) قربانی کرنے والے پر (واجب ہے کہ ذبح کے وقت نیت کرے) لیکن مجموع میں ہے: **وهل يجوز تقديمها على حالة الذبح ام يشترط قرنها به فيه وجهان اصحهما جواز التقديم كما فى الصوم والزكوة على الأصح** (ج ۸ ص ۴۰۵) کیا وقت ذبح سے پہلے

نیت کرنا جائز ہے یا ذبح کے وقت کرنا ضروری ہے اس میں ۲ وجہ ہیں جن میں اصح وجہ کے مطابق وقت ذبح سے پہلے کرنا جائز ہے جیسے کہ روزہ اور زکوٰۃ میں جائز ہے اصح وجہ کے مطابق،

اعتراض اور جواب

اعتراض: اصح وجہ کے مطابق وقت ذبح سے پہلے نیت کرنا جائز ہے پھر مصنفؒ نے ذبح کے وقت نیت کو کیوں واجب قرار دیا؟

جواب: اصح وجہ میں معینہ بالنذر مراد ہے جس میں تقدیم جائز ہے اور مصنف نے غیر معینہ بالنذر کا حکم ذکر کیا ہے جس میں تقدیم جائز نہیں،

جانور کو ذبح کرنے کے لئے وکیل بناتے وقت مؤکل [وکیل بنانے والا] نیت کرے تو یہ نیت کافی ہوگی، **وان نوى عند دفعها الى الوكيل فقط فعلى الوجهين فى تقديم النية** (المجموع ج۸ ص٤٠٦) اگر مؤکل جانور وکیل کو دیتے وقت صرف نیت کرے تو نیت کو مقدم کرنے کے بارے میں جو ۲ وجہ ہیں ان کے مطابق فیصلہ ہوگا، [اور جن میں اصح وجہ کے مطابق نیت کو مقدم کرنا جائز ہے لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں صرف وکیل بناتے وقت مؤکل کی نیت کافی ہوگی] وکیل کے ذبح کے وقت مؤکل نیت کرے تو کافی ہے، **ولو وكله ونوى عند ذبح الوكيل كفى ذلك ولا حاجة الى نية الوكيل بل لو لم يعلم الوكيل انه مضح لم يضر** (المجموع ج۸ص٤٠٦) اگر مؤکل وکیل بنائے اور نیت کرے قربانی کی ذبح کے وقت تو یہ نیت کافی ہوگی وکیل کو نیت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وکیل کو علم نہ ہو کہ وہ قربانی کر رہا ہے [تب بھی] نقصان دہ نہیں (اور مستحب ہے کہ) قربانی کرنے والا قربانی کے گوشت میں سے ایک (تہائی کھائے) آپ ﷺ قربانی کے جگر میں سے کھاتے تھے (اور) ایک (تہائی) قربانی کے گوشت میں سے (ھدیہ دے اور) ایک (تہائی) کچا گوشت قربانی کے گوشت میں سے (صدقہ کرے) تحقیق و تعلیق میں ہے کہ [سنت] قربانی کے

گوشت کو ۳ حصوں میں تقسیم کرے اس طرح کے ان میں سے ایک حصہ گھر والوں کا، دوسرا حصہ صدقہ کا اور تیسرا حصہ دوست و احباب کو ہدیہ میں دینے کا، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو، (تحقیق و تعلیق فی کفایة ص ٧٠٤) سب گوشت صدقہ کرنا افضل ہے سوائے ایک یا دو لقموں کے ان کو کھانا سنت ہے (کفاية الاخيار ص٧٠٣) (اور کچھ) کچا گوشت (صدقہ کرنا اگرچہ تھوڑا ہو واجب ہے) تھوڑا یعنی اتنی مقدار میں صدقہ کرنا ضروری ہے جس کو دینا کہا جائے، (اقناع ج٢ ص٢٤٣) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ (سورۂ حج٢٨) اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو (ترجمۂ قرآن) (اور) قربانی کی (کھال کو صدقہ کرے) یہ افضل ہے (اقناع ج٢ ص٢٤٣) (یا کھال سے گھر میں فائدہ اٹھائے) یعنی اس کا فرش بنائے یا موزے بنائے یا اس کو بیٹھنے کے لئے استعمال کرے وغیرہ، لیکن واجب قربانی کی کھال ہو تو اس کو صدقہ کرنا واجب ہے (ایضاً) (اور کھال کو فروخت کرنا جائز نہیں اور گوشت میں سے کچھ) بھی (فروخت کرنا جائز نہیں) حدیث طویل میں ہے: "اجرت میں دینے سے منع فرمایا" جو فروخت کے حکم میں ہے،

قربانی کے چمڑے کو ذبح کرنے والے کی اجرت میں نیز مسجد وغیرہ کے ملازمین کی اجرت میں دینا کیسا ہے؟

قربانی کے چمڑے کو ذبح کرنے والے کی اجرت میں دینا جائز نہیں ہے، **اذا أعطى المضحى الجازر شيئا من لحم الاضحية او جلدها فان اعطاه لجزارته لم يجز** (المجموع ج٨ ص٤٢١) ذبح کی اجرت میں قربانی کا گوشت یا جلد دینا جائز نہیں، نیز مسجد وغیرہ کے ملازمین کی اجرت میں دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ قربانی کے گوشت یا کھال کو معاوضہ میں دینا جائز نہیں ہے، ہاں اگر ذبح کرنے والے کو اس کی اجرت علیحدہ دے اور فقیر یا مسکین ہونے کی بناء پر گوشت یا چمڑا دے تو یہ جائز ہے **وان اعطاه اجرته ثم أعطاه اللحم لكونه**

فقیرا اجاز کمایدفع الی غیرہ من الفقراء (المجموع ج٨ ص٤٢١) اجرت ذبح کے بعد اور فقیروں کی طرح اس کو بھی گوشت دینا جائز ہے،

قربانی کے چمڑوں سے مدارسِ دینیہ کے لئے کافی سہولتیں ہوتی ہیں لہٰذا کس صورت میں قربانی کے چمڑے مدارسِ دینیہ کو دے سکتے ہیں؟

قربانی کے چمڑے مدارسِ دینیہ کو اس صورت میں دے سکتے ہیں کہ غریب طلبہ کو چمڑوں کا مالک بنا دیا جائے پھر یہ طلبہ ذمہ داران مدرسہ کے ذریعہ یا بذاتِ خود چمڑوں کو فروخت کریں اور حاصل شدہ رقم سے اپنی خوراکی فیس ادا کریں، **لا تمليكهم أى لايجوز تمليك الأغنياء منها شيئا و محله ان كان ملكهم ذلك ليتصرفوا فيه بالبيع و نحوه كأن قال لهم ملكتكم هذا لتتصرفوا فيه بما شئتم أما اذا ملكهم اياه لا لذلك بل للأكل وحده فيجوز ويكون هدية لهم وهم يتصرفون فيه بنحو أكل وتصدق وضيافة لغنى و فقيرا لا ببيع وهبة وهذا بخلاف الفقراء فيجوز تمليكهم اللحم ليتصرفوا فيه بما شاءوا ببيع او غيره** (فتح المعين مع اعانة ج٢ ص٣٣٤) مالدار کو گوشت یا جلد دی جائے تو اس کے لئے کھانا، صدقہ کرنا اور ضیافت کرنا جائز ہے، فروخت اور ہبہ کرنا جائز نہیں اور فقیروں کے لئے فروخت وغیرہ بھی جائز ہے،

اسکول اور کالج کے ذمہ دار حضرات کے پاس قربانی کے چمڑے دیں پھر یہ حضرات ان چمڑوں کو فروخت کریں اور ان کی جو رقم حاصل ہو گیا اس سے اسکول اور کالج کے غریب بچے اپنے لئے کتابیں خرید سکتے ہیں؟

مسئلہ کا دارو مدار غربت اور تونگری پر ہے۔ لہٰذا اسکول اور کالج کے غریب بچوں کو چمڑوں کا مالک بنا دیا جائے پھر یہ غرباء بذات خود یا ذمہ داران اسکول کے ذریعہ چمڑوں کو فروخت کریں اور حاصل شدہ رقم سے کتابیں خریدیں (بحواله مذكوره بالا)

کیا قربانی کے چمڑے کو فروخت کرنا رقم کو صدقہ کرنے کی نیت سے جائز ہے؟

والصحیح المشهور الذی تظاهرت علیه نصوص الشافعی وقطع به الجمهور انه لایجوز هذا البیع (یصرف ثمنه مصرف الاضحیة) کما لایجوز بیعه لاخذ ثمنه لنفسه(شرح مهذب ج۸ ص٤٢٠) صحیح اور مشہور قول جس پر امام شافعیؒ کے نصوص واضح ہیں اور جمہور کا بھی فیصلہ ہے کہ جلد کو فروخت کرنا رقم کو صدقہ کرنے کی نیت سے جائز نہیں جیسا کہ خود رقم پر قبضہ کرنے کی نیت سے جائز نہیں۔

(اور قربانی کرنے والے کے لئے منذورہ)یعنی نذرمانی ہوئی (قربانی میں سے) کچھ بھی (کھانا جائز نہیں ہے)

زندہ کی جانب سے اس کی اجازت کے بغیر اور میت کی جانب سے وصیت کے بغیر قربانی کرنے کا حکم کیا ہے؟

ولا تضحیة لاحد عن اخر بغیر اذنه _ بخلاف ما اذا اذن له (فتح الوهاب ج۲ ص۱۸۹) دوسرے کی جانب سے بغیر اس کی اجازت کے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اجازت ہو تو جائز ہے، ولا عن المیت اذا لم یوص بها(مغنی المحتاج ج۳ص۷۰)فان أوصی بها جاز (مغنی المحتاج) اور میت کی جانب سے وصیت کے بغیر قربانی کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر وصیت ہو تو جائز ہے۔

میت کی وصیت ہونے کی وجہ سے اگر اس کی جانب سے قربانی کرے تو اس کے اور منذورہ قربانی کے گوشت کا حکم کیا ہے؟

وسن له اکل من اضحیة تطوع بخلاف الواجبة و بخلاف ما لو ضحی بها عن غیره کمیت،(فتح الوهاب ج۲ص۱۸۹)یعنی قربانی کرنے والے کے لئے اگر سنت قربانی ہو تو اس کا گوشت کھانا سنت ہے اور اگر واجب یعنی منذورہ ہو یا میت کی جانب سے قربانی کی ہو تو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے، وقد نص علی هذه المسلة _ وجزم القفال بانه لایجوز للمضحی أن یأکل منها شیئا(الحاوی للفتاوی ج۱ ص۳۳۰) یعنی مذکورہ

مسئلہ پر صراحت کرتے ہوئے قفالؒ نے اپنے فتاوی میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ میت کی جانب سے قربانی کرنے والے کے لئے قربانی کے گوشت میں سے کچھ بھی کھانا جائز نہیں،

اگر کوئی شخص قربانی کے گوشت کو پکا کر فقراء اور مساکین کو دعوت دے تو کیا حکم ہے؟

ویشترط فی اللحم أن یکون نیئا لیتصرف فیه من یأخذه بما شاء من بیع وغیره فلا یکفی جعله طعاما ودعاء الفقراء الیه لان حقهم فی تملکه ولاتملیکهم له مطبوخا (اقناع ج۲ ص۲۸۲) قربانی کا کچا گوشت دینا شرط ہے تاکہ لینے والا جس طرح سے تصرف کرنا چاہے مثلاً بیع وغیرہ کے ذریعہ کر سکے لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی کے گوشت کو پکا کر فقراء اور مساکین کو دعوت دے تو کافی نہ ہوگا اس لئے کہ ان کا حق یہ ہے کہ ان کو مالک بنا دیا جائے اور اس طرح پکانے اور دعوت دینے کی صورت میں مالک بنانا نہیں ہوتا۔

قربانی کا گوشت کافر کو دینا کیسا ہے؟

ناجائز ہے، ویطعموا الفقراء والمساکین من المسلمین ــ وخرج بقید المسلمین غیرهم فلایجوز اطعامهم منها (ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۲۴۳) مسلمان فقراء اور مساکین کو کھلایا جائے اور مسلمین کی قید سے ان کے علاوہ نکل گئے لہٰذا غیروں کو کھلانا جائز نہیں۔

آپ ﷺ کی جانب سے قربانی کرنا مشروع [ثابت] ہے یا نہیں

وعن محمد بن اسحاق السراج النیسابوری انه ختم عن النبی صلی الله علیه وسلم کثر من عشرة آلاف ختمة وضحی عنه مثل ذلک الخ ولکن هؤلاء ائمة مجتهدون فان مذهب الشافعی ان التضحیة عن الغیر بغیر اذنه لاتجوز کما صرح به المصنف فی باب الاضحیة وعبارته هناک ولاتضحیة عن الغیر بغیر اذنه ولا عن المیت اذالم یوص بها (مغنی المحتاج ج۳ ص۷۰) آپ ﷺ کی جانب سے قربانی کرنے کے متعلق صاحبِ مغنیؒ فرماتے ہیں: محمد بن اسحاق نے آپ ﷺ کی طرف سے دس ہزار

سے زائد قرآن شریف ختم کئے تھے اور اسی طرح آپ ﷺ کی جانب سے قربانیاں بھی دی تھیں الخ، لیکن یہ ائمہ مجتہدین ہیں جو اس سے منع کرتے ہیں اس لئے کہ مسلک شافعی میں غیر یعنی دوسرے کی جانب سے اس کی اجازت کے بغیر قربانی کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ مصنفؒ نے باب الاضحیہ میں اس کی صراحت کی ہے اور آپ کی عبارت یہ ہے، ''ولا تضحیۃعن الغیر بغیر اذنہ ولاعن المیت اذالم یوص بھا''یعنی غیر کی جانب سے اس کی اجازت کے بغیر اور میت کی جانب سے وصیت کے بغیر قربانی کرنا جائز نہیں ہے، مذکورہ تفصیل کی روشنی میں بمسلک شافعی آپ ﷺ کی جانب سے قربانی کرنا مشروع نہیں ہے۔

(فصل)

(يُنْدَبُ لِمَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ اَنْ يَحْلِقَ رَاْسَهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيَتَصَدَّقَ بِوَزْنِ شَعْرِهِ ذَهَباً اَوْ فِضَّةً وَاَنْ يُؤَذِّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَيُقِيْمَ فِي الْيُسْرٰى ثُمَّ اِنْ كَانَ غُلَاماً ذُبِحَ عَنْهُ شَاتَانِ تُجْزِيَانِ فِي الْاُضْحِيَةِ وَاِنْ كَانَتْ جَارِيَةً فَشَاةٌ وَتُطْبَخُ بِحُلْوٍ وَلَايَكْسِرُ الْعَظْمَ وَيُفَرِّقُ عَلَى الْفُقَرَاءِ وَيُسَمِّيْهِ بِاسْمٍ حَسَنٍ كَمُحَمَّدٍ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ)

(فصل)

(عقیقہ کے بیان میں)

عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

لغت: بچہ کی ولادت کے وقت اس کے سر پر جو بال ہوتا ہے اسے لغت میں عقیقہ کہتے ہیں،

شرعا: بچہ کے بال کو حلق کرنے کے وقت جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے شرعاً عقیقہ کہتے ہیں،

عقیقہ کو عقیقہ کیوں کہتے ہیں

عق کے معنی ہے: پھاڑنا، کاٹنا، اور اس جانور کے مقام ذبح کو کاٹا جاتا ہے اس لئے اس کو عقیقہ [کاٹا ہوا] کہا جاتا ہے، اور بال بھی اس وقت حلق کئے جاتے ہیں یعنی کاٹے جاتے ہیں۔

عقیقہ کی مشروعیت کی حکمت

(١)بچہ پر خوشی کا اظہار ہو،

(٢)بچہ کے نسب کی نشر واشاعت ہو،

مصنفؒ نے باب العقیقہ کو باب الاضحیۃ کے بعد اس لئے ذکر فرمایا کہ عقیقہ کے بہت سے مسائل اضحیہ کے بہت سے مسائل سے مشترک ہیں،

(جس کے یہاں بچہ پیدا ہو جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ) بچہ کی پیدائش کے (ساتویں دن بچہ کے سر کا حلق کرے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اپنے عقیقہ کے عوض مرتہن ہے اس کی جانب سے ساتویں دن ذبح [عقیقہ] کیا جائے، سر کا حلق کیا جائے اور [ساتویں دن] اس کا نام رکھا جائے، سنت یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں روز ہو، حضرت عائشہ کی روایت کی بناء پر، فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین علیہما السلام کا عقیقہ کیا ساتویں روز اور نام رکھا اور حکم دیا ان کے سر سے بال ہٹانے کا [مراد سر منڈانے کا] اگر اس کو ساتویں روز سے پہلے یا بعد کرے تو صحیح ہو گا (مہذب فی المجموع ج٨ ص٤٢٧)

عقیقہ کا وقت

بچہ کی مکمل پیدائش سے عقیقہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

ساتویں روز عقیقہ نہ کرسکے تو کب کیا جائے

إن لم تذبح في السابع ذبحت في الرابع عشر وإلا ففي الحادي والعشرين ثم هكذا في الأسابيع (شرح مہذب ج٨ ص٤٣١) **فان اخر حتى بلغ سقط حكمها في حق غير المولود وهو مخير في العقيقة عن نفسه** (ایضاً) اگر ساتویں روز نہ کرسکے تو چودھویں روز عقیقہ کرے ورنہ اکیسویں روز کرے پھر اسی طرح ساتویں روز کے اعتبار سے، اگر تاخیر ہو یہاں تک کہ بالغ ہو جائے تو ولی [ذمہ دار] کے حق میں عقیقہ کا حکم ساقط ہو گا اور بچہ کے لئے اپنے بارے میں اختیار رہے گا، **يحسب يوم الولادة من السابع كما**

فی المجموع بخلاف الختان فانہ لایحسب منھا کماصححہ فی الزوائد(اقناع ج۲ ص٢٤٥) ساتویں روز میں پیدائش کا دن شمار ہوگا جیسے کہ مجموع میں ہے برخلاف ختنہ کے کہ اس کے لئے شمار نہ ہوگا جیسے کہ اس کو صحیح قرار دیاہے زوائد میں،

(اور بچہ کے بال کے وزن کی مقدار سونا یا چاندی صدقہ کرے) مطلب یہ ہیکہ اگر سونا صدقہ کرنے کا ارادہ نہ ہو تو چاندی صدقہ کرے، دونوں کے درمیان اختیار ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو حکم دیا فرمایا حسینؓ کے بال لو اور اس کے وزن کے مطابق چاندی صدقہ کرو اور عقیقہ کا پیر دایہ کو دیدو، چاندی سے سونے کو قیاس کیا گیاہے

(اور یہ کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور بائیں) کان (میں اقامت پڑھی جائے) آپ ﷺ نے حضرت حسنؓ کی ولادت کے بعد ان کے کان میں اذان دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں اقامت پڑھو اس سے بچہ کو ام الصبیان کی تکلیف نہ ہوگی،

أم الصبیان یعنی: وھی التابعۃ من الجن، وقیل: مرض یاخذھم فی الصغر(تحقیق وتعلیق فی کفایۃ ص٧٠٦) ام صبیان سے مراد: یاتو جنیہ ہے اور ایک قول کے مطابق ایک قسم کی بیماری ہے جو بچوں کو لاحق ہوتی ہے اور جس سے بچے بیہوش ہوجاتے ہیں،

مستحب ہے کہ بچہ کے کان میں یہ پڑھے: **وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ**(کفایۃالأخیار ص٧٠٧)

حکمت

ولادت کے بعد شیطان بچہ کو گمراہ کرنے کے چکر میں رہتا ہے لہٰذا اذان واقامت مشروع کی گئی کیونکہ وہ ان کو سن کر بھاگ جاتا ہے، (تحفۃ المحتاج ج٩ص٣٧٦)

(پھر اگر) پیدا شدہ (لڑکا ہو تو اس کی طرف سے ۲ بکریاں جو قربانی کے لئے کافی ہوتی ہیں ذبح کرے اور اگر) پیدا شدہ (لڑکی ہو تو) اس کی طرف سے (ایک بکری) ذبح کرے جو قربانی کے لئے کافی ہوتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے ۲ بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے (كفاية الاخيار ص ٧٠٤) عقیقہ کے جانور کے لئے وہی احکام وشرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے لئے ہیں، اور اس کے علاوہ افضلیت وغیرہ کے بھی وہی احکام ہیں جو قربانی کے جانور میں ہیں، اس صورت میں اگر بڑا جانور ہو تو لڑکے کیلئے ۲ حصے اور لڑکی کے لئے ایک حصہ ہو گا، ويتأدى اصل السنة عن الغلام بشاة واحدة (مغنى ج ٤ ص ٢٩٣) سنت ادا ہو جاتی ہے لڑکے کی جانب سے ایک بکری [مراد چھوٹا جانور ذبح کرنے] سے، اس صورت میں اگر بڑا جانور ہو تو لڑکے کے لئے بھی لڑکی کی طرح ایک حصہ ہو گا چونکہ ایک چھوٹا جانور بڑے جانور کے سات حصوں میں سے ایک حصہ کے قائم مقام ہے (ایضاً)

کسی کو بیک وقت ۲ یا زائد بچے پیدا ہو جائیں اور ایک چھوٹا جانور ذبح کرے تو عقیقہ کا حکم کیا ہو گا

ولو ولد له ولدان فذبح عنهما شاة لم تحصل العقيقة (المجموع ج٨ ص ٤٢٩) اگر کسی کو [بیک وقت] ۲ بچے [یا زائد] پیدا ہو جائیں اور ان کی طرف سے ایک بکری [مراد چھوٹا جانور] ذبح کرے تو عقیقہ ادا نہ ہو گا، لہٰذا ہر ایک بچہ کے لئے ایک چھوٹا جانور ذبح کرنا ہو گا،

ایک گائے قربانی کے اعتبار سے ۷ آدمیوں کی طرف سے کافی ہوتی ہے لہٰذا گائے میں قربانی کے ٦ حصے اور عقیقہ کا ایک حصہ یا قربانی کے ۵ اور عقیقہ کے ۲ حصے شامل کر سکتے ہیں

والبعير والبقرة يجزء كل منهما عن سبعة _ وسواء اتفقوا في نوع القربة أم اختلفوا كما إذا قصد بعضهم التضحية وبعضهم الهدى وكذا لو أراد بعضهم اللحم

وبعضهم الاضحية ولهم قسمة اللحم، سواء أرادوا كلهم العقيقة و بعضهم العقيقة وبعضهم اللحم (مغنی ج٤ ص٢٩٣٢٨٥) اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک سات افراد کی طرف سے کافی ہے چاہے عبادت کی نوع میں سب متفق ہوں یا مختلف جیسے کہ بعض نے قربانی کا اور بعض نے ھدی کا قصد کیا ہو اور اسی طرح اگر بعض نے گوشت کا اور بعض نے قربانی کا ارادہ کیا ہو ان کے لئے رواں ہے گوشت کا تقسیم کرنا چاہے سب نے عقیقہ کا ارادہ کیا ہو یا بعض نے عقیقہ کا اور بعض نے گوشت کا۔ مذکورہ تفصیل کی روشنی میں صورت مسئولہ میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصوں کو بھی شامل کر سکتے ہیں بشرطیکہ قربانی اور عقیقہ کے حصوں کی مجموعی تعداد ے حصوں سے زائد نہ ہو،

(اور) عقیقہ کا گوشت (پکایا جائے میٹھی چیز کے ساتھ) مگر اس کا پیر دایہ کو کچا دیدیا جائے اس لئے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو حکم دیا فرمایا: حسین کے بال لو اور اس کے وزن کے مطابق چاندی صدقہ کرو اور عقیقہ کا پیر دایہ کو دے دو، **ويستحب ان لا يتصدق به نيئا بل مطبوخا على الاصح ويستحب طبخه بحلو على الاصح** (كفاية الأخيار ص٧٠٦) اور اصح قول کے مطابق مستحب ہے کہ عقیقہ کا گوشت کچا صدقہ نہ کرے بلکہ پکایا ہوا [صدقہ کرے] اور اصح قول کے مطابق مستحب ہے کہ عقیقہ کے گوشت کو میٹھی چیز کے ساتھ پکایا جائے،

حکمت

عقیقہ کا گوشت میٹھی چیز کے ساتھ پکانے میں حکمت فالِ نیک لینا ہے، وہ یہ ہے کہ بچہ کے اخلاق عمدہ ہوں،

(اور) عقیقہ کے جانور کی (ہڈی نہ توڑے) سنت ہے (إقناع ج٢ ص٢٤٦) اگر توڑے تو خلافِ اولی ہے،

حکمت

ہڈی نہ توڑنے میں حکمت فالِ نیک لینا ہے وہ یہ ہے کہ بچہ کے اعضاء صحیح سالم رہیں، ہڈیوں کو جوڑوں سے الگ کرنا مستحب ہے (المجموع ج۸ ص۴۳۰) (اور) مستحب ہے کہ (فقراء پر) عقیقہ کا گوشت میٹھی چیز کے ساتھ پکایا ہوا (تقسیم کیا جائے) جیسا کہ گزر گیا مگر اس کا پیر دایہ کو کچا دے دیا جائے [قربانی کے گوشت کی تقسیم کی طرح عقیقہ کے گوشت کی تقسیم ہو گی اور قربانی کے گوشت کی طرح عقیقہ کا گوشت بھی کافر کو دینا جائز نہیں]

کوئی شخص کہے صحیح سالم بچہ یا بچی پیدا ہو جائے تو میں اللہ کے لئے عقیقہ کو اپنے اوپر لازم کرتا ہوں تو کیا ایسی صورت میں عقیقہ لازم ہو گا؟

یجب بالنذر جمیع الطاعات المستحبۃ (مھذب فی المجموع ج۸ ص۴۵۲) نذر ماننے سے تمام مستحب عبادتیں واجب ہو جاتی ہیں [اس میں عقیقہ داخل ہے] لہٰذا مذکورہ صورت میں عقیقہ کرنا لازم ہو گا اور اس صورت میں عقیقہ کے گوشت میں سے کچھ بھی کھانا جائز نہیں، (فتح الوھاب ج۲ ص۱۸۹) (اور) [مستحب ہے] یہ کہ (بچہ کا اچھا نام رکھے جیسے محمد اور عبد الرحمن) اور عبد اللہ یہ افضل نام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن محبوب نام ہے،

اگر نام رکھنے سے پہلے بچہ مر جائے تو نام رکھے یا نہیں

اگر نام رکھنے سے پہلے بچہ مر جائے تو بھی نام رکھنا مستحب ہے،

ذبح کرنے میں کتنی چیزیں کاٹنا ضروری ہیں

ذبح کرنے میں ۲ چیزیں کاٹنا ضروری ہیں (۱) حلقوم یعنی سانس کی نالی (۲) مرئ یعنی غذا کی نالی (ترشیح ص۲۰۵)

ذبح کے وقت کونسی چیزیں مستحب ہیں

ذبح کے وقت یہ چیزیں مستحب ہیں (۱) بسم اللہ الخ پڑھنا (۲) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر درود پڑھنا (۳) قبلہ رخ ہونا اور جانور کا رخ بھی قبلہ کی طرف کرنا (۴) تکبیر پڑھنا (متن الغایہ) ایک مرتبہ بھی پڑھنے سے سنت حاصل ہوتی ہے، اکمل طریقہ ۳ مرتبہ پڑھنا ہے، (حاشیۂ اقناع ج۲ ص۲٤۳) (۵) دعاء پڑھنا: **اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنْکَ وَاِلَیْکَ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ** [اگر قربانی دوسرے کی ہو تو منی کی جگہ اس کا نام لے عقیقہ کی دعاء اس طرح پڑھے: **اَللّٰھُمَّ لَکَ وَاِلَیْکَ عَقِیْقَۃً مِنِّیْ** اگر عقیقہ دوسرے کا ہو تو منی کی جگہ اس کا نام لے] (ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۲٤۳) (٦) ذبح کرنے کے آلہ کو تیز کرنا (۷) آلہ کو طاقت سے اور زور دے کر گھمانا (۸) حلقوم اور مریٔ کے بازو کی دوشہ رگوں کو کاٹنا (۹) ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرنا۔ (ترشیح ص۲۰۵)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْأَطْعِمَةِ)

(يُؤْكَلُ بَقَرُ الْوَحْشِ وَحِمَارُ الْوَحْشِ وَالضَّبُعُ وَالثَّعْلَبُ وَالْاَرْنَبُ وَالْقُنْفُذُ وَالْوَبْرُ وَالظَّبْيُ وَالضَّبُّ وَالنَّعَامَةُ وَالْخَيْلُ)

(بَابُ الْأَطْعِمَةِ)

(حلال وحرام چیزوں کا بیان)

ان کی جانکاری دین کے اہم امور میں سے ہے اس لئے کہ حلال وحرام کی پہچان فرض عین ہے، حرام چیز کھانے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: حرام سے بڑھنے والے گوشت کا مناسب ٹھکانہ جہنم ہے،

آیات: (١) قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّماً (سورۂ انعام ١٤٥) آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں (ترجمۂ قرآن)

(٢) وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ (سورۂ اعراف ١٥٧) اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں (ترجمۂ قرآن)

(جنگلی گائے) اور (جنگلی گدھا) کھایا جائے گا، یعنی جائز ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے جنگلی گدھا کھانے کی اجازت دی اور خود نے بھی اس میں سے نوش فرمایا، اس پر قیاس کیا گیا جنگلی گائے کو، اور (ترس) کھایا جائے گا جائز ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو کھانا حلال ہے، اور (لومڑی) کھائی جائے گی جائز ہے، اس لئے کہ عرب اس کو پسند کرتے ہیں اور (خرگوش) کھایا جائے گا جائز ہے، کیونکہ اس کا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں سے نوش فرمایا، اور (سفید چوہا) کھایا جائے گا جائز ہے، اس لئے کہ یہ حشرات کی نجاست سے مستثنی ہے کیونکہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اس کے برخلاف حشرات نجس ہیں گوشت میں خباثت کی وجہ سے،

اور (وبر) کھایا جائے گا جائز ہے، وبر یعنی بلی کی قسم کا ایک چھوٹا سا جانور، جس کو دم نہیں ہوتی، اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے دانت کمزور ہوتے ہیں اور اس میں دوسرے جانور کو شکار کرنے کی قدرت نہیں ہوتی اور (ہرن) کھایا جائے گا جائز ہے، اور (گوہ) کھایا جائے گا جائز ہے، اس لئے کہ یہ آپ ﷺ کے دستر خوان پر کھایا گیا، گوہ کو کوکنی میں "گھورپل" کہتے ہیں، اور (شتر مرغ) کھائی جائے گی، اس لئے کہ یہ طیبات میں سے ہے (اور گھوڑا کھایا جائے گا) جائز ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت مرحمت فرمائی، مصنفؒ کھائی جانے والی چیزوں کے ذکر سے فارغ ہوئے اب آگے نہ کھائی جانے والی چیزوں کو ذکر فرمارہے ہیں:

(وَلَا يُؤْكَلُ السِّنَّوْرُ وَلَا الْحَشَرَاتُ الْمُسْتَخْبَثَةُ كَالنَّمْلِ وَالذُّبَابِ وَنَحْوِهِمَا وَلَامَا يَتَقَوّىٰ بِنَابِه كَالْاَسَدِ وَالْفَهْدِ وَالنَّمِرِ وَالذِّئْبِ وَالدُّبِّ وَالْقِرْدِ وَنَحْوِهَا وَمَايَصْطَادُ بِالْمِخْلَبِ كَالصَّقْرِ وَالشَّاهِيْنِ وَالْحِدَأَةِ وَالْغُرَابِ اِلَّا غُرَابَ الزَّرْعِ فَيُؤْكَلُ وَمَا تَوَلَّدَ مِنْ مَاْكُوْلٍ وَغَيْرِ مَاْكُوْلٍ لَايُؤْكَلُ كَالْبَغْلِ وَالْيَعْفُوْرِ وَيُؤْكَلُ كُلُّ صَيْدِ الْبَحْرِ اِلَّا الضِّفْدَعَ وَالتِّمْسَاحَ وَالسُّلَحْفَاةَ وَكُلَّ مَاضَرَّ اَكْلُه كَالسُّمِّ وَالزُّجَاجِ وَالتُّرَابِ اَوْ كَانَ نَجِساً اَوْ طَاهِراً مُسْتَقْذَراً كَالْبُصَاقِ وَالْمَنِيِّ لَايَحِلُّ اَكْلُه فَاِنِ اضْطَرَّ اِلٰى اَكْلِ الْمَيْتَةِ اَكَلَ مِنْهَا مَا يَسُدُّ رَمَقَه فَاِنْ وَجَدَ مَيْتَةً وَطَعَامَ الْغَيْرِ اَوْ مَيْتَةً وَصَيْداً وَهُوَ مُحْرِمٌ اَكَلَ الْمَيْتَةَ اور بلی نہیں کھائی جائے گی) جائز نہیں، حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ سے کتے اور بلی کی قیمت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس سے ڈانٹا (اور زمین میں رہنے والے چھوٹے چھوٹے خبیث قسم کے جانور) نہیں کھائے جائیں گے جائز نہیں (جیسے چونٹی اور مکھی) چونٹی کو مارنا حرام ہے اس لئے کہ حدیث میں قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اس سے [سلیمانی چونٹی یعنی] بڑی چونٹی مراد ہے، کیونکہ یہ تکلیف دہ نہیں ہے اس کے برخلاف چھوٹی چونٹی کو مارنا جائز ہے اس لئے کہ یہ تکلیف دہ ہے، بلکہ مارنے کے علاوہ جلائے بغیر تکلیف دور نہ ہو تو جلانا بھی جائز ہے (اور ان دونوں کے مانند)

جیسے خنفساء ان کو بھی نہیں کھایا جائے گا جائز نہیں، [خنفساء کا معنی ہے: کالا کیڑا جو گوبر میں ہوتا ہے] (اور اپنے) کچلی کے (دانت سے شکار کرنے والے جانور) نہیں کھائے جائیں گے جائز نہیں (جیسے شیر) اور (چیتا) اور (مینا) اور (بھیڑیا) اور (ریچھ) اور (بندر) اور (ان کے مانند) جیسے ہاتھی وغیرہ ان کو بھی نہین کھایا جائے گا، نبی کریم ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور چنگل والے پرندے کو کھانے سے منع کیا،

(اور پنجہ سے شکار کرنے والے پرندے) ان کو نہیں کھایا جائے گا (جیسے شکرا) یہ شکاری پرندہ کا نام ہے، اور (باز) اور (چیل اور کوا مگر کھیت والا کوا اس کو کھایا جائے گا) جائز ہے،

کوے کی قسمیں

کوے کی متعدد قسمیں ہیں (۱) ابقع: وہ کوا جس میں سیاہی اور سفیدی ہو (۲) **عقعق**: وہ کوا جس میں سفیدی و سیاہی ہو، اس کی دم طویل اور پر چھوٹے ہوں اس کی آواز عق عق یعنی عین قاف ہو، (بیان اللسان) میں ہے: جن کا رنگ سفیدی اور سیاہی سے مخلوط ہوتا ہے، آواز اس کی عین قاف ہے، ج عقاعق (ص ۵۳۳) (۳) **غداف کبیر**: پہاڑی کوا جو پہاڑوں میں رہتا ہے۔ یہ تینوں نجس اور حرام ہیں۔ (۴) زرع: کالا چھوٹا کوا اور کبھی کبھی اس کی چونچ اور پاؤں سرخ ہوتے ہیں (۵) **غداف صغیر**: جو کالا یا مٹیالے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں حلال ہیں کیونکہ یہ غلہ اور دانے کھاتے ہیں،

(اور جو جانور ماکول) کھائے جانے والے (اور غیر ماکول) نہ کھائے جانے والے (جانور سے پیدا ہو اس کو نہیں کھایا جائے گا جیسے خچر اور یعفور) اس صورت میں حرمت کو غلبہ دیا گیا ہے لیکن شارحؒ فرماتے ہیں کہ یعفور یعنی ہرن ماکول اور غیر ماکول سے پیدا شدہ نہیں ہے بلکہ یہ حلال اور پاک ہے [صرف ماکول جانور سے پیدا شدہ ہے]

یہاں تک برّی جانوروں کا ذکر ہوا، آگے سمندری جانوروں کا ذکر ہے:

(اور ہر سمندری شکار کھایا جائے گا مگر مینڈک) اس کو نہیں کھایا جائے گا جائز نہیں، اس لئے کہ یہ سمندر اور خشکی دونوں میں زندگی گزارتا ہے، **الصحیح من مذھبنا حل جمیع میتات البحر الا الضفدع**(شرح مھذب ج۹ ص۳۳) **مذہب میں صحیح قول کے مطابق** سمندر کے تمام مرے ہوئے جانور حلال ہیں سوائے مینڈک کے، صرف خشکی پر زندہ رہتا ہو تو بھی کھانا جائز نہیں زمین کے حشرات میں شامل ہونے کی وجہ سے جیسا کہ زمین کے حشرات: سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ ناجائز ہیں(مھذب مع المجموع ج۹ ص۱۳)

کالوا کھانا کیسا ہے

کالوا اگر سمندر میں زندگی گزارتا ہو اور خشکی پر زندہ نہ رہتا ہو تو کھانا جائز ہے، صرف خشکی پر زندہ رہتا ہو تو ناجائز ہے، اور اگر خشکی اور سمندر دونوں میں زندگی گزارتا ہو تو بھی ناجائز ہے(بحوالجات مذکورہ بالا)

اور (مگرمچھ اور کچھوا) یہ مستثنیات سمندری حیوانات ہیں، لیکن نجس ہیں، ان کے گوشت میں خباثت اور گندگی ہے لہٰذا کھانا جائز نہیں (اور ہر وہ چیز جس کا کھانا نقصان دہ ہو جیسے زہر) اور (شیشہ اور مٹی) ان کو کھانا جائز نہیں، اس لئے کہ ضرر ہے (یا) کھانا نقصان دہ نہ ہو لیکن وہ چیز (ناپاک ہو) تو کھانا جائز نہیں اس لئے کہ نجس ہے (یا) وہ چیز (پاک ہو لیکن گھن آور ہو جیسے تھوک اور منی تو ان کو کھانا جائز نہیں) اس لئے کہ استقذار ہے،

(اگر کوئی شخص) حلال چیز نہ ہونے کی وجہ سے (مردہ کھانے کے لئے مضطر) مجبور (ہو جائے) ہلاکتِ جان کے خوف سے (تو مردہ میں سے جان بچانے کی مقدار کھائے) جائز ہے چونکہ ہلاکت جان کا خوف ہے اور اگر مرض بڑھنے کے خوف سے کوئی شخص مردہ کھانے کے لئے مضطر ہو حلال چیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کا بھی حکم وہی ہو گا جو ہلاکت جان کے خوف سے مردہ کھانے کے لئے مضطر ہونے والے کا حکم بیان ہوا،

(اگر مضطر میتۃ اور کسی دوسرے شخص کا کھانا) جس کا مالک غائب ہو یہ ۲ چیزیں (پائے یا) مضطر (میتۃ اور) ماکول (شکار) پائے (درانحالیکہ مضطر محرم ہو تو) دونوں صورتوں میں مضطر (میتۃ کھائے) واجب ہے اس لئے کہ میتۃ کھانے کی صورت بہ نسبت دوسرے کا کھانا کھانے کے خفیف ہے کیونکہ میتۃ کی حرمت صرف نجاست کی بناء پر ہے اور دوسرے کا کھانا کھانے کی حرمت اللہ کا اور بندہ کا دونوں کا حق متعلق ہونے کی بناء پر ہے، اور شکار کھانا محرم کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ یہ محترم ہے اور اس صورت میں محرم پر ضمان ہوگا اس کے برخلاف میتۃ، نہ یہ محترم ہے اور نہ اس کے کھانے پر ضمان ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میتۃ ہو تو کھانا جائز نہیں اگرچہ جان کی ہلاکت کا خوف ہو،

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے یا ایک ہاتھ

دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے، اسی طرح کھانے سے پہلے اور بعد منہ دھونا بھی سنت ہے، **ویسن للأکل ان یغسل الیدین والفم قبل الاکل وبعدہ** (فتح المعین) کھانا کھانے والے کے لئے دونوں ہاتھ اور منہ دھونا کھانے سے پہلے اور بعد میں سنت ہے، [دونوں ہاتھ دھونے سے مراد پہنچوں تک دھونا ہے]

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی کیا وجہ ہے

یہ وجہ ہے کہ اس فعل سے انسان تمام امراض متعدیہ [ایک سے دوسرے کو لگنے والے امراض] سے محفوظ اور بچا ہوا رہتا ہے کیونکہ تکلیف دینے والے کیڑے جو متعدی بیماریوں کو پیدا کرتے ہیں وہ ہاتھ دھونے سے اتر جاتے ہیں اور انسان کے اندر داخل نہیں ہوتے (أحکامِ سلام مع حاشیه)

کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر رومال سے یا کسی کپڑے سے پونچھے یا نہیں

کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے لیکن رومال یا تولیہ سے نہ پونچھے رومال [یا تولیہ] سے پونچھے بغیر کھانا مستحب ہے، کھانے سے فارغ ہو کر جب ہاتھ دھوئے اس وقت پونچھ لے (فتاویٰ رحیمیه ج٦ ص٢٨٩)

گرم کھانا کیسا ہے

اتنا گرم ہو کہ باعث تکلیف بنے تو نہ کھائے (ترشیح ص۳۲٦) ورنہ کوئی حرج نہیں۔

کھانے میں کتنی انگلیاں استعمال کریں اور بعد میں چاٹے یا نہیں

تین انگلیوں سے کھانا کھائے اور بعد میں چاٹ لے، مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو انگلیوں کو چاٹتے،

کیا کھانے کی پلیٹ وغیرہ صاف کرنا سنت ہے

ہاں کھانے کی پلیٹ وغیرہ صاف کرنا سنت ہے، (شرح مسلم) حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا انگلیوں کو چاٹنے اور پلیٹ کو صاف کرنے کا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے، (مسلم شریف)

گرا ہوا لقمہ کھانا کیسا ہے

گرے ہوئے لقمہ سے نقصان دہ چیز صاف کرنے کے بعد اس کو کھانا مستحب ہے جب کہ ناپاک جگہ پر نہ گرا ہو اگر ناپاک جگہ پر گرا ہو تو ناپاک ہوگا اور اس کا دھونا ضروری ہوگا اگر ممکن ہو، دشوار ہو تو جانور کو کھلائے شیطان کو نہ چھوڑے، (شرح مسلم ج۲ ص۱۷۵)

کھانا کہاں سے کھائے

حدیث میں درمیانی حصہ سے کھانے کی ممانعت آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک برکت کھانے کے درمیانی حصہ میں نازل ہوتی ہے تم دو طرف سے کھاؤ درمیان سے نہ کھاؤ، (ترمذی شریف ج۲ ص۳)

کھانے کے لئے کس طرح بیٹھنا سنت ہے

فالسنة للأكل ان يجلس جانبا على ركبتيه وظهور قدميه وينصب رجله اليمنى ويجلس على اليسرى (فتح المعين) کھانا کھانے والے کے لئے سنت ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں اور قدموں کی پشت پر بیٹھے یا دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے،

سانس کا برتن میں لینا یا اس میں پھونکنا منع ہونے کی کیا وجہ ہے

منع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سانس تمام گندے بخارات لے کر آتا ہے اور برتن میں سانس لیا جاوے یا پھونکا جاوے تو ان بدبودار بخارات سے پانی متاثر ہو جاتا ہے جو اندر سے باہر آتے ہیں اور اس طرح سے وہی بخارات اندر چلے جاتے ہیں جن سے بیماریاں پیدا ہونے کا خطرہ ہے (أحكام اسلام)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ

(بَابُ الصَّیْدِ وَ الذَّبَائِحِ)

(شکار اور ذبح کئے ہوئے جانوروں کا بیان)

صید کی تعریف

لغت میں: اخذ [لینے] کو صید کہتے ہیں (تحقیق علی عمدہ ص۱۳۵)

شرعاً: انسان سے بدکنے والا وحشی جانور جو بلا حیلہ گرفت میں نہ آتا ہو اسے چند مخصوص شرطوں اور اوصاف کے ساتھ پکڑنے کو صید کہتے ہیں (ایضاً)

آیات: (۱) **قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ** (سورۂ مائدہ ٤) (تحقیق علی عمدۃ ص۱۳۵) آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو چھوڑو بھی اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ نے تعلیم دیا ہے تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو (ترجمۂ قرآن)

(۲) **وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا** (سورۂ مائدہ ۲) اور جس وقت تم احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کیا کرو (ترجمۂ قرآن)

ذبح کی تعریف

لغت میں: ذَبح فتح کے ساتھ: شق [پھاڑنے] کو کہتے ہیں اور ذِبح کسرہ کے ساتھ اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کے لئے تیار کیا گیا ہو، (تحقیق علی عمدہ ص۱۳۵)

شرعاً: مخصوص آلہ سے مخصوص طریقہ پر جانور کی جان نکالنے کو ذبح کہتے ہیں (أیضاً)

آیت: **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ** (سورۂ

مائدہ ۳) تم پر حرام کئے گئے ہیں مر دار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے سے گر کر مر جاوے اور جو کسی ٹکر سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو (ترجمۂ قرآن) لغت میں لفظ ذکاۃ اور ذبح ہم معنی ہے (تحقیق علی عمدۃ ص۱۳۵) (**لَا يَحِلُّ الْحَيَوَانُ اِلَّا بِالذَّكَاةِ اِلَّا السَّمَكَ وَالْجَرَادَ فَيَحِلُّ مَيْتَتُهُمَا**) ماکول (جانور) کا کھانا (حلال نہیں ہوتا مگر ذبح کرنے سے سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کہ ان دونوں کا میتہ حلال ہے) مطلب یہ ہیکہ ان کو ذبح کرنا ضروری نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے حلال کئے گئے دو میتہ [یعنی مچھلی اور ٹڈی]

(**وَيَحْرُمُ مَا ذَبَحَهُ مَجُوْسِيّ وَمُرْتَدّ وَعَابِدُ وَثَنٍ وَنَصْرَانِيُّ الْعَرَبِ** اور حرام ہے وہ جانور) کھانا (جس کو مجوسی) ذبح کرے اور حرام ہے وہ جانور کھانا جس کو (مرتد) ذبح کرے اس لئے کہ مرتد کا حال مجوسی سے زیادہ برا ہے اور حرام ہے وہ جانور کھانا جس کو (بت کی پوجا کرنے والا) ذبح کرے اس لئے کہ اس کا بھی حال مجوسی سے زیادہ بُرا ہے (اور) حرام ہے وہ جانور کھانا جس کو (عرب کا نصرانی ذبح کرے) حضرت عمرؓ نے فرمایا: عرب کے نصاری اہل کتاب نہیں ہے ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال نہیں،

(**وَيَجُوْزُ الذَّبْحُ بِكُلِّ مَالَهُ حَدّ يَقْطَعُ اِلَّا السِّنَّ وَالْعَظْمَ وَالظُّفُرَ مِنَ الْاٰدَمِيِّ وَغَيْرِهِ مُتَّصِلًا اَوْ مُنْفَصِلًا** اور ہر اس چیز سے ذبح کرنا جائز ہے جس) چیز (کو دھار ہو اس سے ذابح کاٹے لیکن آدمی وغیرہ کے دانت) اور (ہڈی اور ناخن کے سوا چاہے) دانت، ہڈی اور ناخن آدمی وغیرہ سے (متصل ہو یا منفصل) آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو کھاؤ سوائے دانت اور ناخن کے،

(وَمَا قُدِرَ عَلٰی ذَبْحِهٖ اُشْتُرِطَ قَطْعُ حُلْقُوْمِهٖ وَمَرِیْئِهٖ اور جس جانور کے ذبح پر قدرت ہو اس کے حلقوم) یعنی سانس کی نالی کو (اور مریٔ) یعنی غذا کی نالی (کو کاٹنا شرط ہے) (وَیُنْدَبُ اَنْ یُوَجَّهَ اِلَی الْقِبْلَةِ وَاَنْ یُحِدَّ الشَّفْرَةَ وَیُسْرِعَ اِمْرَارَهَا وَیُسَمِّیَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیُصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیَقْطَعَ الْاَوْدَاجَ كُلَّهَا وَاَنْ یَنْحَرَ الْاِبِلَ قَائِمَةً مُعْقَلَةً وَیَذْبَحَ مَاعَدَاهَا مُضْطَجِعَةً عَلٰی جَنْبِهَا الْاَیْسَرِ وَلَایَكْسِرَ عُنُقَهَا وَلَایَسْلُخَهَا حَتّٰی تَمُوْتَ)

(اور) ذبح کرنے والے کے لئے (مستحب ہے کہ مذبوح کارخ قبلہ کی طرف کرے) اس لئے کہ یہ جہت اشرف ہے (اور یہ) مستحب ہے (کہ چھری تیز کرے اور) یہ مستحب ہے کہ (چھری کو) مذبوح پر (جلدی جلدی بار بار گھمائے) تاکہ مذبوح کو تکلیف نہ ہو [اور جلدی ذبح ہو جائے] (اور) مستحب ہے کہ (اللہ تعالی کا نام لے) یعنی کہے: بسم اللہ، تاکہ برکت حاصل ہو (اور) مستحب ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور) مستحب ہے کہ (تمام رگوں کو قطع کرے) ہر ایک جانور کو ۲ ودج ہے، لہذا مصنفؒ نے جو لفظِ جمع "اوداج" ذکر فرمایا ہے وہ جمع سے مراد ایک سے زیادہ ہے یعنی جمع کا صیغہ جیسے تین یا تین سے زیادہ کے لئے بولا جاتا ہے ویسے ایک سے زیادہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے،

(اور یہ) مستحب ہے (کہ اونٹ کو کھڑے ہوئے) اور (آگے کا ایک پاؤں باندھ کر ذبح کرے اور) مستحب ہے کہ (اونٹ کے علاوہ) جانور جیسے گائے اور بکری وغیرہ (کو بائیں کروٹ پر لٹائے اور ذبح کرے) اگر دائیں کروٹ پر لٹائے تو بھی جائز ہے، اس لئے کہ اس میں نہی وارد نہیں ہے (اور) مستحب ہے کہ (مذبوح کی گردن کو جدا نہ کرے) اس لئے کہ اس میں تکلیف زیادہ ہے (اور) مستحب ہے کہ (مذبوح کی کھال نہ اتارے یہاں تک کہ مر جائے) یعنی اس کی روح کا نکلنا [بالیقین] ظاہر ہو جائے تاکہ اسے تکلیف نہ ہو،

(وَیُشْتَرَطُ اَنْ لَایَرْفَعَ یَدَهٗ فِیْ اَثْنَاءِ الذَّبْحِ فَاِنْ رَفَعَهَا قَبْلَ تَمَامِ قَطْعِ الْحُلْقُوْمِ وَالْمَرِیْءِ ثُمَّ قَطَعَهُمَا لَمْ تَحِلَّ اور شرط ہے کہ) ذبح کرنے والا (ذبح کے دوران اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اگر

حلقوم اور مریٔ کو مکمل کاٹنے سے پہلے اٹھائے پھر) دوبارہ (حلقوم اور مریٔ) کے بقیہ حصہ (کو کاٹے تو) ذبیحہ (حلال نہ ہوگا) مطلب یہ ہیکہ حلقوم اور مریٔ کو مکمل کاٹنے سے پہلے ہاتھ اٹھانے کے بعد جان نکل چکی ہو اور پھر دوبارہ حلقوم اور مریٔ کے بقیہ حصہ کو کاٹے تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کو ذبح کرنا نہیں کہا جاتا، ہاں اگر ہاتھ اٹھانے کے بعد جان باقی ہو اور بقیہ حصہ کو کاٹے تو ذبیحہ حلال ہوگا [اس لئے کہ یہ ذبح کے حکم میں ہوا] یہاں تک ذبح کے احکام کا ذکر ہوا، اب آگے مصنفؒ شکار کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

(وَ اَمَّا الصَّیْدُ فَحَیْثُ اَصَابَہ السَّھْمُ اَوِ الْجَارِحَۃُ الْمُعَلَّمَۃُ فَمَاتَ قَبْلَ الْقُدْرَۃِ عَلٰی ذَبْحِہ حَلَّ اِذَا اَرْسَلَہ بَصِیْر تَحِلُّ ذَکَاتُہ وَ لَمْ یَمُتِ الصَّیْدُ بِثِقْلِ السَّھْمِ بَلْ بِحَدِّہ وَ لَا اَکَلَتِ الْجَارِحَۃُ مِنْہُ شَیْئاً وَ اِنْ اَصَابَہُ السَّھْمُ فَوَقَعَ فِیْ مَاءٍ اَوْ عَلٰی جَبَلٍ ثُمَّ تَرَدّٰی مِنْہُ فَمَاتَ اَوْ غَابَ عَنْہُ بَعْدَ اَنْ جُرِحَ ثُمَّ وَجَدَہ مَیِّتاً لَمْ یَحِلَّ وَ اِذَا نَدَّ بَعِیْر وَ نَحْوُہ وَ تَعَذَّرَ رَدُّہ اَوْ تَرَدّٰی فِیْ بِئْرٍ وَ تَعَذَّرَ اِخْرَاجُہ فَرَمَاہُ بِحَدِیْدَۃٍ فِیْ اَیِّ مَوْضِعٍ کَانَ مِنْ بَدَنِہ فَمَاتَ حَلَّ)

(اور بہر حال شکار، اس کے کسی جگہ پر تیر لگے یا زخمی کرنے والا سدھایا ہوا جانور) جائے (پھر شکار) تیر کی یا زخمی کرنے والے سدھائے ہوئے جانور کی وجہ سے (مر جائے اس کو ذبح کرنے پر قدرت ہونے سے پہلے تو) وہ شکار (حلال ہوگا جبکہ تیر کو ایسے بینا شخص نے چھوڑا ہو) اگر نابینا چھوڑے اور شکار کو لگ جائے تو وہ شکار حلال نہ ہوگا اس لئے کہ اس کے لئے شکار کو دیکھنا ممکن نہیں لہٰذا اس صورت میں تیر [وغیرہ] کو چھوڑنا لغو اور غیر معتبر ہے اگرچہ اس نے شکار کا قصد کیا ہو (جس کا ذبیحہ حلال ہو) مطلب یہ ہے کہ جس طرح شکار حلال ہونے کے لئے بینا کی قید ہے اسی طرح بینا کا ذبیحہ حلال ہونے کی بھی قید ہے یعنی بینا کا ذبیحہ حلال ہو تو شکار بھی حلال ہوگا اگر ذبیحہ حلال نہ ہو تو شکار حلال نہ ہوگا جیسے مجوسی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے لہٰذا اس کا شکار بھی حلال نہ ہوگا،

شکار حلال ہونے کے مذکورہ ۲ قیود کے ساتھ مزید قیود یہ ہیں:(درانحالیکہ شکار تیر کے بوجھ سے نہ مرا ہو بلکہ تیر کے دھار سے) مرا ہو (اور زخمی کرنے والے) یعنی شکار کرنے والے (جانور نے شکار میں سے کچھ) بھی (نہ کھایا ہو) ان مذکورہ تمام قیود میں سے بعض قیود جارحہ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے بعض جارحہ اور سہم دونوں کے لئے ہیں (اگر شکار کو تیر لگے اور شکار پانی میں گر جائے) اور ڈوب جائے تو حلال نہ ہو گا، اس لئے کہ اس صورت میں احتمال ہے کہ غرق کے سبب موت ہو، یہ ایک صورت (یا پہاڑ پر) گر جائے (پھر پہاڑ سے کنویں میں گر جائے اور مر جائے) تو حلال نہ ہو گا، کنویں میں گرنے کے سبب موت کا احتمال ہونے کی بناء پر، یہ دوسری صورت (یا شکار مُرسِل) یعنی تیر [وغیرہ] چھوڑنے والے (سے غائب ہو جائے زخمی ہو جانے کے بعد پھر مرسل اس شکار کو مردہ پائے تو) اس صورت میں بھی (حلال نہ ہو گا) تیر [وغیرہ] سے زخمی ہونے کے علاوہ کسی دوسرے سبب سے موت کا احتمال ہونے کی بناء پر (اور جب اونٹ اور اس کے مانند) جانور جیسے گائے اور بکری وغیرہ (بدک کر بھاگ جائے اور اس) بھاگے ہوئے جانور (کی گرفت دشوار ہو یا) اونٹ اور اس کے مانند کوئی جانور (کنویں میں گر جائے اور اس کو نکالنا دشوار ہو تو) مذکورہ تمام صورتوں میں (اس جانور کے) حلق میں یا (بدن کے کسی بھی حصہ میں ہتھیار سے مارے اور پھر وہ جانور مر جائے تو حلال ہو گا) اس لئے کہ مذکورہ صورتوں میں ذبح کرنا دشوار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: پالتو جانوروں میں سے بھی کچھ جنگلی جانوروں کی طرح بدک جاتے ہیں اگر یہ تمہیں عاجز کر دے تو ان کے ساتھ شکار کا سا معاملہ کرو،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ

(بَابُ النَّذْرِ)

(لَا يَصِحُّ النَّذْرُ اِلَّا مِنْ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ فِيْ قُرْبَةٍ بِاللَّفْظِ وَهُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ كَذَا اَوْ عَلَيَّ كَذَا فَيَلْزَمُهُ الْاِتْيَانُ بِهٖ وَمَنْ عَلَّقَ النَّذْرَ عَلٰى شَيْئٍ فَقَالَ اِنْ شَفَى اللّٰهُ مَرِيْضِيْ فَعَلَيَّ كَذَا لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِمَا الْتَزَمَه عِنْدَ الشِّفَاءِ وَمَنْ نَذَرَ عَلٰى وَجْهِ اللَّجَاجِ وَالْغَضَبِ فَقَالَ اِنْ كَلَّمْتُ زَيْداً فَعَلَيَّ كَذَا فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِذَا كَلَّمَه بَيْنَ الْوَفَاءِ وَبَيْنَ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ فَاِنْ نَذَرَ الْحَجَّ رَاكِباً فَحَجَّ مَاشِياً اَوْ نَذَرَ الْحَجَّ مَاشِياً فَحَجَّ رَاكِباً اَجْزَاه وَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ نَذَرَ الْمُضِيَّ اِلَى الْكَعْبَةِ اَوْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ اَوِ الْاَقْصٰى لَزِمَه ذٰلِكَ وَيَجِبُ اَنْ يَقْصِدَ الْكَعْبَةَ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ وَاَنْ يُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ اَوِ الْاَقْصٰى اَوْ يَعْتَكِفَ وَاِنْ نَذَرَ الْمُضِيَّ اِلٰى غَيْرِهَا مِنَ الْمَسَاجِدِ لَمْ يَلْزَمْهُ وَمَنْ نَذَرَ صَوْمَ سَنَةٍ بِعَيْنِهَا لَمْ يَقْضِ اَيَّامَ الْعِيْدِ وَالتَّشْرِيْقِ وَرَمَضَانَ وَاَيَّامَ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَمَنْ نَذَرَ صَلٰوةً لَزِمَه رَكْعَتَانِ اَوْ عِتْقاً اَجْزَاه مَا يَقَعُ عَلَيْهِ الْاِسْمُ)

(بَابُ النَّذْرِ)

(نذر کا بیان)

نذر کی جمع ہے: نذور،

نذر کی تعریف

غیر لازم [جو چیز لازم نہیں ہے اس] کو لازم کرنا نذر [منت ماننا] کہلاتا ہے، جیسے نفل نماز وغیرہ کو لازم کرنا۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (سورۂ حج ۲۹) اور پوری کریں اپنی منتیں (ترجمۂ قرآن)

نذر کے ارکان

نذر کے ارکان یہ ہیں: (۱) ناذر [نذر ماننے والے] کا ہونا (۲) منذور [نذر مانی ہوئی چیز] کا ہونا (۳) صیغہ کا ہونا، صیغہ یعنی زبان سے ایسے لفظ کا نکالنا ضروری ہے جس سے کسی چیز کے لازم ہونے کا علم ہو جیسے کہے "اللہ کے لئے میرے ذمہ [مثلاً] روزہ رکھنا ہے" یا کہے

مجھ پر ضروری ہے [مثلاً] نماز پڑھنا(منهج مع فتح الوهاب ج۲ ص۲۰۳) یا کہے میں نذر مانتا ہوں [مثلاً] صدقہ کرنے کی (رسائل ذهبيه فى حاشية فتح الوهاب ج۲ ص۲۰۳) لفظ اللہ کے بغیر کہے تب بھی نذر صحیح ہوگی، نذر کا مکمل صیغہ یہ ہے کہ کہے [مثلاً] اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء عطا فرمائی تو اللہ کے لئے میرے ذمہ [مثلاً] صدقہ ہے (المجموع ج۸ ص٤٥١) (نذر صحیح نہیں مگر مسلمان مکلف شخص کی) نفل (عبادت میں لفظ سے) کافر کی نذر صحیح نہیں اس لئے کہ یہ اس کے اہل نہیں ہے، بچہ، مجنون اور مغمی علیہ [یعنی جس پر بے ہوشی طاری ہوئی ہو] ان کی بھی نذر صحیح نہیں اس لئے کہ یہ غیر مکلف ہیں، لفظ کے بغیر صرف نیت سے نذر صحیح نہ ہوگی لیکن نیت کے بغیر صرف لفظ سے نذر صحیح ہوگی (اور وہ لفظ یہ ہے): مثلاً کہے (اللہ کے لئے مجھ پر فلاں چیز لازم ہے یا) لفظ اللہ کے بغیر اس طرح کہے: (مجھ پر فلاں چیز) [مثلاً صدقہ] (لازم ہے تو پھر) اس صورت میں (ناذر پر لازم کردہ چیز کی ادائیگی لازم ہوگی) [کیونکہ اس نے غیر لازم چیز کو اپنے ذمہ لازم قرار دیا لہٰذا اب اس کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوئی] اس نذر کو نذر تبرر کہا جاتا ہے (اور جو شخص نذر تبرر کو کسی چیز پر معلق کرے لہٰذا کہے "اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء عطا فرمائی تو مجھ پر فلاں چیز لازم ہے تو حصول شفاء کے وقت ناذر پر لازم کردہ چیز کی تکمیل ضروری ہوگی) [کیونکہ نذر کو جس چیز پر معلق کیا تھا وہ معلق علیہ چیز حاصل ہوئی] (اور جو شخص خصومت میں اصرار کے طور پر نذر مانے لہٰذا کہے: اگر میں نے زید سے کلام کیا تو مجھ پر فلاں چیز) مثلاً نماز پڑھنا (لازم ہے پھر جب ناذر زید سے بات کرے تو ناذر کو منذور کی ادائیگی اور کفارۂ یمین کے درمیان اختیار ہے) یعنی مثلاً نماز کو لازم کیا تھا تو نماز پڑھے یا قسم کا کفارہ دے، اس نذر کو نذر لجاج و غضب کہتے ہیں،

(اگر کوئی شخص سوار ہو کر حج کرنے کی نذر مانے اور پیدل حج کرے یا پیدل حج کرنے کی نذر مانے اور سوار ہو کر حج کرے تو یہ حج اس کے لئے) دونوں صورتوں میں (کافی ہو گا) اور اس سے حج کا فریضہ ساقط ہو گا (لیکن اس پر دم واجب ہو گا) دم تمتع کی طرح، اس لئے کہ پہلی صورت میں رکوب منذور کو ترک کیا اور دوسری صورت میں مشی منذور کو ترک کیا اگر قدرت کے باوجود ترک کیا ہو تو گناہ بھی ہو گا ورنہ گناہ نہ ہو گا فقط دم واجب ہو گا (اور اگر کعبہ) کی طرف جانے کی نذر مانے (یا مسجد مدینہ) کی طرف جانے کی نذر مانے (یا مسجد اقصی کی طرف جانے کی نذر مانے تو اس پر وہ لازم کردہ چیز لازم ہو گی) یعنی کعبہ یا مسجد مدینہ یا مسجد اقصی ان تین میں سے جس کی طرف جانے کی نذر مانے اس کی طرف جانا لازم ہو گا اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی اطاعت کی نذر ماننے والے کو چاہئے کہ اطاعت کرے (لیکن) کعبہ جانے کے قصد کی صورت میں (واجب یہ ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت سے کعبہ کا قصد کرے) اگرچہ ناذر ارض حرم میں ہو اس لئے کہ شرعاً یہ ہی مقصود ہے (اور) ناذر پر مسجد مدینہ کی طرف جانے کی نذر ماننے کی صورت میں لازم (یہ) ہے (کہ مسجد مدینہ) میں نماز پڑھے (یا مسجد اقصی میں نماز پڑھے) مسجد اقصی کی طرف جانے کی نذر ماننے کی صورت میں (یا) یہ کہ (اعتکاف کرے) مسجد مدینہ یا اقصی میں سے کسی مسجد میں مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے اور اعتکاف کرنے کے درمیان اختیار ہے، نماز پڑھنا یا اعتکاف کرنا اس وجہ سے ہے کہ مسجد مدینہ اور اقصی ان دونوں مسجدوں کو اور مسجدوں پر فضیلت وامتیاز حاصل ہے (اور اگر مذکورہ تین مسجدوں کے علاوہ) بقیہ دوسری (مسجدوں میں سے کسی مسجد میں جانے کی نذر مانے تو اس پر وہ چیز لازم نہ ہو گی) یعنی مذکورہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں جانے کی نذر ماننے کے باوجود اس مسجد میں جانا لازم نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں قربت نہیں ہے کیونکہ مذکورہ تین مسجدوں کے علاوہ بقیہ تمام مسجدیں فضیلت میں برابر ہے،

(اور جو شخص ایک سال کے روزے کی نذر مانے سال کی تعیین کے ساتھ تو) اس صورت میں ناذر کے حق میں (عید) مطلب یہ ہیکہ عیدین کے ایام کی اور (تشریق) کے ایام کی اور (رمضان کے ایام کی اور حیض و نفاس کے ایام کی قضاء نہیں ہے) اس لئے کہ شرعاً یہ مذکورہ ایام سال کے ایام سے مستثنیٰ ہیں (اور جو شخص) رکعت کی تعیین کے بغیر مطلق (نماز) پڑھنے (کی نذر مانے تو اس پر ۲ رکعت لازم ہوں گے) اس لئے کہ کم سے کم مقدار ۲ رکعت ہے (یا) کوئی شخص (آزاد کرنے کی) نذر مانے (تو) اس صورت میں (ناذر کے لئے) اس کو آزاد کرنا (کافی ہو گا جس پر آزادی کا نام صادق آوے) چاہے چھوٹا ہو یا بڑا مذکر ہو یا مؤنث اگرچہ عیب دار ہو، مسلم ہو یا کافر اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں اسم عتق متحقق ہے،

نذر کے شرائط

نذر کے شرائط یہ ہیں: (۱) مسلم ہو (۲) بالغ ہو (۳) عقلمند ہو (مھذب مع المجموع ج۸ ص۴۴۹) (۴) اختیار ہو۔ مکرہ [جس پر زبردستی کی جائے اور وہ] نذر مانے تو صحیح نہ ہو گی، (۵) جس چیز کی نذر مانی جائے اس میں تصرف کا حق حاصل ہو (منھج مع فتح الوھاب ج۲ ص۲۰۳) اگر یہ شخص باوجود بالغ ہونے کے نادان ہو یا بے جا مال خرچ کرتا ہو اس لئے ذمہ دار حضرات اس کو مال خرچ کرنے سے روکے تو اس کو اپنے مال میں تصرف کا حق حاصل نہ ہو گا لیکن اس کی نذر بدن سے متعلق ہو مثلاً یہ کہ اللہ کے لئے میرے ذمہ نماز پڑھنا ہے وغیرہ تو یہ نذر صحیح ہو گی اسی طرح اپنے ذمہ لازم کرتا ہے کسی چیز کو اور ہاتھ میں جو مال ہے اس کی تعیین نہیں کرتا تو نذر صحیح ہو گی لیکن نافذ اس وقت ہو گی جب ذمہ دار حضرات اس کو تصرف کی اجازت دے اور اگر اپنی ملکیت سے کسی معین مال کی نذر مانتا ہے تو نذر باطل ہو گی [یعنی صحیح نہ ہو گی] (شرح مھذب ج۸ ص۴۵۰)

نذر کی قسمیں

نذر کی دو قسمیں ہیں: (١) نذر لجاج و غضب (٢) نذر تبرر (كفايه ج٢ ص٤٧٩)

نذر لجاج و غضب کی تعریف

وهو أن يمنع نفسه من فعل او يحثها عليه بتعليق التزام قربة بالفعل أو بالترك فإذا قال إن كلمت فلانا أو إن دخلت الدار أو إن لم أخرج من البلد فلله على صوم شهر أو حج أو صلاة ونحو ذلك ثم كلمه أو دخل أو لم يخرج ففيما يلزمه۔ قلت والأصح التخيير بين ماالتزام وكفارة اليمين كما رجحه المصنف وسائر العراقيين. (شرح مهذب ج ٨ ص ٤٥٩) اپنے نفس کو کسی کام سے روکنا یا کسی کام پر آمادہ و راغب کرنا لزوم عبادت کو فعل یا ترک پر معلق کر کے نذر لجاج و غضب کہلاتا ہے، [مثلاً] کہے اگر میں فلاں سے بات کروں یا میں گھر میں داخل ہوؤں یا میں شہر سے نہ نکلوں تو اللہ کے لئے مجھ پر ایک مہینہ کے روزے یا حج یا نماز اور اس کے مانند واجب ہیں پھر نذر ماننے والا بات کرے یا گھر میں داخل ہو جائے یا شہر سے نہ نکلے تو اس پر کیا لازم ہو گا....؟ امام نوویؒ فرماتے ہے: اصح قول یہ ہے کہ منذور اور کفارۂ یمین میں اختیار ہے [یعنی روزے کو لازم قرار دیا تھا تو روزے رکھے یا قسم کا کفارہ دے] جیسا کہ اس کو مصنفؒ اور تمام عراقیین نے راجح قرار دیا ہے۔

قسم کا کفارہ

قسم کا کفارہ یہ ہے: (١) مسلمان غلام آزاد کرنا (٢) دس مسکینوں کو اناج دینا ہر مسکین کو ایک مد (یعنی: ٦٠٠ گرام (الفقه المنهجى) وہ اناج دیا جائے جو سال بھر زیادہ رائج ہو، مختلف اناج یکساں طور پر رائج ہو تو کسی ایک کو نکالے لیکن افضل ان میں اعلیٰ درجہ کا نکالنا ہے (المجموع ج٦ ص١٣٤) اناج کے بجائے دوپہر یا شام کو کھانا کھلائے یا رقم دے تو کفارہ ادا نہ ہو گا [جس طرح صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا] (اقناع، فتح المعين مع ترشيح ص

(۱۵۱) دس سے کم [مثلاً] پانچ مسکینوں کو اناج دینا جائز نہیں (کفایہ ج ۲ ص ٤٦٧) یعنی کفارہ کی ادائیگی کے لئے دس کو دینا ضروری ہے، (۳) ۱۰ مسکینوں کو کپڑا دینا (ألفاظ أبی شجاع مع اقناع ج۲ص ۲۵۵) ۱۰ سے کم [مثلاً] پانچ مسکینوں کو کپڑا دینا جائز نہیں [۱۰ کو دینا ضروری ہے] اور وہ کپڑا دیا جائے جس کو دینا کہا جاتا ہے مثلاً: قمیص، پائجامہ، چادر، اوڑھنی، کمبل، لنگی (کفایہ ج ۲ ص ٤٧٦) تولیہ وغیرہ، ان میں سے ایک جیسا کپڑا ۱۰ مسکینوں کو دیا جائے یا الگ الگ کپڑا دیا جائے کافی ہو گا چاہے دھویا ہوا ہو یا پہنا ہوا [یعنی پرانا] ہو اور چاہے وہ کپڑا جس کو دے رہے ہیں کم پڑتا ہو یا وہ اس جیسا نہ پہنتا ہو تب بھی کافی ہو گا، بشرطیکہ بوسیدہ نہ ہو، **ولو مغسولا وملبوسا لم تذهب قوته ولو لم يصلح للمدفوع له كقميص صغير وعمامته وازاره وسراويله لكبير** (فیض ج ۲ ص ۳۳۵) [کفارہ میں دیئے جانے والا کپڑا] اگرچہ دھویا ہوا اور پہنا ہوا ہو [لیکن] اس کی قوت ختم نہ ہوئی ہو [یعنی بوسیدہ نہ ہوا ہو] اور اگرچہ جس کو دیا جا رہا ہے کپڑا اس کے لائق نہ ہو جیسے قمیص چھوٹی ہو اور اپنا عمامہ، لنگی اور پائجامہ بڑے آدمی کو، نیا کپڑا دینا مستحب ہے (اقناع ج ۲ ص ۲٦٥) اگر ایک لمبا کپڑا دس مسکینوں کو دے تو کافی نہ ہو گا اس کے ۱۰ ٹکڑے کرے الگ الگ اور پھر دے تو کافی ہو گا (کفایہ ج۲ص ٤٧٧) (۴) ان تینوں میں سے جو چاہے کر سکتا ہے اگر کچھ بھی نہ کر سکتا ہو تو ۳ دن روزے رکھے، الگ الگ رکھنا جائز ہے مگر مسلسل رکھنا افضل ہے۔

نذر کی دوسری قسم: (۲) نذر تبرر، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) نذر مجازاۃ (۲) نذر غیر مجازاۃ

نذر مجازاۃ: نعمت حاصل ہونے یا مصیبت دور ہونے کے بدلہ میں عبادت کو لازم قرار دینا نذر مجازاۃ کہلاتا ہے مثلاً کہے "اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء عطا فرمائی تو مجھ پر روزہ رکھنا ضروری ہے، وغیرہ لہٰذا جب شفاء ہو جائے تو روزہ رکھنا ضروری ہو گا،

نذر غیر مجازاۃ: کسی چیز کو بدلہ میں نہ رکھتے ہوئے عبادت کو لازم قرار دینا نذر غیر مجازاۃ کہلاتا ہے، مثلاً کہے " اللہ کے لئے مجھ پر ضروری ہے کہ میں نماز پڑھوں وغیرہ، تو ایسی صورت میں نذر یعنی لازم کی ہوئی چیز مکمل کرنا ضروری ہے راجح قول کے مطابق (کفایہ ج۲ ص ٤٤٩)

کوئی شخص نذر میں مطلق کہے کہ میرے ذمہ روزہ ہے یا یہ کہ میں روزہ رکھوں گا ایک یا دو روزے وغیرہ متعین نہ کرے تو ایسی صورت میں کتنے روزے رکھنا لازم ہوں گے؟

مذکورہ صورت میں ایک دن کا روزہ لازم ہو گا۔ إذا أطلق التزام الصوم فقال لله علی صوم أو أن أصوم لزمه صوم يوم (المجموع ج۸ ص۲۷۸) جب کوئی شخص روزہ کی نذر مانے اور عدد کی تعیین نہ کرے جیسے کہے اللہ کے لئے میرے ذمہ روزہ ہے یا یہ [کہے] کہ میں روزہ رکھوں گا تو [اس صورت میں] اس پر ایک دن کا روزہ لازم ہو گا۔ فرض روزہ کی طرح اس روزہ کی نیت کا بھی رات میں ہونا ضروری ہے (رسائل ذھبیہ)

کوئی شخص نذر مانے صدقہ کی اور مقدار متعین نہ کرے تو کیا لازم ہو گا؟

جتنا دینے کو صدقہ کہا جاتا ہے اتنی مقدار میں صدقہ دینا لازم ہو گا (متن الغایہ)

متعین وقت میں نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے کی نذر مانے اور وہ متعین وقت فوت ہو جائے تو قضاء لازم ہو گی یا نہیں؟

مذکورہ صورت میں قضاء لازم ہو گی، و لو نذر صلاة او صوما فی وقت ففاته و لو بعذر وجب علیه قضاؤه (اقناع ج۲ ص۲٦٠) اگر نذر مانے نماز یا روزہ کی مخصوص وقت میں پھر وہ وقت اگرچہ عذر سے فوت ہو جائے قضا واجب ہو گی،

مخصوص جگہ میں روزہ کی نذر مانے تو وہ جگہ روزہ کے لئے متعین ہو جاتی ہے یا نہیں؟

وہ جگہ متعین نہیں ہوتی [البتہ روزہ اس کے حق میں لازم ہو جاتا ہے] لہٰذا کسی بھی جگہ روزہ رکھ سکتا ہے، أو نذر صوما بمكان لم يتعين الصوم فيه فله الصوم في غيره سواء الحرم وغيره (منهج مع فتح الوباب ج۲ ص۲۰۶) مخصوص جگہ میں روزہ کی نذر مانے تو معین جگہ میں روزہ رکھنا لازم نہیں ہوتا وہ دوسری جگہ روزہ رکھ سکتا ہے چاہے نذر حرم کی ہو یا غیر حرم کی۔

مخصوص شہر والوں پر کسی چیز کو صدقہ کرنے کی نذر مانے تو کیا حکم ہے؟

اس شہر کے مسلمان فقراء و مساکین کو صدقہ دینا ضروری ہے، منتقل کرنا جائز نہیں، و نذر تصدقا بشئ على اهل بلد معين لزمه صرفه لمساكينه من المسلمين سواء الحرم وغيره فلا يجوز نقله (أيضاً) متعین [مخصوص] شہر والوں پر کسی چیز کو صدقہ کرنے کی نذر مانے تو اس شہر کے مسلمان [فقراء و] مساکین کو دینا ضروری ہے حرم و غیرہ یکساں ہیں [یعنی نذر مانا ہوا شہر چاہے حرم ہو یا اس کے علاوہ یہ ہی حکم ہے] منتقل کرنا جائز نہیں ہے،

کوئی شخص مخصوص گاؤں، جگہ یا گھر والوں [وغیرہ] پر کسی چیز کو صدقہ دینے کی نذر مانے اور وہ چیز وہاں تک پہنچانے میں جو خرچ ہو کیا وہ خرچ ناذر یعنی نذر ماننے والے کے مال میں سے کرنا ضروری ہے یا منذورہ یعنی نذر مانی ہوئی چیز میں سے؟

منذورہ چیز مخصوص جگہ تک پہنچانے کے لئے خرچ ناذر کے مال میں سے کرنا ضروری ہے، اگر ایسی چیز کو صدقہ میں دینے کی نذر مانے جس کو منتقل کرنا ممکن نہ ہو جیسے گھر، درخت وغیرہ تو اس چیز کو بیچنا اور اس کی قیمت کو منتقل [یعنی صدقہ] کرنا مخصوص کئے ہوئیں لوگوں پر لازم ہے، فإن كان نذر أن يهديه إلى مكان معين واحتاج إلى مؤنة لنقله لزمه تلك المؤنة من ماله لامن المنذور وإن كان مما لايمكن نقله كالدار والشجر والأرض ــ ونحوها لزمه بيعه ونقل ثمنه لقوله صلى الله عليه وسلم من نذر ان يطع الله

فلیطعه قال البغوی وغیره ویتولی الناذر البیع والنقل بنفسه ولایشترط اذن الحاکم ولاغیره ویتصدق بثمنه (شرح مهذب) اگر کوئی شخص نذر مانے کسی چیز کو ہدیہ [صدقہ] میں دینے کی مخصوص جگہ کی طرف اور اس تک منتقل کرنے کے لئے خرچ کی ضرورت ہو تو ناذر کے مال میں سے خرچ کرنا ضروری ہے نہ کہ نذر مانی ہوئی چیز میں سے [جیسے حیوان کہ جس کو دوسری جگہ منتقل کرنے میں خرچ ہوتا ہے] اور اگر ایسی چیز ہو جس کو منتقل کرنا ممکن نہ ہو جیسے گھر، درخت، زمین اور اس کے مانند تو اس کو بیچنا اور اس کی قیمت کو منتقل [صدقہ] کرنا لازم ہے، آپ ﷺ کے فرمان کی بناء پر کہ جو شخص نذر مانے اللہ کی اطاعت کرنے کی تو اس کو چاہئے کہ وہ کرے، بغویؒ وغیرہ نے کہا اس چیز کو بیچنے اور اس کی قیمت کو منتقل کرنے کا ناذر خود ذمہ دار ہے حاکم وغیرہ کے اجازت کی شرط نہیں اور اس کی قیمت کو صدقہ بھی وہی کرے،

کسی مخصوص چیز کو صدقہ میں دینے کی نذر مانے مثلاً کپڑا، کھانا یا پیسہ وغیرہ تو کیا اسی مخصوص چیز کو صدقہ میں دینا ضروری ہے؟

ہاں مذکورہ صورت میں جس مخصوص چیز کو صدقہ میں دینے کی نذر مانے اسی کو دینا ضروری ہے (شرح مہذب)

کن لوگوں کو منذورہ چیز یعنی نذر مانا ہوا صدقہ دینا جائز نہیں ہے

منذور چیز کا حکم زکوۃ کی طرح ہے، وکالزکوۃ کل واجب (فتح المعین) زکوۃ کی طرح حکم ہے ہر واجب صدقہ کا [جیسے منذورہ چیز وغیرہ] لہٰذا جس طرح زکوۃ ۵ قسم کے لوگوں کو دینا جائز نہیں ہے اسی طرح ان ہی لوگوں کو منذورہ چیز دینا بھی جائز نہیں اور وہ ۵ قسم کے لوگ یہ ہیں: (۱) مالدار چاہے کمائی بقدر ضرورت ہو (۲) مکاتب کے علاوہ غلام اور باندی (۳) بنو ہاشم اور بنو مطلب یعنی سید خاندان سے تعلق رکھنے والا (۴) ایسا شخص جس کی پرورش دوسرے کے ذمہ ہو جیسے باپ کے ذمہ بیٹے کی پرورش ہو تو بیٹے کو دینا جائز نہیں

(۵) کافر (ألفاظ ابی شجاع مع اقناع ج١ ص٢١٤) اور جس طرح ان میں سے کسی کو بھی زکوۃ دے تو ادا نہ ہو گی اسی طرح منذورہ چیز دے تو نذر پوری نہ ہو گی (قرة العین مع فتح المعین)

کوئی شخص مہینہ کی تعیین کے ساتھ روزے کی نذر مانے مثلاً کہے: رجب یا شعبان وغیرہ کا مہینہ یا یہ کہے کہ ابھی سے مہینہ کے روزے رکھوں گا تو ان دونوں صورتوں میں روزے لگاتار رکھنے ہوں گے یا الگ الگ

اگر نذر میں مہینہ کو متعین کرے یا کہے کہ ابھی سے مہینہ کے روزے رکھوں گا تو ان دونوں صورتوں میں روزے لگاتار ہوں گے لیکن لگاتار رکھنا ضروری نہیں ہے اگر ایک دن افطار کرے تو از سر نو [شروع سے] رکھنا لازم نہیں اگر سب فوت ہو جائے تب بھی قضاء میں تتابع [لگاتار رکھنا] لازم نہیں ہاں البتہ تتابع کی شرط لگائی ہو تو تتابع لازم ہو گا اگر ایک دن بھی روزہ فاسد کیا تو استئناف یعنی از سر نو پورے مہینہ کے روزے لازم ہوں گے اور سب فوت ہو جائے تو قضاء میں تتابع لازم ہو گا، **إذا نذر صوم شهر نظر ان عينه كرجب او شعبان او قال اصوم شهرا من الآن فالصوم يقع متتابعا لتعين ايام الشهر وليس التتابع مستحقا فى نفسه حتى لو فطر يوما لايلزمه الاستئناف ولو فاته الجميع لم يلزمه التتابع فى قضائه كرمضان فلو شرط التتابع فوجهان_ (واصحهما)_ يلزمه حتى لو افسد يوما لزمه الاستئناف واذا فات لزمه قضاؤه متتابعا** (المجموع ج٨ ص٤٨٠) جب مہینہ کے روزے کی نذر مانے تو دیکھے کہ اگر مہینہ کو متعین کیا ہے جیسے رجب یا شعبان یا کہے میں ابھی سے مہینہ کے روزے رکھوں گا تو روزے متتابع رکھنا ہوں گے مہینہ کے ایام متعین ہونے کی بناء پر لیکن تتابع اس کے حق میں مستحق [ضروری] نہیں ہے یہاں تک کہ اگر ایک دن افطار کرے تو اس پر استئناف [یعنی شروع سے مہینہ کے روزے تتابع کے ساتھ رکھنا] لازم نہیں اور اگر مہینہ فوت ہو جائے تو اس کی قضاء کرنے میں تتابع لازم نہیں ہے جیسے رمضان [کے روزے فوت ہو جائیں تو تتابع لازم نہیں ہے قضاء کرتے وقت] اگر

تتابع کی شرط لگائے تو دو وجہ ہیں جن میں اصح وجہ کے مطابق تتابع لازم ہو گا یہاں تک کہ اگر ایک دن افطار کرے تو اس پر استئناف لازم ہے اور جب مہینہ فوت ہو جائے تو اس کی قضاء تتابع کے ساتھ لازم ہے۔

کوئی شخص مہینہ کو متعین نہ کرے بلکہ مطلق کہے کہ میں نذر مانتا ہوں کہ ایک مہینہ کے روزے رکھوں گا تو ایسی صورت میں الگ الگ روزے رکھنا جائز ہے یا لگاتار؟

مذکورہ صورت میں چاہے الگ الگ رکھے یا لگاتار جائز ہے۔ ولو أطلق فقال الصوم شهرا فله التفريق والتتابع فإن فرق صام ثلاثين يوما وإن تابع وابتدأ بعد مضى بعض الشهر الهلالى فكذلك وإن ابتدأ فى أول الشهر وخرج ناقصا كفاه لأنه شهر (ایضا) اگر مہینہ کے روزوں کی نذر مانی اور مہینہ کی تعیین نہ کی مثلاً کہا مہینہ کے روزے رکھوں گا رجب، شعبان وغیرہ کی تعیین نہ کی تو تفریق وتتابع میں اختیار ہے اگر الگ الگ ایام میں روزے رکھے تو تیس دن مکمل روزے رکھے اسی طرح مہینہ کے درمیان سے روزے شروع کرے تب بھی تیس دن مکمل روزے رکھے اور اگر شروع ماہ سے رکھے تو جتنے دن کا مہینہ ہو کافی ہے چاہے تیس دن ہو چاہے انتیس دن کیونکہ تیس اور انتیس دن مکمل ماہ ہے۔

معصیت کی نذر مانے تو کیا حکم ہے؟

معصیت یعنی گناہ والی چیز کی نذر ماننا جیسے کوئی نذر مانے شراب پینے کی یا ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنے کی یا نذر مانے خود اپنی جان کو یا اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی وغیرہ تو نہ یہ نذر صحیح ہو گی اور نہ اس پر کفارہ لازم ہو گا مذکورہ نذر مانی ہوئی چیز نہ کرنے سے (المجموع)

شئ مباح کی نذر مانے تو کیا حکم ہے؟

مباح یعنی وہ چیز جس کا کرنا اور چھوڑنا دونوں جائز ہے جیسے کھانا، سونا، کھڑا ہونا، بیٹھنا اگر نذر مانے جائز چیز کو کرنے کی یا چھوڑنے کی تو نذر صحیح نہ ہو گی اور مخالفت کی وجہ سے کفارہ بھی لازم نہ ہو گا (شرح مهذب)

مکروہ چیز کی نذر صحیح ہو گی یا نہیں؟

مکروہ چیز کی نذر صحیح نہ ہو گی، **وأما المکروہ لم یصح فلأنہ لا یتقرب بہ ولخبر أبی داؤد لا نذر إلا فیما ابتغی بہ وجہ اللہ ولم یلزمہ بمخالفتہ کفارۃ** (منہج مع فتح الوھاب ج۲ص ۲۰٤) مکروہ چیز کی نذر صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ نذر ماننے والے کو فعل مکروہ سے اللہ کا قرب حاصل نہیں ہوتا اور ابوداؤد کی حدیث کی بناء پر کہ نذر نہیں ہے مگر اس میں جس سے اللہ کی رضا حاصل ہو، اور مخالفت کی وجہ سے کفارہ لازم نہ ہو گا۔

فرض کفایہ کو اگر کرنے کی نذر مانے تو صحیح ہو گی یا نہیں؟

فرض کفایہ کا کرنا اگر نذر ماننے والے کے حق میں متعین ہو تو نذر صحیح نہ ہو گی متعین نہ ہو تو صحیح ہو گی، **وشرط فی المنذور کونہ قربۃ لم تتعین نفلا کانت وفرض کفایۃ لم یتعین، کعیادۃ وسلام وتشییع جنازۃ، فلو نذر غیرھا أی غیر القربۃ المذکورۃ من واجب عینی کصلوۃ الظھر لم یصح ولم یلزمہ بمخالفتہ کفارۃ** (أیضاً ج۲ص ۲۰۳) نذر مانی ہوئی چیز میں شرط ہے کہ وہ عبادت متعین نہ ہو [چونکہ متعین ہو گی تو وہ فرض کے حکم میں ہو گی اور فرض کی نذر ماننے تو نہ صحیح ہے اور نہ اس کی مخالفت کی وجہ سے کفارہ لازم ہے] چاہے نفل ہو یا فرض کفایہ جو اس پر متعین نہ ہو، جیسے بیمار کی عیادت کرنا، سلام کرنا [یہ نفلی عبادت ہے] اور جنازہ کے ساتھ چلنا، اگر نفل اور فرض کفایہ کے علاوہ فرض عین میں سے کسی چیز کی نذر مانے جیسے نماز ظہر کی، تو صحیح نہ ہو گی اور مخالفت کی وجہ سے کفارہ لازم نہ ہو گا [جنازہ کے ساتھ چلنا فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ کہتے ہیں بعض کے کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے] (تیسیر الأصول) لہٰذا اگر اس کی نذر مانے تو صحیح ہو گی اور مخالفت کی وجہ سے کفارہ بھی لازم ہو گا چونکہ اس کا حکم اس نفل کی طرح ہو گا جو نذر

ماننے والے کے حق میں ضروری نہیں ہے اور نفل کا حکم یہ ہے کہ نذر صحیح ہوتی ہے اور مخالفت کی وجہ سے کفارہ بھی لازم ہوتا ہے لیکن اگر نذر ماننے والے کے علاوہ وہاں کوئی نہ ہو تو جنازہ کو لے جانا اور دفن کرنا نذر ماننے والے کے حق میں ضروری ہو گا لہٰذا ایسی صورت میں نذر صحیح نہ ہو گی اور مخالفت کی وجہ سے کفارہ بھی لازم نہ ہو گا)

کوئی شخص حج کرنے کی نذر مانے تو کیا حکم ہے؟

اس میں تفصیل ہے وہ یہ: **من نذر حجا مطلقا استحب مبادرته به فی أول سنی الإمکان فإن مات قبل الامکان فلا شیئ علیه کحجة السلام۔ و إن مات بعد الإمکان وجب الاحجاج عنه من ترکته (أما) إذا یعین فی نذره سنة فتتعین علی الصحیح من الوجهین و به قطع الجمهور فلو حج قبلها لم یجزه** (شرح مهذب) جو شخص حج کی نذر مانے مطلق اور سال کی تعیین نہ کرے تو امکان یعنی حج پر قدرت کے پہلے ہی سال حج کرنا مستحب ہے اگر امکان سے پہلے انتقال ہو جائے تو اس کے ذمہ کوئی چیز نہیں [ذمہ یعنی اس کے ترکہ میں سے حج کروانے کی ضرورت نہیں] جیسے فرض حج [یعنی جس طرح فرض حج کی ادائیگی پر قدرت سے پہلے انتقال ہو جائے تو اس کے ذمہ کوئی چیز نہیں اسی طرح اس میں] اور اگر امکان کے بعد انتقال ہو جائے تو اس کی جانب سے اس کے ترکہ میں سے حج کرانا ضروری ہے۔ اور اگر سال کی تعیین کر دے تو متعین سال میں حج کرنا لازم ہو گا دو وجہوں میں سے صحیح وجہ یہ ہی ہے اور اسی کو جمہور نے لیا ہے اگر اس سے پہلے حج کرے تو کافی نہیں۔

کوئی شخص نذر مانے کہ میں اس سال حج کروں گا تو کیا حکم ہے؟

اس میں تفصیل ہے وہ یہ: **و إن نذر أن یحج فی هذه السنة نظرت فإن تمکن من أدائه فلم یحج صار ذلک دینا فی ذمته کما قلنا فی حجة الاسلام و إن لم یتمکن من أدائه فی هذه السنة سقط عنه فإن قدر بعد ذلک لم یجب** (مهذب فی المجموع ج۸ ص٤٩٤) اگر نذر مانے سال رواں میں حج کرنے کی تو دیکھے اگر اس کی ادائیگی پر قادر ہو

اور حج نہ کرے تو یہ حج اس کے ذمہ میں دین ہوگا[یعنی اس کے ترکہ میں سے کرانا ضروری ہوگا] جیسا کہ ہم نے کہا فرض حج میں [یعنی فرض حج میں بھی قدرت ہو اور حج نہ کرے تو اس کے ترکہ میں سے کرانا ضروری ہے] اور اگر ادائیگی پر قادر نہ ہو اس سال تو حج اس سے ساقط ہوگا اگر اس سال کے بعد قادر ہو تو منذور حج واجب نہ ہوگا۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ

(كِتَابُ الْبَيْعِ)

(خرید وفروخت کا بیان)

بیع کی تعریف

لغت میں: ایک چیز کو دوسری چیز کے مقابلہ میں دینے کو بیع کہتے ہیں۔

شرع میں: مال کو مال کے مقابلہ میں مخصوص طریقہ پر دینے کو کہتے ہیں۔

آیات: (۱) وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط(سورۂ بقرہ ۲۷۵) حالانکہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے،

(۲) وَاَشْھِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ (أیضاً ۲۸۲) اور [اتنا اس میں ضرور کیا کرو کہ] خرید وفروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

حدیث: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی زیادہ طیب [پاکیزہ] ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ کا عمل اور بیع مبرور یعنی وہ بیع جس میں دھوکہ اور خیانت نہ ہو۔ حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ: بیع تو وہ ہے جو دونوں کی رضاء سے ہو،

(لَا یَصِحُّ إِلَّا بِالْإِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ فَالْإِیْجَابُ ھُوَ قَوْلُ الْبَائِعِ أَوْ وَکِیْلِہ بِعْتُکَ أَوْ مَلَّکْتُکَ وَالْقَبُوْلُ ھُوَ قَوْلُ الْمُشْتَرِیْ أَوْ وَکِیْلِہ اِشْتَرَیْتُ أَوْ تَمَلَّکْتُ أَوْ قَبِلْتُ وَیَجُوْزُ أَنْ یَتَقَدَّمَ لَفْظُ الْمُشْتَرِیْ مِثْلَ أَنْ یَقُوْلَ اشْتَرَیْتُ بِکَذَا فَیَقُوْلُ بِعْتُکَ وَیَجُوْزُ أَنْ یَقُوْلَ بِعْنِیْ بِکَذَا فَیَقُوْلُ بِعْتُکَ فَھٰذِہٖ صَرَائِحُ وَیَنْعَقِدُ أَیْضاً بِالْکِنَایَةِ مَعَ النِّیَّةِ مِثْلَ خُذْہُ بِکَذَا أَوْ جَعَلْتُہ لَکَ بِکَذَا وَیَنْوِیْ بِذٰلِکَ الْبَیْعَ فَیَقْبَلُ فَإِنْ لَمْ یَنْوِ بِہِ الْبَیْعَ فَلَیْسَ بِشَیْئٍ. وَیَجِبُ أَنْ لَا یَطُوْلَ الْفَصْلُ بَیْنَ الْإِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ عُرْفاً وَاِشَارَةُ الْاَخْرَسِ کَلَفْظِ النَّاطِقِ وَشَرْطِ الْمُتَبَایِعَیْنِ الْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَعَدَمُ الرِّقِّ وَالْحَجْرِ وَالْاِکْرَاہِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَیُشْتَرَطُ اَیْضاً الْاِسْلَامُ فِیْمَنْ یُشْتَرٰی لَہ مُصْحَفٌ أَوْ مُسْلِمٌ لَایَعْتِقُ عَلَیْہِ وَعَدَمُ الْحِرَابَةِ فِیْ شِرَاءِ السِّلَاحِ فَإِنْ أَذِنَ السَّیِّدُ لِعَبْدِہِ الْبَالِغِ فِی التِّجَارَةِ تَصَرَّفَ بِحَسَبِ الْإِذْنِ

وَلَا يَجُوْزُ لِأَحَدٍ مُعَامَلَةُ عَبْدٍ إِلَّا أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ سَيِّدَهُ أَذِنَ لَه بِبَيِّنَةٍ أَوْ بِقَوْلِ السَّيِّدِ وَلَا يُقْبَلُ فِيْهِ قَوْلُ الْعَبْدِ وَالْعَبْدُ لَا يَمْلِكُ شَيْئاً وَإِنْ مَلَّكَه سَيِّدُه وَإِذَا انْعَقَدَ الْبَيْعُ ثَبَتَ لِكُلٍّ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِيْ خِيَارُ الْمَجْلِسِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا الْإِمْضَاءَ جَمِيْعاً أَوْ يَفْسَخْه أَحَدُهُمَا وَلِكُلٍّ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِيْ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْبَيْعِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَا دُوْنَهَا لَهُمَا أَوْ لِأَحَدِهِمَا إِلَّا إِذَا كَانَ الْعَقْدُ مِمَّا يَحْرُمُ فِيْهِ التَّفَرُّقُ قَبْلَ الْقَبْضِ كَمَا فِي الرِّبَا وَالسَّلَمِ ثُمَّ إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ وَحْدَه فَالْمَبِيْعُ فِيْ زَمَنِ الْخِيَارِ مِلْكُه وَإِنْ كَانَ لِلْمُشْتَرِيْ وَحْدَه فَالْمَبِيْعُ فِيْ زَمَنِ الْخِيَارِ مِلْكُه وَإِنْ كَانَ لَهُمَا فَالْمِلْكُ فِيْهِ مَوْقُوْفٌ إِنْ تَمَّ الْبَيْعُ تَبَيَّنَ لَنَا أَنَّه كَانَ مِلْكُ الْمُشْتَرِيْ وَإِنْ فَسَخَ الْبَيْعُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ كَانَ مِلْكَ الْبَائِعِ، بیع صحیح نہیں ہوتی مگر ایجاب وقبول سے ایجاب کہتے ہیں: بائع) یعنی بیچنے والے کے (یا بائع کے وکیل کے میں نے تجھے بیچایا میں نے تجھے مالک بنایا کہنے کو اور قبول کہتے ہیں مشتری) یعنی خریدنے والے کے (یا مشتری کے وکیل کے میں نے خریدایا میں مالک بنایا میں نے قبول کیا کہنے کو اور جائز ہے کہ مشتری کا لفظ مقدم ہو) مطلب یہ ہے کہ بیع میں پہلے ایجاب ہوتا ہے اور بعد میں قبول لیکن ایجاب سے پہلے قبول ہو تو جائز ہے (مثلاً یہ کہ مشتری کہے میں نے فلاں چیز خریدا اور بائع کہے میں نے تجھے بیچا اور) یہ بھی (جائز ہے کہ مشتری کہے تو مجھے فلاں چیز بیچ اور بائع کہے میں نے تجھے بیچا یہ) مذکورہ (تمام صریح الفاظ ہیں اور کنایہ الفاظ سے بھی بیع صحیح ہوتی ہے بشرطیکہ نیت ہو) مطلب یہ ہیکہ نیت ہو تو کنایہ الفاظ سے بیع صحیح ہو گی (مثلاً) بائع کہے (اس چیز کو لے فلاں چیز کے بدلہ میں یا) بائع کہے (میں نے اس چیز کو فلاں چیز کے بدلہ میں تیرے لئے کر دیا اور نیت کرے ان الفاظ سے بیع کی پھر مشتری) اس فلاں چیز کو (قبول کرے) یہ مثال ہوئی کنایہ الفاظ سے بیع صحیح ہونے کی (اور اگر مذکورہ الفاظ سے بیع کی نیت نہ کرے تو معتبر نہیں) بلکہ وہ الفاظ لغو ہوں گے یعنی بیع شمار نہ ہو گی (اور واجب ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان عرفاً فاصلہ طویل نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ درمیان میں اتنا وقت نہ گزرے کہ اعراض کا احساس ہو، مشتری کے قبول سے پہلے غیر متعلق باتوں میں مشغول ہو تو بیع صحیح نہ

ہو گی اگرچہ تھوڑی سی ہو ہاں البتہ مشتری بسم اللہ و الحمد للہ و الصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ کہنے کے بعد کہے کہ میں نے قبول کیا تو بیع صحیح ہو گی،

(اور گونگے کا اشارہ بولنے والے کے لفظ کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ جس طرح ناطق کے لفظ سے بیع صحیح ہوتی ہے اسی طرح گونگے کے اشارہ سے بھی صحیح ہوتی ہے، دوسرے عقود کا بھی یہ ہی حکم ہے،

(بائع اور مشتری کے شرائط) ۵ (ہیں) (۱) (بالغ ہونا) غیر بالغ کی بیع اگرچہ مراہق ہو صحیح نہیں، (۲) (عاقل ہونا) مجنون کی بیع صحیح نہیں اس لئے کہ غیر بالغ اور مجنون دونوں اہل نہیں ہیں، (۳) (رقیت کا) نہ ہونا، جس میں رقیت ہو اس کی بیع صحیح نہیں، (۴) (حجر کا) نہ ہونا چاہے حجر تنگ دستی کی وجہ سے ہو یا بے وقوفی کی وجہ سے، حجر یعنی: تصرف سے روکنا (اور) (۵) (ناحق اکراہ کا نہ ہونا) مطلب یہ ہیکہ کسی شخص کے ذمہ دوسرے کا حق نہ ہو اور وہ اکراہ کی وجہ سے بیع کرے تو بیع صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ اس کی رضامندی نہیں ہے، اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (سورۂ نساء، ۲۹) مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے (ترجمۂ قرآن) لیکن اگر ذمہ میں کسی دوسرے کا حق ہو اور اس کی ادائیگی کے لئے مجبور کے مال میں بیع کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں قاضی اس پر اکراہ کرے گا اور پھر اس اکراہ کی صورت میں بیع صحیح ہو گی، مصنفؒ نے اس عبارت: ''شرط المتبايعين'' میں جو لفظ شرط ذکر فرمایا ہے وہ اسم جنس ہے یہاں وہ شروط کے معنی میں ہے اور لفظ ''متبايعين'' تغليباً ذکر فرمایا ہے بائع اور مشتری کے لئے،

(اور جس شخص کے لئے قرآن شریف خریدا جائے اس شخص میں) مذکورہ شرائط کے ساتھ (اسلام کی بھی شرط ہے) قرآن وغیرہ خریدنے والا اگرچہ وکیل کے ذریعہ خریدے اور وکیل مسلمان ہو تب بھی اصل خریدنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے، وإسلام من يشترى له ولو بوكالة مصحف المراد بالمصحف ما فيه قرأن وإن قل أو نحوه

ككتب حديث ولو ضعيفا_أو كتب علم فيها اٰثار السلف أى حكايات الصالحين_
بخلاف ما اذا خلت عن الآثار وإن تعلقت بالشرع ككتب نحو فقه خلا عن اسم اللہ
(اقناع مع تحفة الحبيب ج٣ص١١) جس شخص کے لئے مصحف خریدا جائے وہ مسلمان
ہو اگرچہ وکیل کے ذریعہ خریدا جائے مصحف سے مراد وہ چیز جس میں قرآن ہو اگرچہ
تھوڑا [یعنی آیت یا اس کا بعض حصہ ہو تب بھی اسلام ضروری ہے] یا قرآن کے مانند
حدیث کی کتابیں اگرچہ روایت ضعیف ہو یا علمی کتابیں جن میں آثارِ سلف یعنی نیک لوگوں
کے واقعات ہوں [ان کو خریدنے کے لئے اسلام ضروری ہے] اس کے برخلاف وہ چیز جو
آثار سلف سے خالی ہو اگرچہ شریعت سے متعلق ہو جیسے فقہ [دینی مسائل] کے مانند کتابیں
جو خالی ہوں اللہ کے نام سے [اور معظم نام سے جیسے محمد، احمد وغیرہ تو ان کو خریدنے کے
لئے اسلام ضروری نہیں ہوگا ورنہ یعنی اگر اللہ کا نام یا معظم نام ہو تو اسلام ضروری ہوگا] (یا)
جس کے لئے (مسلمان غلام) خریدا جائے (جو اس پر آزاد نہ ہوتا ہو) تو اس کا مسلمان ہونا
ضروری ہے اگر آزاد ہوتا ہو تو نہیں مثلاً باپ کافر ہے اور بیٹا مسلمان ہے اگر باپ کے لئے
خریدا جائے تو جائز ہے اس لئے کے خریدتے ہی آزاد ہو جائے گا،

(اور ہتھیار خریدنے میں حرابہ کا نہ ہونا) شرط ہے، یعنی حربی نہ ہونا اگر ہو تو بیع صحیح نہ ہوگی
(اگر آقا اپنے بالغ غلام کو تجارت کی اجازت دے تو غلام اجازت کے مطابق تصرف
کرے) اجازت کی حد سے تجاوز نہ کرے، اس لئے کہ اس صورت میں غلام کا حکم وکیل کی
طرح ہے [اور وکیل کا تصرف مؤکل کی اجازت کے مطابق ہی درست ہوتا ہے] (اور کسی
کے لئے) بیع وغیرہ سے متعلق (غلام سے کوئی معاملہ کرنا درست نہیں ہے مگر یہ کے معاملہ
کرنے والے کو علم ہو گواہ کے ذریعہ) اس بات کا (کہ اس کے آقا نے اسے اجازت دی ہے
یا) علم ہو (آقا کے کہنے سے) کہ اس کو میرے مال میں بیع وغیرہ سے متعلق تصرف کی
اجازت دی گئی ہے (اور بیع وغیرہ کے معاملہ میں غلام کا قول) کہ میرے آقا نے مجھے

اجازت دی ہے (قبول نہیں کیا جائے گا اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا) صحیح قول کے مطابق (اگرچہ اس کا آقا اسے مالک بنادے) اس لئے کہ غلام ایسی مملوک ہے جو بہیمہ کے مشابہ ہے چونکہ غلام اور جو اس کے پاس ہے وہ سب آقا کی ملک ہے (اور جب بیع منعقد ہوگی تو بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کے لئے خیار مجلس کا حق باقی رہے گا) یعنی ہر ایک کو عقد بیع فسخ کرنا جائز ہوگا لیکن ۳ شرطوں کے ساتھ وہ یہ: (۱) (جب تک دونوں) میں سے کوئی ایک بھی (جدا نہ ہو) اگر کوئی ساتھی اپنے اختیار سے جدا ہو جائے تو خیارِ مجلس کا حق ختم ہوگا، مجلس یعنی مجلسِ عقد [یعنی وہ جگہ جہاں خرید و فروخت کا معاملہ ہوا] (۲) (یا) جب تک (دونوں لزوم عقد پر متفق نہ ہوں) تو دونوں میں سے ہر ایک کو عقد بیع فسخ کرنا جائز ہوگا، اگر لزوم عقد پر متفق ہوں تو خیار مجلس کا حق ختم ہوگا، دونوں میں سے کوئی ایک لزوم عقد پر اتفاق کرے تو اس کا خیار ختم ہوگا نہ کہ دوسرے کا، عقد بیع فسخ کرنے کے جواز کی تیسری (۳) شرط: (یا عقد بیع کو دونوں میں سے کوئی ایک فسخ کرے) تو خیار ختم ہو جائے گا (اور بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کے لئے بیع میں خیار شرط لگانا جائز ہے ۳ دن یا ۳ دن سے کم) ۳ دن سے زائد نہیں، خیار شرط لگانا جائز ہے (دونوں) یعنی بائع اور مشتری کے لئے (یا دونوں میں سے کسی ایک کے لئے) بھی جائز ہے (مگر جب عقد اس چیز کا ہو جس میں) مبیع پر (قبضہ کرنے سے پہلے جدائی حرام ہے جیسے بیع ربا اور بیع سلم) تو اس میں خیار شرط لگانا درست نہیں ہے نہ ۳ دن نہ ۳ دن سے کم (پھر اگر خیار صرف بائع کے لئے ہو تو مبیع خیار کے وقت میں بائع کی ملک ہوگی) لہٰذا مبیع سے حاصل ہونے والے فوائد بائع کے ہوں گے اور مبیع کا خرچ بھی اسی پر لازم ہوگا (اور اگر خیار صرف مشتری کے لئے ہو تو مبیع خیار کے وقت میں مشتری کی ملک ہوگی) لہٰذا مبیع سے حاصل ہونے والے فوائد مشتری کے ہوں گے اور مبیع کا خرچ بھی اسی پر لازم ہوگا (اور اگر خیار دونوں کے لئے ہو تو مبیع کو

خیار کے وقت میں موقوف رکھے گے) [خیار دونوں کے لئے ہونے کی وجہ سے دونوں متساوی ہیں] (اگر بیع مکمل ہو تو ہمارے لئے ظاہر ہو گا کہ مبیع مشتری کی ملک تھی اور اگر بیع فسخ ہو تو) ہمارے لئے (ظاہر ہو گا کہ مبیع بائع کی ملک تھی)

(فصل)

(لِلْمَبِیْعِ شُرُوْطٌ خَمْسَۃٌ اَنْ یَکُوْنَ طَاھِرًا مُنْتَفِعاً بِہٖ مَقْدُوْراً عَلٰی تَسْلِیْمِہٖ مَمْلُوْکاً لِلْعَاقِدِ اَوْ لِمَنْ نَابَ الْعَاقِدُ عَنْہُ مَعْلُوْماً فَلاَ یَصِحُّ بَیْعُ عَیْنٍ نَجِسَۃٍ کَالْکَلْبِ اَوْ مُتَنَجِّسَۃٍ وَلَمْ یُمْکِنْ تَطْھِیْرُھَا کَاللَّبَنِ وَالدُّھْنِ مَثَلاً فَإِنْ أَمْکَنَ کَثَوْبٍ مُتَنَجِّسٍ جَازَ وَلاَیَصِحُّ بَیْعُ مَالاَیُنْتَفَعُ بِہٖ کَالْحَشَرَاتِ وَحَبَّۃِ حِنْطَۃٍ وَآلاَتِ الْمَلاَھِی الْمُحَرَّمَۃِ وَلاَبَیْعُ مَالاَیَقْدِرُ عَلٰی تَسْلِیْمِہٖ کَعَبْدٍ آبِقٍ وَطَیْرٍ طَائِرٍ وَمَغْصُوْبٍ لٰکِنْ إِنْ بَاعَ الْمَغْصُوْبَ مِمَّنْ یَقْدِرُ عَلٰی انْتِزَاعِہٖ جَازَ فَإِنْ تَبَیَّنَ عَجْزُہٗ فَلَہُ الْخِیَارُ وَلاَبَیْعُ نِصْفٍ مُعَیَّنٍ مِنْ إِنَاءٍ أَوْ سَیْفٍ أَوْ ثَوْبٍ وَکَذَا کُلُّ مَا تَنْقُصُ قِیْمَتُہٗ بِالْقَطْعِ وَالْکَسْرِ فَإِنْ لَمْ تَنْقُصْ کَثَوْبٍ ثَخِیْنٍ جَازَ وَلاَیَجُوْزُ بَیْعُ الْمَرْھُوْنِ دُوْنَ إِذْنِ الْمُرْتَھِنِ وَلاَبَیْعُ الْفُضُوْلِیِّ وَھُوَ أَنْ یَبِیْعَ مَالَ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ وِلاَیَۃٍ وَلاَ وَکَالَۃٍ وَلاَبَیْعُ مَالَمْ یُعَیَّنْ کَأَحَدِ الْعَبْدَیْنِ وَلاَبَیْعُ عَیْنٍ غَائِبَۃٍ عَنْ عَیْنٍ مِثْلُ بِعْتُکَ الثَّوْبَ الْمَرْوَزِیَّ الَّذِیْ فِیْ کُمِّیْ وَالْفَرَسَ الْأَدْھَمَ الَّذِیْ فِیْ اصْطَبْلِیْ فَإِنْ کَانَ الْمُشْتَرِیْ رَآھَا قَبْلَ ذٰلِکَ وَھِیَ مِمَّا لاَیَتَغَیَّرُ فِیْ مُدَّۃِ الْغَیْبَۃِ غَالِباً جَازَ وَلَوْ بَاعَ عُرْمَۃَ حِنْطَۃٍ وَنَحْوِھَا وَھِیَ مُشَاھَدَۃٌ وَلَمْ یَعْلَمْ کَیْلَھَا أَوْ بَاعَ شَیْئاً بِعُرْمَۃِ فِضَّۃٍ مُشَاھَدَۃٍ وَلَمْ یَعْلَمْ وَزْنَھَا جَازَ وَتَکْفِی الرُّؤْیَۃُ وَلاَ یَصِحُّ بَیْعُ الْأَعْمٰی وَلاَشِرَاؤُہٗ وَطَرِیْقُہُ التَّوْکِیْلُ وَیَصِحُّ سَلَمُہٗ بِعِوَضٍ فِیْ ذِمَّتِہٖ)

(فصل)

مبیع کے بیان میں

(مبیع) بیچی جانے والی چیز (کی پانچ شرطیں ہیں) (۱) (یہ کہ پاک ہو) یعنی اس کا عین پاک ہو(تعلیقات مفیدہ فی فیض ج۲ ص٦) یعنی اپنی اصلیت کے اعتبار سے پاک ہو [جیسے نیا خریدا ہوا کپڑا وغیرہ] یا ناپاک ہو لیکن دھونے کے ذریعہ پاک کی جاسکتی ہو جیسے

کپڑے وغیرہ پر لگی ہوئی نجاست کو دھونے سے کپڑا وغیرہ پاک ہو جاتا ہے لہٰذا اس طرح ناپاک چیز کی بیع درست ہوگی،(اقناع)(۲)(مبیع سے نفع حاصل ہو)فوری طور پر یا مستقبل میں،ایسی چیز کی بیع کرنا جس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو صحیح نہیں ہے جیسے سانپ، بچھو، چوہا اور گیہوں کا ایک دانہ[وغیرہ] یا ممکن ہو لیکن شرعاً نفع اٹھانا ناجائز اور حرام ہو جیسے کھیل کود اور گانے بجانے وغیرہ کے آلات کی بیع ناجائز اور حرام ہے(اقناع)(۳)(بائع مبیع کو مشتری کے سپرد کرنے پر قادر ہو) یا مشتری اس چیز کو غاصب سے لینے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں اگر بائع مشتری کو وہ چیز بیچے تو یہ بیع صحیح ہوگی(تعليقات مفيده فى فيض ج۲ص٦) (۴)(مبیع بائع کی ملکیت میں ہو یا اس شخص کی) ملکیت میں ہو(بائع جس کو بیچنے کے لئے نائب بنائے) بائع اور مشتری کو(عین مبیع) اور اس کی مقدار وصفت،(۵)(معلوم ہو) تاکہ دھوکہ سے حفاظت ہو اور روایت مسلم میں ہے کہ: آپ ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے،

آگے مصنفؒ مذکورہ شرطوں کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(عین نجس چیز کی بیع صحیح نہیں جیسے کتا) آپ ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار اور خنزیر کی بیع کو حرام قرار دیا ہے(بخاری و مسلم)(یا ایسی ناپاک چیز کی) بیع صحیح نہیں(جس کی پاکی ممکن نہ ہو جیسے دودھ اور تیل اگر پاکی ممکن ہو جیسے ناپاک کپڑا تو اس کی بیع صحیح ہوگی) اس لئے کہ ایسے کپڑے پر بیع وارد ہے اور اس کی نجاست عارضی ہے جو صحت بیع کے لئے مانع نہیں ہوتی(اور جس چیز سے نفع حاصل نہ ہو اس کی بیع صحیح نہیں جیسے کیڑے مکوڑے) کیونکہ اس میں نفع نہیں ہے اور(گیہوں کا ایک دانہ) اس کی بھی بیع صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں بھی قلیل ہونے کی وجہ سے فائدہ نہیں ہے(اور کھیل کود کے) ناجائز اور(حرام آلات) ان کی بیع صحیح نہیں اس لئے کہ

شرعاً ان سے نفع اٹھانا ناجائز اور حرام ہے (اور بائع جس مبیع کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو اس کی بیع صحیح نہیں جیسے بھاگا ہوا غلام) اس لئے کہ بائع اس کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے اور (اڑنے والا پرندہ) اس کی بھی بیع صحیح نہیں اس لئے کہ اس کو بھی سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے (اور مغصوب چیز) کی بیع صحیح نہیں (لیکن اگر بائع مغصوب چیز اس شخص کو بیچے جو غاصب کے ہاتھ سے لینے پر قادر ہو تو) اس صورت میں بیچنا (جائز ہے پھر اگر) عقد یعنی سودا ہونے کے بعد غاصب کے ہاتھ سے مغصوب چیز لینے میں (مشتری کا عجز ظاہر ہو جائے تو مشتری کو خیار رہے گا) چاہے سودا فسخ کرے یا باقی رکھے (اور چیز کے متعین نصف حصہ کی بیع صحیح نہیں جیسے برتن کی یا تلوار) کے نصف حصہ (کی) بیع صحیح نہیں (یا قیمتی کپڑے) کے نصف حصہ (کی) بیع صحیح نہیں، اس لئے کہ نصف [وغیرہ] حصہ سپرد کرنے سے بائع عاجز رہے گا چونکہ برتن کو توڑے بغیر، تلوار کے ٹکڑے کئے بغیر اور قیمتی کپڑے کو پھاڑے بغیر سپردگی ممکن نہیں اور توڑنے وغیرہ کی صورت میں مذکورہ چیزوں کی قیمت میں نقص آئے گا اور وہ چیزیں ضائع ہوں گی لہذا بہر صورت بائع نصف [وغیرہ] حصہ کو سپرد کرنے سے عاجز رہے گا اس لئے اس صورت میں بیع کو صحیح نہیں کہا جائے گا (اور اسی طرح حکم ہے ہر اس چیز کا جس کو پھاڑنے) سے (اور توڑنے سے اس چیز کی قیمت میں نقص آتا ہو) مطلب یہ ہیکہ ایسی چیز کی بیع صحیح نہ ہو گی (اگر) اس چیز کی قیمت میں (نقص نہ آتا ہو جیسے موٹا کپڑا تو) اس کی بیع (جائز) و صحیح (ہو گی) اس لئے کہ اس صورت میں نہ قیمت میں نقص آئے گا اور نہ وہ کپڑا ضائع ہو گا (اور مرہون) گروی رکھی ہوئی (چیز کی بیع مرتہن) چیز گروی لینے والے (کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور بیع فضولی صحیح نہیں ہے بیع فضولی یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو ولایت) ذمہ داری (اور وکالت کے بغیر بیچے)

فضولی کس کو کہتے ہیں اور اس کی بیع کا کیا حکم ہے

فلا یصح بیع الفضولی_ والمراد بالفضولی من لیس مالکا ولا وکیلا ولا ولیا(فتح المعین مع ترشیح ص۲۱۸) فضولی وہ آدمی ہے جو نہ تو مالک ہو نہ وکیل وولی ہو اور اس کی بیع صحیح نہیں،

(اور اس چیز کی بیع صحیح نہیں جو متعین نہ ہو جیسے دو غلاموں میں سے کسی ایک کی) بیع صحیح نہیں مطلب یہ ہیکہ بائع کہے دو غلاموں میں سے ایک غلام فروخت کرتا ہوں تو بیع صحیح نہ ہوگی چونکہ ایک کی تعیین نہیں ہے (اور آنکھوں سے غائب چیز کی بیع صحیح نہیں) مطلب یہ ہیکہ جس چیز کو بائع اور مشتری دونوں نے یا دونوں میں سے کسی ایک نے نہ دیکھا ہو اس چیز کی بیع صحیح نہیں ہے (مثلاً) بائع کہے (میں نے تجھے مروزی کپڑا بیچا جو میرے آستین میں) پوشیدہ (ہے) اس صورت میں کپڑے کی صفت مروزی ہونا بیان کی گئی ہے لیکن پھر بھی بیع صحیح نہ ہوگی دھوکہ ہونے کی بناء پر اور آنکھوں سے دیکھنے میں فرق ہے (اور) مثلاً بائع کہے میں نے تجھے (سیاہ گھوڑا) بیچا (جو اصطبل میں ہے)[اصطبل کا معنی ہے: گھوڑے رہنے کی جگہ]ادھم کا معنی ہے: سیاہ، پرانے اور بوسیدہ آثار، نئے آثار، ہتکڑی(بیان اللسان ص٥٤) (اگر مشتری نے غائب چیز کو بیع سے پہلے دیکھا ہو اور وہ چیز ایسی چیزوں میں سے ہوں جس میں دیکھنے اور عقد بیع کے درمیانی مدت میں غالباً تبدیلی نہ آتی ہو) جیسے زمین، لوہا، برتن [وغیرہ](تو) اس چیز کی بیع (جائز) وصحیح (ہوگی) اس لئے کہ اس صورت میں عقد بیع سے پہلے کی رؤیت کافی ہوگی اور دھوکہ بھی نہ ہوگا (اور اگر بائع گیہوں) کے ڈھیر کو (اور اس کے مانند) مثلاً جو (کے ڈھیر کو بیچے درانحالیکہ ڈھیر) بائع اور مشتری دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے سامنے (موجود ہو اور اس کی مقدار) دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کو (معلوم نہ ہو) کہ کتنی ہے تو بھی بیع جائز وصحیح ہے اس لئے کہ ڈھیر کو دیکھنا کافی ہے، یہ بیع کی ایک صورت ہوئی اور دوسری صورت یہ ہے: (یا) بائع (موجود چاندی کے ڈھیر کے بدلہ

میں کسی چیز کو بیچے اور اس کا وزن معلوم نہ ہو تو) بھی بیع (جائز) و صحیح (ہے اور رؤیت کافی ہے) مذکورہ دونوں صورتوں میں (نابینا کی نہ بیع صحیح ہے اور نہ اس کی خرید و فروخت) صحیح ہے اور اس کی (بیع اور خرید و فروخت کے صحت کا طریقہ وکیل بنانا ہے اور نابینا کی بیع سلم اس عوض کے بدلہ میں صحیح ہے جو) عوض (نابینا کے ذمہ میں ہے) اس لئے کہ بیع سلم میں وصف پر اعتماد ہوتا ہے نہ کہ رؤیت پر،

معاطاۃ سے بیع جائز ہے یا نہیں

معاطاۃ سے بیع جائز ہے، معاطاۃ یعنی بائع نے مبیع دی اور مشتری نے ثمن [قیمت] دیا زبان سے کچھ نہیں کہا جیسے دوکانوں میں ہوتا ہے کہ صابون وغیرہ کے دام متعین ہوتے ہیں بائع صابون دیتا ہے مشتری لکھے ہوئے دام پڑھ کر رکھ دیتا ہے زبان سے دونوں کچھ نہیں کہتے، **واختار جماعات من اصحابنا جواز البیع بالمعاطاۃ فیما یعد بیعا وقال مالک کلما عدہ الناس بیعا فھو بیع وممن اختار من اصحابنا ان المعاطاۃ فیما یعد بیعا صحیحۃ وان ماعدہ الناس بیعا فھو بیع صاحب الشامل والمتولی والبغوی والرویانی وکان الرویانی یفتی بہ وقال المتولی وھذاھو المختار للفتوی وکذاقالہ آخرون وھذاھو المختار لان اللہ تعالیٰ احل البیع ولم یثبت فی الشرع لفظ لہ فوجب الرجوع الی العرف فکلماعدہ الناس بیعا کان بیعا کمافی القبض والحرز واحیاء الموات وغیر ذلک من الالفاظ المطلقۃ فانھا کلھا تحمل علی العرف** (المجموع ج۹ ص۱٦۲)

حضرات شوافع کی جماعتوں نے معاطاۃ سے بیع کو جائز قرار دیا ہے ان چیزوں میں جن میں معاطاۃ کو بیع شمار کیا جاتا ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں جس کو لوگ بیع شمار کرتے ہیں وہ بیع ہے، شوافع میں سے صاحب شامل، متولی، بغوی، رویانی رحمہم اللہ تعالیٰ معاطاۃ کو اور لوگ جس کو بھی بیع سمجھے بیع شمار کرتے ہیں، اور رویانی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور متولی نے کہا فتوی کے لئے یہ ہی مختار ہے اسی طرح دوسرے حضرات نے کہا اور یہ مختار ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے اور شریعت میں بیع کے لئے کوئی مخصوص لفظ ثابت نہیں

ہے لہٰذا اس کو عرف کی طرف لوٹانا واجب ہے اس لئے لوگ جس کو بھی بیع شمار کریں وہ بیع ہوگی جیسے کہ قبض، حرز اور احیاء موات وغیرہ یہاں الفاظ مطلق ہیں ان تمام کو عرف پر محمول کیا جائے گا،

اپنی چیز دوسرے کی سمجھ کر بیچے پھر معلوم ہو کہ وہ خود کی تھی تو بیع صحیح ہے یا نہیں

بیع صحیح ہے، **ویصح بیع مال غیرہ ظاهرا ان بان بعد البیع انه له** (فتح المعین) دوسرے کا مال سمجھ کر بیچا پھر ظاہر ہوا کہ وہ تو اس کا تھا تو بیع صحیح ہے،

مبیع کو مکمل دیکھنا ضروری ہے یا نمونہ دیکھنا کافی ہے

مبیع کے اعتبار سے دیکھنا مختلف ہو جاتا ہے یعنی اگر مبیع کے بعض حصہ کو دیکھنا نہ دیکھے ہوئے حصہ پر دلالت کرتا ہو تو بعض مبیع کا دیکھنا کافی ہے مکمل دیکھنے کی ضرورت نہیں [جیسے کسی ایک قسم کے چاول کا نمونہ دیکھنا کافی ہوتا ہے چونکہ اس صورت میں دھوکہ کا اندیشہ نہیں ہوتا اسی طرح ہر مبیع کو قیاس کیا جائے] **لو رأى بعض المبیع دون البعض وهو مما یستدل برؤیة بعضه علی الباقی صح البیع** (شرح مهذب ج۹ص۲۹۷) اگر بعض مبیع کا دیکھنا نہ دیکھے ہوئے حصہ پر دلالت کرتا ہو تو بیع صحیح ہوگی [یعنی مکمل دیکھنا ضروری نہیں] اگر بعض مبیع کو دیکھنا نہ دیکھے ہوئے حصہ پر دلالت نہ کرتا ہو تو مکمل مبیع کو دیکھنا ضروری ہے، **وتعتبر رؤیة کل شئ بما یلیق به ففی الکتاب لابد من رؤیة ورقه ورقة ورقة وفی الورق البیاض رؤیة جمیع الطاقات** (اقناع ج۱ ص۲۸۵) ہر مبیع کا دیکھنا اس کے مناسب حال سے ہوگا مثلاً کتاب خریدتے وقت اس کے ہر ورق کو دیکھنا ضروری ہے [چونکہ ہر صفحہ پر طباعت کا صحیح سالم رہنا کتاب خریدنے کے مقصد کے لئے ضروری ہے] اور سفید ورق [یعنی کاپی] میں اس کے تمام اوراق کو دیکھنا ضروری ہے [چونکہ کاپی کے ہر صفحہ کا خالی رہنا خریدنے کے مقصد کے لئے ضروری ہے ورنہ دھوکہ کا اندیشہ ہوگا اسی

طرح ہر مبیع کو قیاس کیا جائے]موجودہ حالات کے اعتبار سے مبیع سے متعلق چیزوں کو دیکھنا بھی ضروری ہوگا جن پر مبیع کی خرید وفروخت کا مدار ہوتا ہے جیسے فلیٹ اور پلاٹ وغیرہ کے کاغذات چنانچہ عقود رسم المفتی میں ہے: **قد تغيرت أحكامها لتغير الزمان**(ص ۳۹) احکام بدل جاتے ہیں تبدیل زمانہ کی بناپر۔

فون کے ذریعہ بیع کرے تو خیار مجلس کا وقت کب تک ہے

فون کے ذریعہ جس جگہ بیع کرے اس جگہ سے جب تک جدا نہ ہو خیار مجلس کا وقت باقی رہتا ہے اگر جدا ہو جائے تو وقت ختم ہو جاتا ہے [جدائی ہونے نہ ہونے کا اعتبار کرنے سے متعلق مذکورہ بالا مسئلہ میں وضاحت مذکور ہے] **ولو تناديا بالبيع من بعد ثبت لهما الخيار وامتد ما لم يفارق احدهما مكانه فان فارقه ووصل الى موضع لو كان الاخر معه بمجلس العقد عد تفرقا بطل خيارهما**(اقناع ج۱ ص۲٦۰) اور اگر دور سے آواز کے ذریعہ بیع کرے تو ان کے لئے خیار ثابت ہے اور باقی رہتا ہے جب تک کہ دونوں میں سے کوئی ایک اس جگہ سے [جہاں سے فون کے ذریعہ بیع کی] جدا نہ ہو پس اگر جدا ہو جائے، اس جگہ سے اور پہنچ جائے کسی ایسی جگہ تک کہ اگر مجلس عقد [یعنی وہ جگہ جہاں بیع ہوئی] میں اس کے ساتھ دوسرا شخص ہوتا اور جو تفرق [جدائی] شمار ہوتا وہ ان دونوں کے خیار کو باطل کرے گا۔ اگر فون چھوٹے گھر سے کیا ہو یا مبائل فون کے ذریعہ سواری پر رہتے ہوئے بیع کی ہو تو گھر سے نکلنا اور سواری سے اتر جانا تفرق شمار ہو گا، **وان كانا في سفينة او دار صغيرة فبخروج احدهما منها**(ایضاً) اور اگر دونوں [یا کوئی ایک] کشتی میں [یا سواری پر] یا چھوٹے گھر میں ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا وہاں سے نکلنا تفرق ہے،

مبیع پر قبضہ کب شمار ہو گا

قبضہ میں عرف کا اعتبار ہے جسے عرف قبضہ شمار کرے وہ قبضہ ہے، مبیع غیر منقول [منتقل نہ کی جانے والی] ہو جیسے گھر وغیرہ تو خالی کر کے مشتری کے اختیار میں دے دینے سے قبضہ شمار ہو گا اور منقول ہو جیسے لکڑیاں وغیرہ تو مشتری کے کہنے کے مطابق جگہ کی طرف منتقل کرنے سے قبضہ شمار ہو گا، مبیع ہاتھ میں لے جانے والی ہو جیسے کپڑا اور برتن وغیرہ تو ہاتھ میں لینے سے قبضہ شمار ہو گا (شرح مہذب ج۹ ص۲۷۶) قبضہ کرنے میں اعتبار عرف اور عادت کا ہوتا ہے، **فقال اصحابنا الرجوع فی القبض الی العرف** (ایضاً ج۹ ص۲۷۵) قبضہ کرنے میں اعتبار عرف [اور عادت] کا ہو گا، **العرف و العادة مترادفان** (تیسیر الأصول ص۹۹) لفظ عرف اور عادت ہم معنی ہے، لہٰذا مذکورہ جو شکلیں قبضہ کرنے کی بتلائی گئیں اگر عرف اور عادت کے مطابق ان میں کسی چیز کو زیادہ کیا جاتا ہو تو اس کا بھی کرنا قبضہ شمار ہونے کے لئے ضروری ہو گا جیسے گھر اور پلاٹ وغیرہ کو صرف خالی کر کے قبضہ مشتری کو دے دینے سے قبضہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان کے کاغذات دستخط کے ساتھ لینا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس کا بھی اعتبار ہو گا،

(فصل)

(فی الربا)

(لَایَحْرُمُ الرِّبَاإِلَّا فِی الْمَطْعُوْمَاتِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْعِلَّةُ فِیْ تَحْرِیْمِ الْمَطْعُوْمَاتِ الطُّعْمُ وَفِیْ تَحْرِیْمِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَوْنُهُمَا قِیَمَ الْأَشْیَاءِ فَإِذَا بِیْعَ مَطْعُوْمٌ بِمَطْعُوْمٍ مِنْ جِنْسِهٖ كَبُرٍّ بِبُرٍّ اشْتُرِطَ ثَلَاثَةُ أُمُوْرٍ اَلْمُمَاثَلَةُ فِی الْقَدْرِ وَالتَّقَابُضُ قَبْلَ التَّفَرُّقِ وَالْحُلُوْلُ وَإِنْ كَانَ مِنْ غَیْرِ جِنْسِهٖ كَبُرٍّ بِشَعِیْرٍ اُشْتُرِطَ شَرْطَانِ اَلْحُلُوْلُ وَالتَّقَابُضُ قَبْلَ التَّفَرُّقِ وَجَازَ التَّفَاضُلُ وَإِنْ بَاعَ نَقْدًا بِجِنْسِهٖ كَذَهَبٍ بِذَهَبٍ اُشْتُرِطَ الشُّرُوْطُ الثَّلَاثَةُ الْمُتَقَدِّمَةُ وَإِنْ بَاعَ بِغَیْرِ جِنْسِهٖ كَذَهَبٍ بِفِضَّةٍ اُشْتُرِطَ الشَّرْطَانِ وَجَازَ التَّفَاضُلُ وَإِنْ بَاعَ مَطْعُوْمًا بِنَقْدٍ صَحَّ مُطْلَقًا وَیُعْتَبَرُ التَّمَاثُلُ فِی الْمَكِیْلِ بِالْكَیْلِ وَفِی الْمَوْزُوْنِ

بِالْوَزْنِ فَلَا يَصِحُّ رِطْلُ بُرٍّ بِرِطْلِ بُرٍّ إِذَا كَانَ يَتَفَاوَتُ بِالْكَيْلِ وَيَجُوزُ أَرْدَبُّ بِأَرْدَبٍّ وَإِنْ تَفَاوَتَ الْوَزْنُ وَالْمُرَادُ مَا كَانَ يُوزَنُ أَوْ يُكَالُ فِي الْحِجَازِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ جُهِلَ حَالُه اعْتُبِرَ بِبَلَدِ الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُوزَنُ وَ لَا يُكَالُ فِي الْعَادَةِ وَلَا جَفَافَ لَه كَالْقِثَّاءِ وَالسَّفَرْجَلِ وَالْأُتْرُجِّ لَمْ يَصِحَّ بَيْعُ بَعْضِه بِبَعْضٍ فَلَوْ بَاعَ بُرّاً بِبُرٍّ جُزَافاً لَمْ يَصِحَّ وَإِنْ ظَهَرَ مِنْ بَعْدُ تَسَاوِيهِمَا كَيْلاً وَإِنَّمَا تُعْتَبَرُ الْمُمَاثَلَةُ حَالَةَ الْكَمَالِ فَحَالَةُ كَمَالِ الثَّمَرَةِ الْجَفَافُ فَلَا يَصِحُّ رُطَبٌ بِرُطَبٍ أَوْ رُطَبٌ بِتَمْرٍ وَكَذَا عِنَبٌ بِعِنَبٍ أَوْ بِزَبِيبٍ وَإِنْ تَمَاثَلَا فَإِنْ لَمْ يَجِئْ مِنْهُ تَمْرٌ وَلَا زَبِيبٌ لَمْ يَصِحَّ بَيْعُ بَعْضِه بِبَعْضٍ وَلَا يُبَاعُ دَقِيقٌ بِدَقِيقٍ وَلَا بِبُرٍّ وَلَا خُبْزٌ بِخُبْزٍ وَلَا خَالِصٌ بِمَشُوبٍ وَلَا مَطْبُوخٌ بِنِيءٍ وَلَا بِمَطْبُوخٍ إِلَّا أَنْ يَخِفَّ الطَّبْخُ كَتَمْيِيزِ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ وَلَا يَجُوزُ مُدُّ عَجْوَةٍ وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمَيْنِ أَوْ بِمُدَّيْنِ وَلَا دِرْهَمٌ وَثَوْبٌ بِدِرْهَمَيْنِ وَلَا يَصِحُّ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ)

(فصل)

(سود کے بیان میں)

سود کا لغوی معنی زیادتی ہے اور شریعت میں اس زیادتی کے عقد کو سود کہتے ہیں جو سونا، چاندی اور کھانے کی چیزوں میں ہو [مطلب یہ ہیکہ زائد دینے یا لینے کا عقد جس کا شریعت میں ثبوت نہ ہو سود ہے] (کفایہ ج١ ص٤٦٨)(سود صرف کھانے کی چیزوں اور سونا اور چاندی میں حرام ہے)سود (کھانے کی چیزوں میں حرام ہونے کی علت طعم ہے)یعنی کھانے کی صفت ہے (اور) سود (سونے اور چاندی میں حرام ہونے کی) علت یہ ہے کہ (سونے اور چاندی کا چیزوں کی قیمت ہونا ہے)یعنی چیزیں غالباً ان دونوں سے ہی حاصل ہوتی ہیں کیونکہ سونا، چاندی جنس الاثمان میں سے ہے [یعنی قیمت لگائی جانے والی چیزوں میں سے ہے] **فإنه يحرم فيهما الربا لعلة واحدة وهو انهما من جنس الاثمان** (مهذب مع المجموع) سونے چاندی میں سود حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ جنس الاثمان میں سے ہے،

(جب مطعوم چیز کی بیع اسی کی ہم جنس مطعوم چیز کے بدلہ میں کرے جیسے گیہوں کے بدلہ میں گیہوں کی) بیع (تو ۳ چیزیں شرط ہیں) وہ یہ: (۱)(مقدار میں) دونوں (برابر ہوں) اور(۲) (جدائی سے پہلے قبضہ ہو اور) (۳) (بیع نقد ہو اور اگر) مطعوم چیز کی بیع (دوسری جنس سے کرے جیسے جو کے بدلہ میں گیہوں کی) بیع کرے (تو دو چیزیں شرط ہیں) وہ یہ: (۱) (بیع نقد ہو اور) (۲) (جدائی سے پہلے قبضہ ہو) تو (پھر) اس صورت میں مطلب یہ ہیکہ دوسری جنس سے بیع کرنے کی صورت میں مذکورہ ۲ شرطوں کے ساتھ مثلاً جو کے بدلہ میں گیہوں کی بیع (کمی بیشی) کی صورت میں (جائز ہے اور اگر نقد) یعنی سونے یا چاندی (کو اس کی ہم جنس کے بدلہ میں بیچے جیسے سونے کو سونے کے بدلہ) میں اور چاندی کو چاندی کے بدلہ میں بیچے (تو مذکورہ) بالا (۳ شرطیں ضروری ہیں اور اگر) نقد کو، اس کی جنس کے علاوہ (سے بیچے جیسے سونے کو چاندی کے بدلہ میں) بیچے (تو ۲ شرطیں ضروری ہیں پھر کمی بیشی) کے ساتھ بیع (جائز ہوگی اور اگر مطعوم چیز کو نقد کے بدلہ میں بیچے تو مطلق صحیح ہے) مطلب یہ ہیکہ مذکورہ شرائط میں سے کسی شرط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے (ناپی جانے والی چیز میں برابری کا اعتبار ناپ سے کیا جائے گا) یعنی کیلی چیزوں میں برابری کا اعتبار کیل سے کیا جائے گا (اور وزن کی جانے والی چیز میں وزن سے) برابری کا اعتبار کیا جائے گا (ایک رطل گیہوں کے بدلہ میں ایک رطل گیہوں) کی بیع (صحیح نہیں ہے جبکہ کیل سے فرق ہوتا ہو) مطلب یہ ہیکہ ایک رطل گیہوں کو اگر کیل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو فرق ہوتا ہو اور اس میں برابری کا اعتبار کیل سے کیا گیا ہے اسی لئے ایک رطل گیہوں کے بدلہ میں ایک رطل گیہوں کی بیع صحیح نہیں ہے (اور ایک گون کے بدلہ میں ایک گون) کی بیع (جائز ہے اگرچہ وزن کے اعتبار سے فرق ہو) کیونکہ اس کا معیار کیل ہے (اور موزون سے مراد وہ چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حجاز میں وزن سے دی جاتی تھی، اور مکیل سے) مراد (وہ چیز ہے جو کیل

سے دی جاتی تھی، اگر اس کا مکیل و موزون ہونا مجہول ہو تو بیع کے شہر کا اعتبار کیا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ جس شہر میں سودا ہو رہا ہے اس شہر میں اگر مبیع وزن سے دی جاتی ہو تو وزن سے دی جائے گی اور اگر کیل سے دی جاتی ہو تو کیل سے دی جائے گی (اور اگر مبیع ان چیزوں میں سے ہو جس کا نہ وزن کیا جاتا ہو اور نہ کیل عادۃً اور نہ اس کو خشک کیا جاتا ہو جیسے ککڑی) اور (بہی) [ایک قسم کا میوہ ہے] (اور نارنجی تو) ان ۳ چیزوں میں سے (بعض کی بیع بعض کے بدلہ میں صحیح نہ ہو گی) مماثلت سے ناواقفیت کی بنیاد پر (اگر اندازہ سے گیہوں کے بدلہ میں گیہوں کی بیع کرے تو صحیح نہ ہو گی اگرچہ عقد کے بعد دونوں گیہوں کیل کے اعتبار سے برابر ظاہر ہو) اس لئے کہ عقد کے وقت مماثلت سے ناواقفیت تھی (اور) ربوی چیزوں میں فقط (حالتِ کمال کی مماثلت کا اعتبار ہو گا) اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا بیع رطب بالتمر کے متعلق تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا رطب کا وزن خشک ہونے کی صورت میں کم ہو جاتا ہے؟" صحابہ نے فرمایا: ہاں، تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا اس حدیث میں آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ مماثلت معتبر ہو گی خشک ہونے کی حالت میں (پھل کی حالتِ کمال خشک ہونا ہے لہٰذا رطب کی بیع رطب کے بدلہ صحیح نہ ہو گی اور نہ رطب کی تمر کے بدلہ اور نہ انگور کی انگور کے بدلہ اور نہ) انگور کی (کشمش کے بدلہ اگرچہ) بعد میں (دونوں یکساں نکلے) اس لئے کہ حالتِ عقد میں تماثل معلوم نہیں تھا حالت عقد میں حالت کمال میں نہ ہونے کی وجہ سے،

(اگر رطب و عنب سے تمر و زبیب حاصل نہ ہوتے ہوں تو بعض کو بعض سے بیچنا درست نہیں) حالتِ کمال نہ ہونے کی وجہ سے (اور آٹے کو آٹے کے بدلہ میں نہیں بیچا جائے گا) نعومت اور خشونت میں تفاوت کی وجہ سے جو مماثلت میں مانع ہے (اور) آٹا (گیہوں کے بدلہ میں نہیں بیچا جائے گا) اس لئے کہ وہ آٹے کی اصل ہے (اور روٹی کو روٹی کے بدلہ میں

بیچا نہیں جائے گا) اگر جنس ایک ہو مثلاً گیہوں کی روٹی گیہوں کی روٹی کے بدلے (اور) مذکورہ چیزوں میں سے (خالص کو مخلوط سے بیچا نہیں جائے گا) جیسے گیہوں کے خالص آٹے کو جَو کے آٹے سے ملے ہوئے گیہوں کے آٹے کے بدلہ میں (اور مطبوخ) یعنی پکے ہوئے گوشت وغیرہ (کو کچے کے بدلہ میں بیچا نہیں جائے گا اور نہ) پکے ہوئے کو (پکے ہوئے کے بدلہ میں مگر یہ کہ طبخ ضعیف) ہلکا (ہو) طبخ ضعیف سے مراد یہ ہے کہ طبخ تمیز کے لئے ہو (جیسے شہد کو) شمع سے جدا کرنے کے لئے (اور گھی کو) چھاس سے (جدا کرنے کے لئے، اور ایک مد عجوہ اور ایک درھم کو ۲ درھم کے بدلہ میں یا ۲ مد عجوہ کے بدلہ میں بیچنا صحیح نہیں اور نہ ایک درھم اور کپڑا ۲ درھم کے بدلے میں بیچنا صحیح ہے) اس لئے کہ ان میں مبیع میں بھی وہ چیز ہے جو ثمن میں ہے (اور گوشت کو حیوان کے بدلہ میں بیچنا صحیح نہیں) اگرچہ مچھلی کا گوشت ہو چاہے حیوان کی جنس دوسری ہو چاہے ماکول ہو یا غیر ماکول،

ایک مرغی کی بیع ۲ مرغیوں کے بدلہ جائز ہے یا نہیں

ایک مرغی کی بیع ۲ مرغیوں کے بدلہ جائز ہے، **لا ربا فی الحیوان عندنا فیجوز بیع شاة بشاتین وبعیر ببعیرین ودجاجة بدجاجتین وکذا سائر الحیوان ولا خلاف فی ھذا عندنا** (المجموع ج۹ ص۳۹۹) حضرات شوافع کے نزدیک جانور میں سود نہیں ہے اس لئے ایک بکری کی بیع ۲ بکریوں کے بدلہ اور ایک اونٹ کی دو اونٹوں کے بدلہ اور ایک مرغی کی ۲ مرغیوں کے بدلہ جائز ہے اور اسی طرح تمام جانوروں میں [سود نہیں ہے] اور اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے،

کیا ہندوستانی سعودی کا ایک ریال مثلاً دس روپے میں اور امریکہ کا ایک ڈالر مثلاً چالیس روپے میں دے دے تو کیا یہ تبادلہ جائز ہے یا حرام

ایک ملک کے مختلف سکے اور کرنسی نوٹ ایک ہی جنس ہیں لہٰذا دس روپے دے کر زائد نہیں لے سکتا حرام ہے اسی طرح مثلا سو روپے دے کر زائد لینا حرام ہے،

اور مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں [یعنی ہر ملک کی کرنسی الگ الگ ہے] چونکہ ہر ملک الگ معیار مقرر کیا ہوا ہے مثلاً پاکستان میں روپیہ، سعودی عرب میں ریال، امریکہ میں ڈالر، لہٰذا یہ معیار ملکوں کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے اس وجہ سے کہ ہر ملک کی کرنسی کی حیثیت کا تعین اس ملک کی قیمتوں کے اشاریہ اور اس کی درآمدات وبرآمدات وغیرہ کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کوئی ایسی مادی چیز موجود نہیں ہے جو ان مختلف معیارات کے درمیان کوئی پائیدار تناسب قائم رکھے بلکہ ہر ملک کے اقتصادی حالات کے تغیر واختلاف کی وجہ سے اس تناسب میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے لہٰذا ان مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کوئی ایسا پائیدار تعلق نہیں پایا جاتا جو ان سب کو جنس واحد [ایک ہی کرنسی اور جنس] بنادے، اس کے بر خلاف ایک ہی ملک کی کرنسی اور سکوں میں یہ بات نہیں اگرچہ مقدار کے لحاظ سے وہ بھی مختلف ہوتے ہیں لیکن اس اختلاف کا تناسب ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں مثلاً پاکستانی روپیہ اور پیسہ اگرچہ یہ دونوں مختلف قیمت کے حامل ہیں لیکن دونوں کے درمیان جو ایک اور ۱۰۰ کی نسبت ہے [کہ ایک پیسہ ایک روپیہ کا سوواں حصہ ہوتا ہے] روپیہ کی قیمت بڑھنے اور گھٹنے سے اس نسبت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا بر خلاف پاکستانی روپیہ اور سعودی ریال کے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت موجود نہیں جو ہر حال میں بر قرار رہے بلکہ ان کے درمیان نسبت ہر وقت بدلتی رہتی ہے، لہٰذا جب ان کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت جو جنس ایک کرنے کے لئے ضروری تھی نہیں پائی گئی تو تمام ممالک کی کرنسیاں آپس میں ایک دوسرے کے لئے مختلف الاجناس ہو گئیں، جب مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہو گئیں تو ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بالاتفاق جائز ہے (جواهر الفقه ج ٤ ص ٣٤٦) جبکہ تبادلہ نقد ہو اور ایک دوسرے کی کرنسی پر جدائی یا تخایر سے پہلے قبضہ ہو [تبادلہ مکمل

ہونے کی وجہ سے](ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۱ص۲۵۸)[تخایر سے مراد یہ ہے کہ: بائع یا مشتری تفرق سے پہلے کہے کہ بیع اختیار کر لو اور سامنے والا راضی ہو جائے تو اس صورت میں تفرق سے پہلے ہی بیع لازم ہو جاتی ہے لہذا تخایر سے پہلے قبضہ کرنا ضروری ہے] سعودی اور امریکہ کے علاوہ بقیہ ممالک کی کرنسیوں کے تبادلہ میں بھی یہ ہی احکام جاری ہوں گے۔

پراویڈنٹ فنڈ جو ملازمت سے کٹتا ہے اس پر سود بھی ملتا ہے اور سود [زائد رقم] اصل مال میں جڑتا رہتا ہے کیا یہ سود لینا درست ہے؟

یہ جزوِ تنخواہ ملازم نے خود نہیں جمع کیا بلکہ یہ سلسلہ حکومت نے اپنے قانون کے پیش نظر جاری کیا ہے جس سے ملازم کی خیر خواہی مقصود ہے جب تک اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہو یہ ملازم کی ملکیت نہیں لہذا اس پر جو کچھ اضافہ ملتا ہے یہ بھی سود نہ ہو گا بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض محکموں میں ملازمت ختم ہونے پر حسنِ کارکردگی کے سلہ میں پینشن ملتی ہے اس کو بھی سود نہیں کہا جاتا(فتاویٰ محمودیه ج٤ ص١٢٩)

کسی کو تجارت کے لئے رقم دے کر اس سے ہر ماہ متعینہ مثلاً ہزار روپے لینا یہ روپے سود شمار ہوں گے یا نہیں

ہر ماہ متعینہ ہزار روپے لینا سود ہے جو حرام ہے،[چاہے دینا ہو] جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ یہ رقم دے کر عقد مضاربت [یعنی ایک کی محنت دوسرے کی رقم] کا معاملہ کر لیا جائے کہ اس رقم پر جو منافع ہو اس میں اتنا حصہ تمہارا اور اتنا حصہ ہمارا مثلاً آدھا حصہ تمہارا آدھا ہمارا یا ایک حصہ ہمارا دو حصے تمہارے اس طرح (فتاوىٰ رحيميه، اقناع)

ایک اسکیم ہے وہ شیر بیچتی ہے مثال کے طور پر اگر اس میں ایک لاکھ روپے جمع کئے تو وہ اسکیم دس روپیہ فی شیر کے حساب سے دس ہزار شیر کا سرٹیفکٹ دیتی ہے اور اس کی مدت پانچ سال رہتی ہے تو وہ اسکیم ماہانہ ایک ہزار ایک سو چھیسٹھ روپے (۱۱۶۶) منافع دیتی ہے اور پانچ سال بعد دس ہزار روپے بونس دیتی ہے اور پانچ سال بعد اپنے ایک لاکھ روپے واپس دیتی ہے کیا اس اسکیم سے مذکورہ حاصل شدہ منافع لینا حلال ہے یا حرام اور اس اسکیم میں شرکت کا کیا حکم ہے

وہ چیزیں جن میں سود کی حرمت پر شرعاً حکم وارد ہوا ہے ان میں سونا، چاندی بھی ہے اور سونا چاندی میں سود کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ جنس الاثمان میں سے ہے [یعنی قیمت لگائی جانے والی چیزوں میں سے ہے] والاعیان التی نص علی تحریم الربا فیھا الذھب والفضۃ الخ فانہ یحرم فیھما الربا لعلۃ واحدۃ وھو انھما من جنس الاثمان (مھذب مع المجموع ج۹ص۴۴۳) وہ چیزیں جن میں سود کی حرمت پر شرعاً حکم وارد ہوا ہے ان میں سونا چاندی بھی ہے اور سونے چاندی میں سود حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ جنس الاثمان میں سے ہے، لہٰذا مبادلۃ النقود بالنقود کے طور پر یعنی ایک ہی جنس کی چیزوں میں مثلاً سونے کے بدلہ سونے کی بیع تفاضل یعنی کمی زیادتی کے ساتھ نہیں کر سکتے، حرام ہے، **فاما مایحرم فیہ الربا فینظر فیہ فان باعہ بجنسہ حرم فیہ التفاضل** (ایضاً ج۹ ص۴۵۹) جن چیزوں میں سود حرام ہے اگر ان چیزوں کی بیع مبادلہ النقود بالنقود کے طور پر تفاضل کے ساتھ ہو تو حرام ہے،

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں روپے پیسے بھی سود کے حرام ہونے کی علت جنس الاثمان میں داخل ہے، لہٰذا مذکورہ اسکیم کا منافع سود اور حرام ہے جو اس طرح حاصل ہو رہا ہے کہ ماہانہ: ۱۱۶۶، روپے متعین ہیں، اس اسکیم میں شامل ہونے والا قراض اور مضاربت [ایک کی رقم دوسرے کی محنت] نہ سمجھے اقناع میں ہے: وللقراض اربعۃ شروط_ والشرط

الثالث_ ان یشترط المالک له ای للعامل فی صلب العقد جزء ا و لو قلیلا معلوما لهما من الربح بجزئیة کنصف و ثلث فلا یصح القراض علی ان لاحدهما معینا الخ(ج۲ ص۶۳) تجارت کا عقد کرتے وقت مالک پر شرط ہے کہ عامل [محنت کرنے والے] کے لئے نفع میں سے معلوم حصہ کو بیان کرے یعنی اس طرح کہ جو کچھ نفع ہو اس میں نصف یا ثلث تیرے لئے اور بقیہ میرے لئے لیکن اگر کسی کے لئے متعین کرے [جیسے ۱۱۶۶ روپے وغیرہ] تو ایسی صورت میں قراض صحیح نہ ہوگا، اس طرح کی اسکیم میں شرکت اعانت علی المعصیت ہے، یعنی گناہ کے کام میں مدد کرنا ہے،

(فصل)

(لَا یَصِحُّ بَیْعِ نِتَاجِ النَّتَاجِ کَقَوْلِه إِذَا وَلَدَتْ نَاقَتِیْ وَ وَلَدَ وَلَدُهَا فَقَدْ بِعْتُکَ الْوَلَدَ وَ لَا أَنْ یَبِیْعَ شَیْئاً وَ یُؤَجِّلَ الثَّمَنَ بِذٰلِکَ وَ لَا بَیْعُ الْمُلَامَسَةِ وَ الْمُنَابَذَةِ وَ الْحَصَاةِ وَ لَا بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ کَقَوْلِکَ بِعْتُکَ هٰذَا بِأَلْفٍ نَقْداً أَوْ بِأَلْفَیْنِ مُؤَجَّلاً أَوْ بِعْتُکَ ثَوْبِیْ بِأَلْفٍ عَلٰی أَنْ تَبِیْعَنِیْ عَبْدَکَ بِخَمْسِمِائَةٍ وَ لَا بَیْع وَ شَرْط مِثْل بِعْتُکَ بِشَرْطِ أَنْ تَقْرِضَنِیْ مِائَةً وَ یَصِحُّ بَیْع وَ شَرْط فِیْ صُوَرٍ وَ هِیَ شَرْطُ الْأَجَلِ فِی الثَّمَنِ بِشَرْطِ أَنْ یَکُوْنَ الْأَجَلُ مَعْلُوْماً وَ أَنْ یَرْهَنَ بِه رَهْناً أَوْ یَضْمَنَه بِه زَیْد أَوْ أَنْ یَعْتِقَ الْعَبْدَ الْمَبِیْعَ أَوْ شَرَطَ مَا یَقْتَضِیْهِ الْعَقْدُ کَالرَّدِّ بِالْعَیْبِ وَ نَحْوِه فَإِنْ بَاعَ وَ شَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنَ الْعُیُوْبِ صَحَّ وَ بَرِئَ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ بَاطِنٍ فِی الْحَیَوَانِ لَمْ یَعْلَمْ بِهِ الْبَائِعُ وَ لَا یَبْرَأُ مِمَّا سِوَاهُ وَ لَا یَصِحُّ بَیْعُ الْعَرْبُوْنِ بِأَنْ یَشْتَرِیَ سِلْعَةً وَ یَدْفَعَ دِرْهَماً عَلٰی أَنَّه إِنْ رَضِیَ بِالسِّلْعَةِ فَالدِّرْهَمُ مِنَ الثَّمَنِ وَ إِلَّا فَهُوَ لِلْبَائِعِ مَجَّاناً وَ لَوْ فَرَّقَ بَیْنَ الْجَارِیَةِ وَ وَلَدِهَا قَبْلَ سِنِّ التَّمْیِیْزِ بِبَیْعٍ أَوْ هِبَةٍ بَطَلَ الْعَقْدُ وَ بَعْدَ التَّمْیِیْزِ یَصِحُّ وَ یَحْرُمُ أَنْ یَبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَنْ یَقُوْلَ الْحَاضِرُ لِلْبَدْوِیِّ الَّذِیْ قَدِمَ بِسِلْعَةٍ وَ هِیَ مِمَّا یُحْتَاجُ إِلَیْهَا فِی الْبَلَدِ لَا تَبِعِ الْاٰنَ حَتّٰی أَبِیْعَهَا لَکَ قَلِیْلاً قَلِیْلاً بِثَمَنٍ غَالٍ وَ أَنْ یَتَلَقَّی الرُّکْبَانَ فَیُخْبِرَهُمْ بِکَسَادِ مَا مَعَهُمْ لِیَشْتَرِیَ مِنْهُمْ بِغَبْنٍ وَ أَنْ یَسُوْمَ عَلٰی سَوْمِ أَخِیْهِ بِأَنْ یَزِیْدَ فِی السِّلْعَةِ بَعْدَ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ وَ أَنْ یَبِیْعَ عَلٰی بَیْعِ أَخِیْهِ بِأَنْ یَقُوْلَ لِلْمُشْتَرِیْ افْسَخِ الْبَیْعَ وَ أَنَا أَبِیْعُکَ بِأَرْخَص مِنْهُ وَ أَنْ یَنْجُشَ بِأَنْ یَزِیْدَ فِی السِّلْعَةِ وَ هُوَ غَیْرُ رَاغِبٍ فِیْهَا لِیَغُرَّ بِهَا غَیْرَه وَ أَنْ یَبِیْعَ الْعِنَبَ مِمَّنْ یَتَّخِذُهُ خَمْراً فَإِنْ بَاعَ فِیْ هٰذِهِ

الصُّوَرِ كُلِّهَا الْمُحَرَّمَةِ صَحَّ الْبَيْعُ وَإِنْ جَمَعَ فِيْ عَقْدٍ وَاحِدٍ مَايَجُوْزُ وَمَالَا يَجُوْزُ مِثْلَ عَبْدِهِ وَعَبْدِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَوْ خَمْرٍ وَخَلٍّ صَحَّ فِيْمَا يَجُوْزُ بِقِسْطِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَبَطَلَ فِيْمَا لَايَجُوْزُ وَلِلْمُشْتَرِيْ الْخِيَارُ إِنْ جَهِلَ وَإِنْ جَمَعَ فِيْ عَقْدَيْنِ مُخْتَلِفِي الْحُكْمِ مِثْلَ بِعْتُكَ عَبْدِيْ وَاجَرْتُكَ دَارِيْ سَنَةً بِكَذَا اَوْزَوَّجْتُكَ ابْنَتِيْ وَبِعْتُكَ عَبْدَهَا بِكَذَا صَحَّ وَقُسِّطَ الْعِوَضُ عَلَيْهِمَا)

(فصل)

ان چیزوں کے بیان میں جن کی بیع سے منع کیا گیا ہے

(نتاج النتاج کی بیع صحیح نہیں) نتاج النتاج کسے کہتے ہیں اس کو مصنف نے مثال سے واضح فرمایا ہے وہ مثال یہ ہے: (جیسے بائع کہے: جب میری اونٹنی جنے اور پھر وہ) نو مولود (بچہ جنے وہ بچہ) یعنی بچہ کا بچہ (میں نے تجھے بیچا) یہ بیع نتاج النتاج ہے اس کو بیع حبل الحبلہ بھی کہتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو نہ ملکیت میں ہے نہ معلوم ہے اور نہ اس کے سپرد کرنے پر قادر ہے، شیخین نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے بیع حبل الحبلہ سے منع فرمایا ہے، ابو عبیدہ اور اہل لغت نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہ بیع نتاج النتاج ہے (اور اس وجہ سے) یعنی نتاج النتاج کی بیع جس طرح مجہول ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اسی طرح (صحیح نہیں ہے) یہ بھی (کہ کسی چیز کو بیچے اور) مبیع کی (قیمت کو مؤخر کردے) نتاج النتاج تک مطلب یہ ہے کہ بائع کسی چیز کو بیچے اور قیمت کے بارے میں کہے کہ نتاج النتاج کے وقت دینا،

(اور بیع ملامسہ) صحیح (نہیں ہے) بیع ملامسہ یہ ہے کہ کپڑے وغیرہ کو مس کرے [چھولے] اور اندھیرے یا لپٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے دیکھ نہ سکے پھر خرید لے اور شرط یہ ہو کہ دیکھنے پر خیار نہ ہوگا یا کہے کہ اگر تو کپڑے کو لمس کرے تو میں نے تجھے بیچ دیا لمس پر اکتفا کرے صیغہ نہ بولے، یا چیز بیچے اس طرح کہ لمس سے بیع لازم ہو جائے گی اور خیار مجلس نہ ہوگا (اور) بیع (منابذہ) صحیح نہیں ہے، بائع اور مشتری نبذ [پھینکنے] کو ہی بیع سمجھے صیغہ نہ

بولے مثلاً کہے اپنا کپڑا پھینکتا ہوں دس درہم کے بدلہ دوسرا لے لے، یا کہے یہ چیز بیچی اتنے کے بدلے شرط یہ ہے کہ میرے پھینکنے سے بیع لازم ہو جائے گی اور خیار نہ رہے گا، ان دونوں صورتوں میں عدم صحت کی وجہ: صیغہ کا نہ ہونا، شرط فاسد کا ہونا اور صحیحین میں اس سے نہی ہے،

(اور) بیع (حصاۃ) صحیح نہیں ہے، بائع کہے [مثلاً] ان کپڑوں میں سے جس کپڑے پر کنکر گرے وہ بیچا اس کو بیع حصاۃ کہتے ہیں، یہ بیع صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں مبیع مجہول ہے (اور ایک بیع میں دو بیع) صحیح (نہیں ہے) آگے مصنفؒ اس کی دو صورتیں بیان فرما رہے ہیں ایک یہ: (جیسے بائع کا قول میں نے تجھے یہ چیز نقد ایک ہزار) روپے کے بدلے (میں بیچا اور ادھار دو ہزار میں) بیچا حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور دوسری صورت یہ: (یا) بائع کا قول: (میں نے تجھے میرا کپڑا ایک ہزار میں بیچا اس شرط پر کہ تو مجھے تیرا غلام پانچ سو) روپے (میں بیچ) یہ صورت بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں شرط فاسد ہے (اور بیع اور) اس میں (شرط) لگانا (صحیح نہیں ہے مثلاً) بائع کہے: (میں نے تجھے اس شرط پر بیچا کہ تو مجھے سو) روپے (قرض دے) یہ بیع اور اس میں مذکورہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے (اور صحیح ہے بیع اور) اس میں (شرط) لگانا (کئی صورتوں میں اور وہ صورتیں یہ ہیں): ان میں پہلی صورت یہ ہے کہ مبیع کی (قیمت میں اجل کی شرط لگانا) یعنی قیمت کو بعد میں ادا کرنے کی شرط لگانا (بشرطیکہ اجل معلوم ہو) صحیح ہے جیسے کہے: رجب تک ادا کروں گا تو یہ صحیح ہے کیوں کہ اجل معلوم ہے لیکن اجل معلوم نہ ہو [مطلب یہ ہیکہ رجب وغیرہ تک ادا کروں گا اس طرح کی قید نہ ہو] تو صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس صورت میں اجل مجہول ہے، دوسری صورت: (۲) (اور) بیع میں مشتری (یہ) شرط لگائے (کہ) مبیع کی (قیمت کے بدلہ میں) مبیع کے علاوہ (کوئی) اور (چیز گروی رکھے) یہ شرط صحیح ہے

تیسری صورت: (یا) بیع میں مشتری کی طرف سے مبیع کی (قیمت) ادا کرنے (کے لئے) کسی دوسرے شخص کے مثلاً (زید کے ضامن بننے کی شرط لگائے) تو یہ شرط صحیح ہے، عقد میں جیسے رہن کی ضرورت ہوتی ہے اعتماد کے لئے ویسے کفیل کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور رہن اور کفیل کا متعین ہونا ضروری ہے، چوتھی صورت: (یا) بیع میں (یہ) شرط لگائی جائے (کہ) مشتری (بیچے جانے والے غلام کو آزاد کرے) یہ شرط صحیح ہے، حضرت عائشہؓ نے حضرت بریدہ کو خرید لیا اس شرط پر کہ اسے آزاد کرے، پانچویں صورت: (یا) بائع یا مشتری یا دونوں میں سے ہر ایک (اس چیز کی شرط لگائے جس کا عقد تقاضا کرتا ہو جیسے عیب کی وجہ سے مبیع واپس لوٹانے کی) شرط لگائے صحیح ہے (اور اس کے مانند) شرط لگائے تو صحیح ہے جیسے کہ بائع شرط لگائے کہ مشتری مبیع سے نفع اٹھائے گا یا یہ شرط لگائے کہ بائع قبضہ کرائے گا،

(اگر بائع) جانور یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز (بیچے اور) مبیع میں (تمام عیوب سے براءت کی شرط لگائے تو) بیع (صحیح ہے اور بائع جانور کے باطنی ہر اس عیب سے بری ہو گا جن کو بائع جانتا نہ ہو اور جانور کے باطنی غیر معلوم عیب کے علاوہ کسی عیب سے بری نہ ہو گا) مثلاً ظاہری عیب سے بائع بری نہ ہو گا چاہے جانور میں ہو یا غیر جانور میں اور غیر جانور کے باطنی عیب سے بائع بری نہ ہو گا اور جانور کے باطنی معلوم عیب سے بری نہ ہو گا (اور بیع عربون صحیح نہیں ہے وہ یہ ہے کہ مشتری) بائع سے (سامان) یا کوئی چیز (خریدے اور) بائع کو مثلاً (ایک درہم) یا سو روپے (دیدے اس شرط پر کہ مشتری اگر راضی ہو سامان) یعنی اس سودے (سے تو یہ درہم) سامان کی (قیمت میں شمار ہو گا ورنہ) یعنی سامان سے راضی نہ ہو تو (وہ درہم بائع کے لئے مفت) اور ہبہ (ہو گا) مشتری کی جانب سے مطلب یہ ہیکہ مشتری سامان واپس کرے گا پھر بھی درہم بائع کا ہو گا،

اسکیم

آج کل کوئی ایسی اسکیم ہو کہ وہ ارکان و شرائط کے ساتھ مثلاً ہفتہ پر چیزیں بیچتی ہو اور ہر ہفتہ رقم مکمل ہونے تک وصول کرتی ہو تو یہ طریقہ صحیح ہے لیکن پہلے ہفتہ کی رقم مثلاً ایک چیز سو روپے کی ہے تو پچیس روپے دے کر مشتری شرط لگائے کہ اگر یہ چیز مجھے پسند ہو گی تو سودا منظور لہٰذا وہ رقم قیمت میں سے شمار ہو گی ورنہ آئندہ ہفتہ چیز واپس کر دوں گا اور دی ہوئی رقم آپ کے لئے میری جانب سے مفت ہو گی یہ بیع صحیح نہ ہو گی،

(اور اگر بائع باندی اور اس کے لڑکے کے درمیان سن تمیز کو پہنچنے سے پہلے جدائی کرے بیع) سے (یا ہبہ سے تو عقد باطل ہو گا) یعنی بیع یا ہبہ کا عقد باطل ہو گا، اگر متن میں لفظ: "سن" کو حذف کیا جاتا تو اولیٰ ہوتا اس لئے کہ مسئلہ کا دارومدار تمیز پر ہے، مصنفؒ نے تفریق کو بیع و ہبہ سے مقید کیا تاکہ ان دونوں کے علاوہ سے ہونے والی تفریق نکل جائے جیسے وصیت، عتق اور وقف سے ہونے والی تفریق اس لئے کہ اس تفریق سے عقد باطل نہ ہو گا (اور ممیز ہونے کے بعد) تفریق (صحیح ہے) حرام نہیں ولد کے مستقل ہونے کی بناء پر اس لئے کہ اس صورت میں ولد ماں کا محتاج نہیں رہتا، اور ماں اور باپ کے علاوہ محارم کے درمیان تفریق جائز ہے،

(اور حرام ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے بیچے) مطلب یہ ہے کہ بیع حاضر للبادی حرام ہے اور (وہ یہ ہے کہ دیہاتی سامان لیکر آئے اور اس سامان کی شہر میں لوگوں کو ضرورت ہو اس دیہاتی سے شہری کہے تو ابھی) اس سامان کو (نہ بیچ کہ میں اس کو تیرے لئے تھوڑا اچھی قیمت میں بیچوں گا) یہ بیع حاضر للبادی حرام ہے اگر سودا کرنے والا بیع حاضر للبادی کی ممانعت کو جانتا ہو تو اور اگر نہ جانتا ہو یا سامان کی شہر میں ضرورت نہ ہو یا سامان کم ہونے کی بناء پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو حرام نہیں ہے، **تحریم بیع الحاضر للبادی وبه قال الشافعی و الاکثرون قال اصحابنا و المراد به ان یقدم غریب من البادیة او من بلد أخر بمتاع تعم الحاجة الیه**

لیبیعه بسعر یومه فیقول له البلدی اترکه عندی لابیعه علی التدریج بأغلی قال اصحابنا وانما یحرم بهذه الشروط وبشرط ان یکون عالما بالنهی فلو لم یعلم النهی او کان المتاع مما لایحتاج فی البلد او لایؤثر فیه لقلة ذلک المجلوب لم یحرم(شرح مسلم ج٢ ص٤) بیع حاضر للبادی حرام ہے اس کو امام شافعی اور اکثر حضرات نے کہا ہے، حضرات شوافع نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص دیہات سے یا دوسرے شہر سے ایسا سامان لے کر آئے کہ شہر میں اس سامان کی ضرورت ہو[یعنی جس شہر میں سامان لے جارہا ہے] اس دن کے بھاؤ سے بیچنے کے لئے تو شہری اس سے کہے کہ سامان کو میرے پاس چھوڑ دے میں اس کو آہستہ آہستہ اچھی قیمت میں بیچوں گا حضرات شوافع نے فرمایا ان شرائط کے ساتھ اور اس شرط کے ساتھ کہ سودا کرنے والا بیع حاضر للبادی کی ممانعت کو جانتا ہو حرام ہے اگر نہ جانتا ہو یا سامان کی شہر میں ضرورت نہ ہو یا سامان کم ہونے کی بناء پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو حرام نہیں ہے،

(اور) حرام ہے (یہ کہ) شہر میں (سامان لانے والوں سے) شہر پہنچنے سے پہلے سامان خریدنے کے لئے (ملے اور کہے کہ تمہارے سامان کی مندی چل رہی ہے تا کہ ان سے کم داموں میں) سامان (خریدے) اور ان کو قیمت کا علم نہ ہو اگر چہ لینے والے کسی اور کام سے شہر کے باہر گئے ہوں تو یہ تلقی رکبان حرام ہے اور سامان لانے والوں کو اختیار ہے اگر نقصان کا پتہ چلے لیکن اختیار فوری ہے اور علت نقصان کا احتمال ہے چاہے مشتری نے غلط خبر دی ہو یا بتایا ہی نہ ہو، اگر خود سامان لانے والوں کے کہنے سے خریدا ہو یا کہے بغیر لیکن شہر آنے کے بعد یا شہر آنے سے پہلے لیکن قیمت معلوم ہو جانے کے بعد یا قیمت معلوم ہونے سے پہلے لیکن قیمت کے مطابق یا زیادہ قیمت سے تو حرام نہیں فریب نہ ہونے کی وجہ سے اور غبن و نقصان کے بھی نہ ہونے کی بناء پر،

(اور) حرام ہے (یہ کہ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے مطلب یہ ہے کہ قیمت طے ہونے کے بعد سامان میں زیادتی کرے) وہ اس طرح کہ بائع مشتری سے کہے: بیع فسخ کر میں تجھے اسی قیمت میں اس سے بہتر دیتا ہوں، یہ حرام ہے حدیث بخاری و مسلم کی بناء پر کہ کوئی شخص اپنے بھائی [یا کافر] کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے اور اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں بھائی کو تکلیف دینا ہے (اور) حرام ہے (یہ کہ بیع کرے اپنے بھائی کے بیع پر) یعنی سودے پر سودا کرنا حرام ہے (وہ یہ ہے کہ مشتری سے کہے یہ بیع فسخ کر میں تجھے اس قیمت سے کم قیمت میں بیچوں گا) یہ بیع حرام ہے اس کی دوسری بھی صورت ہے وہ یہ: أو أجود منه بثمنه ونحو ذلک وهذا حرام (شرح مسلم ج۲ ص۳) یا اس چیز سے عمدہ چیز اسی قیمت میں دوں گا اور اس کے مانند کہے یہ حرام ہے،

(اور) حرام ہے (نجش وہ یہ ہے کہ سامان کی قیمت کو زیادہ کرے خریدنے کا قصد نہ ہوتے ہوئے دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے) یہ حرام ہے اس لئے کہ اس میں دوسرے کو تکلیف دینا ہے، اگر دھوکہ میں آکر خرید لے تو اس کے لئے خیار نہ ہوگا اس کے تحقیق میں کوتاہی کرنے کی بناء پر (اور) حرام ہے (یہ کہ انگور اس شخص کو بیچے جو اس) انگور (کی شراب بناتا ہو) یہ حرام ہے لیکن اس صورت میں جبکہ بائع کو انگور سے شراب بنانے کا یقین یا ظن غالب ہو، اس لئے کہ یقینی یا ظنی معصیت کا سبب ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی شراب کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، شراب نچوڑنے والے، بنانے والے، اٹھانے والے، جس کی طرف اٹھا کر لے جائے اور اس کے ثمن کے کھانے والے پر،

بنانے کا شک یا وہم ہو تو بیچنا مکروہ ہوگا، انگور کی بیع حرام یا مکروہ اس لئے ہے کہ یہ سبب بنے گا معصیت کا [مطلب یہ ہے کہ شراب بنانے کا علم یقینی ہو یا اس کا ظن غالب ہو اور پھر بھی بیچے

توسبب بنے گا معصیت اور حرمت کا اور اگر شراب بنانے کا شک یا وہم ہو اور پھر بھی بیچے تو سبب بنے گا کراہت کا]

(اگر کوئی شخص مذکورہ بالا تمام حرام کردہ صورتوں میں بیع کرے تو بیع صحیح ہو گی)[اس لئے کہ حرمت صحت کے لئے مانع نہیں ہوتی](اور اگر کوئی شخص ایک ہی بیع) یعنی سودے (میں جس چیز کی بیع صحیح ہوتی ہے اس کو اور جس) چیز (کی بیع صحیح نہیں ہوتی اس کو) ان دونوں کو (جمع کرے) یعنی بیچے (مثلاً اپنا غلام اور دوسرے کا غلام اس کی اجازت کے بغیر) بیچے اس کی دوسری مثال یہ: (یا شراب اور سرکہ) یعنی ان دونوں کو ایک ہی بیع میں جمع کرے (تو) اس بیع میں (اس چیز کو بیچنا صحیح ہو گا جس کی بیع صحیح ہے اور اس صحیح چیز کا ثمن قیمت کے اعتبار سے ہو گا) مثلاً دونوں کی قیمت ۳۰۰درہم ہے[یعنی بازار میں چلنے والی قیمت] اور ثمن یعنی بائع و مشتری کے درمیان طے ہونے والی مقدار ۱۵۰ ہے اور اس کے غلام کی بازاری قیمت ۱۰۰ ہے تو اس کو ثمن یعنی ان کے درمیان طے ہونے والی مقدار ۱۵۰ میں سے ۵۰ یعنی ثلث ملے گا یعنی قیمت ثلث ہے تو ثمن میں سے بھی ثلث ملے گا(اور اس چیز میں بیع باطل ہو گی جس کی بیع صحیح نہیں ہے اور مشتری کے لئے) اس مذکورہ بیع میں فوری (خیار رہے گا) بیع فسخ کرنے اور برقرار رکھنے کے درمیان (اگر) مذکورہ بیع کی صورت حال سے (ناواقف ہو تو) اور اگر واقف ہونے کے باوجود مذکورہ صحیح اور غیر صحیح دونوں چیزوں کو خریدا ہو تو خیار نہ رہے گا(اور اگر کوئی شخص) بیع کے عقد میں (حکم کے اعتبار سے الگ الگ دو عقد کو جمع کرے مثلاً) بائع کہے: (میں نے تجھے میرا غلام بیچا اور میں نے تجھے میرا گھر ایک سال) کے لئے (کرایہ پر دیا فلاں چیز کے عوض) اس میں بیع کا اور اجارہ کا حکم الگ الگ ہے، یہ پہلی صورت (یا) کہے یہ دوسری صورت: (میں نے تیرا میری بیٹی سے نکاح کرایا اور میں نے تجھے اس) یعنی میری بیٹی (کا غلام فلاں چیز کے عوض بیچا تو) اس طرح

کرنے سے بیع (صحیح ہو گی اور معاوضہ دونوں پر) دونوں کی قیمت کے مطابق (تقسیم کیا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ غلام کی قیمت کے بقدر عوض میں سے دیا جائے گا اور کرایہ کے گھر کی اجرت کے بقدر عوض میں سے دیا جائیگا، دوسری صورت میں مبیع کی قیمت کے بقدر اور نکاح کے عوض مہر مثل کے بقدر عوض تقسیم کیا جائے گا۔

(فصل)

(مَنْ عَلِمَ بِالسِّلْعَةِ عَیْباً لَزِمَهُ اَنْ یُبَیِّنَهُ فَاِنْ لَمْ یُبَیِّنْ فَقَدْ غَشَّ وَالْبَیْعُ صَحِیح فَاِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِیْ عَلٰی عَیْبٍ کَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَلَهُ الرَّدُّ وَضَابِطُهُ مَانَقَصَ الْعَیْنَ اَوِ الْقِیْمَةَ نُقْصَاناً یَفُوْتُ بِهِ غَرْض صَحِیْح وَالْغَالِبُ فِیْ مِثْلِ ذٰلِکَ الْمَبِیْعِ عَدَمُهُ فَیَرُدُّ اِنْ بَانَ الْعَبْدُ خِصِیّاً اَوْ سَارِقاً اَوْ یَبُوْلُ فِی الْفِرَاشِ وَهُوَ کَبِیْر فَلَوِ اطَّلَعَ عَلَی الْعَیْبِ بَعْدَ تَلَفِ الْمَبِیْعِ تَعَیَّنَ الْاَرْشُ اَوْ بَعْدَ زَوَالِ الْمِلْکِ عَنْهُ بِبَیْعٍ اَوْ غَیْرِهِ لَمْ یَکُنْ لَهُ طَلَبُ الْاِرْشِ الْاٰنَ فَاِنْ رَجَعَ اِلَیْهِ بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَهُ الرَّدُّ وَاِنْ حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِیْ عَیْب اٰخَرُ تَعَیَّنَ الْاَرْشُ وَامْتَنَعَ الرَّدُّ فَاِنْ رَضِیَ الْبَائِعُ بِالْعَیْبِ لَمْ یَکُنْ لِلْمُشْتَرِیْ طَلَبُ الْاَرْشِ فَاِنْ کَانَ الْعَیْبُ الْحَادِثُ لَایُعْرَفُ الْعَیْبُ الْقَدِیْمُ اِلَّا بِهِ کَکَسْرِ الْبِطِّیْخِ وَالْبَیْضِ وَنَحْوِهِمَا لَمْ یَمْنَعِ الرَّدَّ فَاِنْ زَادَ عَلٰی مَایُمْکِنُ الْمَعْرِفَةُ بِهِ فَلَا رَدَّ، وَشَرْطُ الرَّدِّ اَنْ یَکُوْنَ عَلَی الْفَوْرِ وَیُشْهِدَ فِیْ طَرِیْقِهِ اَنَّهُ فَسَخَ فَلَوْ عَرَفَ الْعَیْبَ وَهُوَ یُصَلِّیْ اَوْ یَاْکُلُ اَوْ یَقْضِیْ حَاجَتَهُ اَوْ لَیْلاً فَلَهُ التَّأْخِیْرُ اِلٰی زَوَالِ الْعَارِضِ بِشَرْطِ تَرْکِ الْاِسْتِعْمَالِ وَالْاِنْتِفَاعِ فَاِنْ اَخَّرَ مُتَمَکِّناً سَقَطَ الرَّدُّ وَالْاَرْشُ، وَتَحْرُمُ التَّصْرِیَةُ وَهِیَ اَنْ یَشُدَّ الْبَائِعُ اَخْلَافَ الْبَهِیْمَةِ وَیَتْرُکَ حَلْبَهَا اَیَّاماً لِیَغُرَّ غَیْرَهُ بِکَثْرَةِ اللَّبَنِ فَاِذَا اطَّلَعَ عَلَیْهِ الْمُشْتَرِیْ فَلَهُ الرَّدُّ مُطْلَقاً فَاِنْ کَانَ بَعْدَ حَلْبِهَا وَتَلِفَ اللَّبَنُ رَدَّ صَاعاً مِنْ تَمْرٍ بَدَلَ اللَّبَنِ اِنْ کَانَ الْحَیَوَانُ مَاْکُوْلاً وَیُلْحَقُ بِالتَّصْرِیَةِ فِی الرَّدِّ تَحْمِیْرُ وَجْهِ الْجَارِیَةِ وَتَسْوِیْدُ الشَّعْرِ وَنَحْوُهُمَا وَیَلْزَمُ الْبَائِعَ اَنْ یُخْبِرَ فِیْ بَیْعِ الْمُرَابَحَةِ بِالْعَیْبِ الَّذِیْ حَدَثَ عِنْدَهُ فَیَقُوْلُ اشْتَرَیْتُهُ بِعَشَرَةٍ مَثَلاً لٰکِنْ حَدَثَ عِنْدِیْ فِیْهِ الْعَیْبُ الْفُلَانِیُّ وَیُبَیِّنُ الْاَجَلَ اَیْضاً،

(فصل)

خیارِ عیب کے بیان میں

(جس شخص کو سامان میں عیب ہونے کا علم ہو اس پر لازم ہے کہ اس) عیب (کو) مشتری کے سامنے (ظاہر کرے اگر ظاہر نہ کرے تو اس نے دھوکہ دیا) اور یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں، یعنی وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے (لیکن بیع صحیح ہوگی) کیونکہ دھوکہ سے عدم صحت لازم نہیں آتی اسی لئے مصنف ؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور زیادۃ الروضہ میں کہا ہے: اور بائع پر واجب ہے کہ عیب کو مشتری کے سامنے ظاہر کرے لیکن اس صورت میں بیع صحیح ہوگی شرائط پائیں جانے کی بناء پر اور صحت کے لئے دلیل میں حدیث بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری کو اختیار جدا ہونے تک ہے اگر دونوں صدق کو اختیار کرے اور حقیقت کو بیان کردے تو دونوں کو برکت دی جائیگی بیع میں، اگر جھوٹ اختیار کرے اور [حقیقت کو] چھپائے تو برکت کو مٹا دیا جائے گا، برکت کے مٹنے کا حکم بیع صحت کا تقاضا کرتا ہے،

مذکورہ مسئلہ میں (جب مشتری ایسے عیب پر مطلع ہو جو بائع کے پاس مبیع میں ہو تو مشتری کے لئے) وہ عیب دار مبیع (واپس کرنا جائز ہوگا) چاہے عیب بیع سے پہلے ہوا ہو یا بیع کے بعد قبضہ سے پہلے (اور عیب شمار ہونے کا ضابطہ یہ ہے کہ عیب عین مبیع میں کمی اور نقص کردے یا اس کی قیمت میں کمی کردے اور یہ نقص و کمی ایسی ہو کہ اس سے) مبیع خریدنے کی (غرض صحیح فوت ہو جائے اور غالب اس جیسی مبیع میں ایسے نقص کا عدم ہو) خریدے ہوئے غلام کو (واپس کردیا جائیگا اگر غلام خصی ظاہر ہو) اگرچہ اس میں کوئی دوسرا وصف ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمت زیادہ ہو، رد اس لئے کہ جنس مبیع [یعنی غلام] میں عدم خصاء غالب ہے، اگر خریدا ہوا جانور خصی ہو تو اسے بھی واپس کردیا جائے گا [یعنی واپس کرنے کا حق ہے] اگر اس کی جنس میں عدم خصاء غالب ہو اگر خصاء غالب ہو تو عیب شمار نہ

ہو گا (یا) غلام (چور) ظاہر ہو تو بھی اسے واپس کر دیا جائے گا، چاہے مذکر ہو یا مؤنث، چھوٹا ہو یا بڑا (یا) غلام (بستر میں پیشاب کرتا ہو درانحالیکہ وہ بڑا ہو) یعنی ۷ سال کی عمر کو پہنچا ہو یا زیادہ تب بھی اسے واپس کرنے کا حق ہے اس لئے کہ اس عمر میں پیشاب کرنا عادت کے خلاف ہے اس کے برخلاف ۷ سال سے کم عمر ہو تو واپس کرنے کا حق نہ رہے گا اس لئے کہ اس صورت میں پیشاب کرنا عادت کے خلاف نہیں اور مذکر ہو یا مؤنث کوئی فرق نہیں،

(اگر مشتری) مذکورہ (عیب پر مبیع تلف) یعنی مر جانے یا آزاد (ہو جانے کے بعد مطلع ہو جائے تو) مشتری کے حق میں بائع سے (ارش) لینا (متعین ہو گا) یعنی ارش لینا جائز ہو گا مبیع تلف ہو جانے کی وجہ سے رد دشوار ہونے کی بناء پر (اور اگر بیع) کی وجہ سے (یا اس کے علاوہ) جیسے آزادی یا وقف وغیرہ (کی وجہ سے ملکیت) یعنی مبیع (مشتری سے) دوسرے کی طرف (منتقل ہو جانے کے بعد) مشتری عیب پر مطلع ہو جائے (تو اب) یعنی اس صورت میں (مشتری کے لئے ارش کے مطالبہ کا حق نہ رہے گا، اگر مبیع) پہلے (مشتری کی ملکیت سے نکل جانے کے بعد اسی) پہلے مشتری (کی طرف لوٹ جائے تو پہلے مشتری کے لئے) پائے جانے والے پرانے عیب کی وجہ سے بائع پر (رد کرنا جائز ہو گا) مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید نے بکر سے مبیع خریدی اور پھر وہ مبیع زید کی ملکیت سے نکل گئی دوسرے کے زید سے خریدنے کی وجہ سے پھر وہ مبیع زید کی طرف بیع وغیرہ کے ذریعہ لوٹ آئے اور اس میں وہ پرانا عیب پائے تو اب اس مثال میں زید جو مشتری اول ہے اس کے لئے اس مبیع کو بائع [یعنی اس مبیع کے بائع] پر واپس لوٹانا جائز ہے (اور اگر مشتری کے پاس دوسرا) نیا (عیب پیدا ہو جائے تو) پرانے عیب کی وجہ سے بائع سے (ارش) لینا مشتری کے حق میں (متعین ہو گا اور رد) مراد ردِّ قہری یعنی جبراً واپس لوٹانا (ممنوع ہو گا) اس لئے کہ اس صورت میں بائع کا ضرر ہے کہ یہ نیا عیب اس کے پاس نہیں تھا اور ضرر کو ضرر کے ذریعہ دفع نہیں کیا جاتا،

(اگر بائع) مشتری کے پاس پیدا ہونے والے (عیب سے راضی ہو تو مشتری کے لئے) پرانے عیب کی وجہ سے (ارش کے مطالبہ کا حق نہ رہے گا) بلکہ رد اور قیمت لینے کے درمیان یا ارش کے بغیر راضی رہنے کے درمیان اختیار رہے گا (اگر) مشتری کے پاس دوسرے نئے (پیدا ہونے والے عیب سے ہی پرانا عیب پہچانا جاتا ہو جیسے خربوزہ کو کاٹنے) سے اور (انڈے) کو پھوڑنے سے (اور ان کے مانند) جیسے اخروٹ وغیرہ (کو پھوڑنے سے تو) مشتری کے پاس پیدا ہونے والے عیب جیسے خربوزہ وغیرہ کو کاٹنے کی وجہ سے مبیع میں پرانا عیب ہونے کی بناء پر اس کو بائع پر (رد کرنا) مراد ردِّ قہری (ممنوع نہ ہو گا پرانے عیب کو پہچاننے کے لئے جس مقدار میں) نیا عیب پیدا کرنے کی (ضرورت ہو) یعنی جس مقدار میں خربوزہ وغیرہ کو کاٹنے کی ضرورت ہو (اگر اس سے زائد) عیب پیدا (کرے) یعنی ہاتھ کی ہتھیلی کی مقدار کاٹنے کی ضرورت ہو اور اس سے زائد کاٹے (تو رد) مراد رد قہری (ساقط ہو گا اور رد کی شرط یہ ہے کہ وہ فی الفور ہو) بلا عذر تاخیر کرنے سے رد باطل ہو گا، اس لئے کہ بیع میں اصل لزوم ہے اگر امکانِ رد کے بعد کوتاہی کرے گا تو بیع لازم ہو جائے گی،

(اور) احتیاطاً (راستہ میں) ۲ معتبر آدمیوں کو یا ایک معتبر آدمی کو (گواہ بنائے) اور دوسرا گواہ نہ ملنے کی وجہ سے قسم کھائے (کہ بیع فسخ ہو چکی ہے اگر مشتری کو) مبیع کے (عیب کا علم ہو نماز پڑھنے کی حالت میں) یعنی دورانِ نماز کسی نے خبر دی ہو (یا) عیب کا علم ہو درانحالیکہ وہ (کھا رہا ہو یا) عیب کا علم ہو درانحالیکہ وہ پیشاب یا پاخانہ کی (حاجت کو پوری کر رہا ہو یا) عیب کا علم ہو (رات کے وقت میں تو مشتری کے لئے عذر ختم ہونے تک) رد کو (مؤخر کرنا جائز ہے) اس کی کوتاہی نہ ہونے کی بناء پر، اگر بنا مشقت رات میں رد کے لئے جانا ممکن ہو تو معذور نہ ہو گا مطلب یہ ہیکہ پھر تاخیر کی گنجائش نہ رہے گی بلکہ رات میں ہی رد کرنا ہو گا، عذر ختم ہونے سے مراد یہ ہے کہ: اگر نماز میں ہو تو نماز سے عادت کے مطابق فارغ ہو جائے اسی

طرح کھانا کھارہا ہو تو کھانے سے عادت کے مطابق فارغ ہو جائے غرض کہ اس کے علاوہ جس چیز میں مشغول ہو عادت کے مطابق اس سے وہ فارغ ہو جائے تو وہ معذور شمار ہو گا اور رد کے لئے فارغ ہونے تک تاخیر جائز ہو گی (بشر طیکہ) عیب کا علم ہوتے ہی مبیع کا (استعمال ترک کیا ہو اور) مبیع سے (فائدہ اٹھانا) ترک کیا ہو جیسے مبیع جانور ہو تو اس پر سوار ہونا ترک کیا ہو اور اگر کپڑا ہو تو پہننا ترک کیا ہو (اگر قدرت ہونے کے باوجود) رد کو (مؤخر کرے تو رد) مراد رد قہری (ساقط ہو گا اور ارش) بھی ساقط ہو گا مراد عیب کا ارش یعنی عیب کی بھرپائی،

تصریہ کا حکم

(اور تصریہ حرام ہے وہ یہ ہے کہ بائع جانور کے تھنوں کے حلمہ کو باندھے اور کئی دنوں تک دودھ دوہنا چھوڑ دے تاکہ دودھ کی کثرت سے دوسرے کو دھوکہ دے) یہ تصریہ کا شرعی معنی ہے، لغوی معنی یہ ہے کہ تھن کے حلمہ کو باندھے تاکہ دودھ جمع رہے، **اخلاف: خلفة** کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے تھن کا حلمہ (یعنی سِرَا)(تعلیقات فی حاشیة عمدة)

(پھر جب مشتری تصریہ پر مطلع ہو تو مشتری کے لئے) تصریہ والے جانور کو (مطلقاً رد کرنا جائز ہو گا) مطلق یعنی چاہے مشتری نے دودھ دوہیا ہو یا نہ دوہیا ہو (لیکن اگر دودھ دوہنے کے بعد) رد (ہو اور جو دودھ دوہیا تھا وہ ضائع ہو گیا ہو تو دودھ کے بدلہ) تصریہ والے جانور کے ساتھ بائع پر (ایک صاع کھجور لوٹائے اگر جانور ماکول ہو تو) اور اگر جانور غیر ماکول ہو تو تصریہ والے جانور کے ساتھ کسی چیز کو نہ لوٹائے، ماکول جانور ہو تو ایک صاع کھجور لوٹانے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اگر پسند نہ ہو تو مبیع لوٹادے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور دے، یہ متفق علیہ روایت کا جزء ہے (اور تصریہ کے ساتھ لاحق ہو گا رد میں باندی کے چہرے کو سرخ کرنا اور بالوں کو سیاہ کرنا اور ان دونوں کے مانند) ان میں

علت جامعہ رد کرنا ہے تغیر فعلی کی وجہ سے مطلب یہ ہے کہ باندی کا چہرہ سرخ کرنا اور بالوں کو سیاہ کرنا مشتری کو دھوکہ میں ڈال دیتا ہے جیسے تھنوں میں دودھ کا روکنا لہٰذا جیسے تصریہ میں رد کا حق ہے تحمیر اور تسوید میں بھی رد کا حق ہے (اور بائع پر لازم ہے کہ بیع مرابحہ میں) مشتری کو (اس عیب کی خبر دے جو پہلے مشتری کے پاس پیدا ہوا پس مشتری کہے میں نے اس مبیع کو مثلاً دس) روپے (میں خریدا لیکن اس مبیع میں فلاں عیب میرے پاس پیدا ہوا) مطلب یہ ہیکہ جس وقت مبیع میرے پاس تھی اس وقت اس مبیع میں عیب پیدا ہوا (اور) ثمن مؤجل ہو تو (یہ بھی بتادے کہ میں نے ثمن ماہ میں یا دو ماہ میں ادا کیا) خریدار کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو جس قیمت میں خریدا اس قیمت کے ساتھ متعین نفع میں بیچے اسے بیع مرابحہ کہتے ہیں، مثال یہ ہیکہ زید کہے میں نے یہ گھر ۳ لاکھ میں خریدا ہے تمہیں فی لاکھ دس فیصد [یعنی متعین] منافع سے بیچتا ہوں،

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: مثلاً زید نے بکر سے مبیع سو روپے میں خریدی اور پھر اس مبیع میں عیب پیدا ہوا اس کے بعد زید جو بکر سے خریدنے والا پہلا مشتری ہے وہ یہ مبیع عمرو کو خریدی ہوئی قیمت کے ساتھ متعین نفع میں بیچے، اس صورت میں زید مشتری اول کے ساتھ اب بائع بھی ہوا تو زید [جو بائع ہے] اپنے مشتری کے سامنے اس عیب کو ظاہر کرے جو زید [مشتری اول] کے پاس پیدا ہوا اور مشتری اول یہ بھی بیان کرے کہ ثمن اتنی مدت میں ادا کیا ہے ایک ماہ میں یا دو ماہ میں،

تھن میں موجود دودھ کی بیع کرنا صحیح ہے یا نہیں

تھن میں موجود دودھ کی بیع کرنا صحیح نہیں ہے [اگر کوئی کرے تو رد کر دی جائے گی] چاہے نمونہ کے طور پر تھوڑا دودھ نکال کر بتایا گیا ہو، **ولا یصح بیع اللبن فی الضرع وان حلب منہ شیئ ورؤی قبل البیع للنھی عنہ ولعدم رؤیتہ** (اقناع ج ۱ ص ۲۵۹) تھن میں موجود

دودھ کی بیع صحیح نہیں اگرچہ کچھ دودھ دوہیا گیا ہو اور بیع سے پہلے دکھایا گیا ہو احادیث میں ممانعت اور رؤیت نہ ہونے کی وجہ سے،

خیار شرط کسے کہتے ہیں اور اس کے شرائط کیا ہیں

مشتری یا بائع بیع کو اپنے اختیار پر معلق رکھے مثلاً مشتری کہے میں چاہوں گا تو کروں گا یا بائع کہے میں چاہوں گا تو کروں گا اس کو خیارِ شرط کہتے ہیں،

اس کے شرائط یہ ہیں: (۱) مدت معلوم ہو یعنی ایک یا دو یا تین روز میں بیع کے ہونے یا نہ ہونے کی اطلاع دے، اگر مطلق کہے کہ میں بعد میں اطلاع دوں گا یا کہے کہ چند روز کے بعد اطلاع دوں گا تو عقد [یعنی یہ معاملہ] باطل ہو گا (۲) شرط خیار عقد سے ملی ہوئی ہو اگر کہے کہ بعد میں مثلاً کل سے خیار شرط رکھوں گا تو عقد باطل ہو گا (۳) خرید و فروخت کے وقت خیار شرط لگانے سے اس کا وقت پے در پے شمار ہو، اگر کہے کہ مثلاً ایک روز بعد سے وقت شمار ہو گا تو عقد باطل ہو گا (۴) زیادہ سے زیادہ تین دن اور رات تک ہو، اگر اس سے زیادہ مقرر کرے تو عقد باطل ہو گا، عقد صحیح ہونے کے لئے ان تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے (تحفة الحبيب ج۳ ص۲۹)

خیارِ شرط کس کس کے لئے کب جائز اور کب ناجائز ہوتا ہے

بائع اور مشتری دونوں کے لئے یا کسی ایک کے لئے یا اجنبی [مراد عاقل و بالغ] کے لئے جائز ہے، اجنبی کے لئے جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بائع و مشتری دونوں ایک دوسرے سے کہے یا کوئی ایک کہے کہ اپنے بھائی [یا کوئی اور ہو] کے لئے میں خیارِ شرط دیتا ہوں اگر وہ ہاں کہے تو سودا منظور ورنہ نہیں اگر ایک سے زائد اجنبی کے لئے خیار دے یعنی ایک سے زائد بھائی یا ایک بھائی ہو ایک دوسرا [اس طرح] کوئی اور ہو تب بھی جائز ہے،

اجنبی اپنے مؤکل "یعنی اجنبی کو جس نے خیارِ شرط دیا ہے" کی اجازت کے بغیر کسی کو خیار نہیں دے سکتا، اجنبی کو دینے والے مؤکل کے لئے خیار شرط نہیں رہے گا چونکہ اس نے اپنا خیار اجنبی کو دیدیا ہاں اگر اجنبی کی موت ہو جائے خیار شرط کے دوران تین دن اور رات کے اندر تو بقیہ وقت کے لئے مؤکل کو خیار شرط رہے گا، بائع اور مشتری کے وکیل کے لئے جائز نہیں کہ وہ خیار شرط دوسرے کو دے مؤکل کی اجازت کے بغیر ہاں اپنے مؤکل یعنی وکیل بنانے والے کو دے سکتا ہے یا خود خیار شرط لگا سکتا ہے (اقناع ج ۱ ص ۲۶۰)

بائع اور مشتری دونوں کے لئے خیار شرط کی مدت کا برابر ہونا ضروری ہے یا کم وزیادہ ہو تو جائز ہے

برابر ہونا ضروری نہیں کم وزیادہ ہو تو جائز ہے، **ولو شرط لأحد العاقدين يوم وللاخر يومان وثلاثة جاز** (اقناع ج ۱ ص ۲۶۱) اگر بائع اور مشتری میں سے کسی ایک کے لئے خیار شرط ایک روز کی ہو اور دوسرے کے لئے دو یا تین دن کی تو جائز ہے،

اینٹ وغیرہ کی خریدی کے بعد خریدار وعدہ کے مطابق رقم ادانہ کرتے ہوئے وعدہ پر وعدہ دیتا رہے [مراد ٹال مٹول کرتا رہے] تو بائع [اینٹ وغیرہ بیچنے والا] خریدار سے آنے جانے کا خرچ بھی لے سکتا ہے یا نہیں

مذکورہ صورت میں مشتری اگر حقیقت میں تنگ دست ہو اور اپنی رقم آنے کی امید میں ٹال مٹول کرتا ہو اور رقم نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں بائع مشتری سے اپنی متعینہ رقم کے ساتھ آنے جانے کا خرچ نہیں لے سکتا چونکہ مشتری خود معذور ہے لہٰذا خرید وفروخت کے وقت جو قیمت طے ہوئی اسی کو لے سکتا ہے، اس صورت میں خریدار رقم کی ادائیگی کو کسی مالدار کے حوالہ کرے تو بائع کے لئے اس حوالہ کو قبول کرنا مستحب ہے (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸)

اگر خریدار تنگ دست نہ ہو پھر بھی ٹال مٹول کرتا رہے چاہے اس کا علم بائع کو آثار وعلامات سے ہو تو آنے جانے کا خرچ بھی لے سکتا ہے اور اس طرح ٹال مٹول کرنا ظلم اور حرام ہے، **قال: مطل الغني ظلم وإذا اتبع احدكم على ملي فليتبع** (ترمذی ج١ ص١٥٩) آپ ﷺ نے فرمایا: مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کوئی [تنگ دست] شخص مالدار کا حوالہ دے تو چاہے کہ اسے قبول کرے، **فمطل الغني ظلم وحرام ومطل غير الغني ليس بظلم ولا حرام_ ولأنه معذور ولو كان غنيا ولكنه ليس متمكنا من الاداء لغيبه المال أو لغير ذلك جاز له التاخير إلى الإمكان** (شرح مسلم ج٢ ص١٨) مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم اور حرام ہے غیر مالدار [یعنی تنگ دست] کا ٹال مٹول کرنا نہ ظلم ہے اور نہ حرام اس لئے کہ یہ معذور ہے اگرچہ مالدار ہو لیکن مال موجود نہ ہونے یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ کی بنا پر ادا پر قادر نہ ہو تو قادر ہونے تک تاخیر کرنا جائز ہے، اور ایسی صورت میں تنگ دست کو مہلت دینا بھی ضروری ہے، **فإنه إن كان معسرا فالإنظار واجب** (الأشباه والنظائر ص٣٠٠) اگر کوئی تنگ دست ہو تو اسے مہلت دینا واجب ہے، مہلت نہ دے تو گنہگار ہو گا، **فالواجب ما يثاب على فعله ويعاقب على تركه** (ورقات) واجب کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پر سزا ہو،

خریدار کے تنگ دست ہونے کی صورت میں اگر یہ بائع سے کہے کہ میں آپ کی رقم ادا کرتے وقت تاخیر کی وجہ سے سود کی رقم کے ساتھ ادا کروں گا تو ایسی صورت میں دینا اور لینا دونوں حرام ہو گا، اللہ کا فرمان ہے: وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (پ٣ رکوع ٦) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، ہاں اگر بخوشی آنے جانے کا خرچ دے یا اس خرچ کا تذکرہ کئے بغیر زائد رقم بھی دے جو حقیقت میں سود کی نہ ہو تو لینے کی اجازت ہو گی،

ادھار خریدی ہوئی چیز کا وقت ختم ہو جائے اور خریدار مدت بڑھادے یا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی مدت بڑھادے تو ان دونوں صورتوں میں بڑھائی مدت کے مطابق ہی وصول کر سکتا ہے یا پہلے بھی کر سکتا ہے

مدت کا بڑھانا وعدہ ہے [حیثیت کے باوجود] اس کا انتظار کرنا لازم نہیں پہلے بھی وصول کر سکتا ہے قال اصحابنا ولو حل الاجل واجل المشتری البائع مدۃ أخری اوزاد فی الاجل قبل حلول الاجل المضروب فھو وعد لایلزم عندنا (شرح مھذب ج۹ ص۳۳۹) حضرات شوافع نے فرمایا: اگر متعینہ مدت ختم ہو جائے اور خریدار بائع کے لئے دوسری مدت بڑھادے یا بیان کی ہوئی مدت ختم ہونے سے پہلے مدت میں زیادتی کرے تو یہ وعدہ ہے [حیثیت کے باوجود] اس کا انتظار کرنا لازم نہیں،

مناسب منافع سے زائد نفع لینا کیسا ہے اور اس طرح زیادہ رقم لینا کیا حلال ہے

جب دھوکہ دہی سے روپے حاصل نہیں کئے ہیں تو یہ مال حرام نہیں ہے البتہ زیادہ منافع لینا خلافِ مروت ہے اور ایک قسم کی زیادتی اور ظلم ہے (فتاویٰ رحیمیہ)

(فصل)

(بَیْعُ الثَّمَرَۃِ وَحْدَھَا عَلَی الشَّجَرَۃِ اِنْ کَانَ قَبْلَ بُدُوِّ الصَّلَاحِ لَمْ یَجُزْ اِلَّا بِشَرْطِ الْقَطْعِ وَاِنْ کَانَ بَعْدَہ جَازَ مُطْلَقاً وَبُدُوُّ الصَّلَاحِ ھُوَ اَنْ یَطِیْبَ اَکْلُہ فِیْمَا لَایَتَلَوَّنُ اَوْ یَاْخُذَ بِالتَّلْوِیْنِ فِیْمَا یَتَلَوَّنُ وَاِنْ بَاعَ الشَّجَرَۃَ وَثَمَرَتَھَا جَازَ مِنْ غَیْرِ شَرْطِ الْقَطْعِ وَالزَّرْعُ الْاَخْضَرُ کَالثَّمَرَۃِ قَبْلَ بُدُوِّ الصَّلَاحِ لَایَجُوْزُ اِلاَّ بِشَرْطِ الْقَطْعِ وَبَعْدَ اشْتِدَادِ الْحَبِّ یَجُوْزُ مُطْلَقاً وَلَایَجُوْزُ بَیْعُ الْحَبِّ فِیْ سُنْبُلِہٖ وَلَاالْجَوْزِ وَاللَّوْزِ وَالْبَاقِلَّا الْاَخْضَرِ فِی الْقِشْرَیْنِ)

(فصل)

پھلوں کی بیع کے بیان میں

(درخت پر موجود تنہا پھلوں کا بیچنا اگر بدو صلاح سے پہلے ہو تو جائز نہیں) اور بیچے تو عقد درست نہیں (مگر شرط قطع کے ساتھ) قطع کی شرط ہو تو جائز، بالکل شرط نہ ہو یا ابقاء [باقی رکھنے] کی شرط ہو تو جائز نہیں،

(اگر بدو صلاح کے بعد ہو تو جائز ہے مطلقاً) یعنی چاہے قطع کی شرط یا ابقاء کی یا کوئی شرط نہ ہو، روایت کی وجہ سے کہ "پھلوں کو نہ بیچو بدو صلاح تک" (اور) ماکول میں (بدو صلاح کہتے ہیں کھانے کے قابل ہو جائے غیر متلون) رنگ نہ بدلنے (میں اور رنگ بدلنا شروع ہو جائے متلون میں) مثلاً سرخ، سیاہ یا زرد ہونے لگے (اور درخت اور پھل دونوں بیچنے کی صورت میں بیع جائز) صحیح (ہے شرط قطع کے بغیر) اس لئے کہ پھل درخت کے تابع ہے، اور درخت میں آفت کا اندیشہ نہیں، شیخین نے روایت نقل کی ہے کہ جو تابیر شدہ درخت بیچے تو پھل بائع کے لئے ہوں گے مگر یہ کہ مشتری شرط لگائے، یہ دلیل ہے کہ پھلوں کو بیع میں داخل کرنا صحیح ہے بلا تفصیل یعنی قطع و عدم قطع کی شرط کے بغیر،

(اور زرع سبز پھلوں کی طرح ہے بدو صلاح سے پہلے) بیع (جائز) صحیح (نہیں مگر یہ کہ قطع کی شرط لگائے) یعنی وجوبِ قطع میں پھلوں کے مانند ہے بدو صلاح سے پہلے (اور دانے کے سخت ہو جانے کے بعد جائز) صحیح (ہے مطلقاً) یعنی چاہے قطع کی شرط ہو یا ابقاء کی یا کوئی شرط نہ ہو (اور جائز نہیں بالیوں میں) مستور (دانے کا بیچنا) مقصود کے مستور و پوشیدہ ہونے کی وجہ سے (اور جائز نہیں) بیع (اخروٹ، بادام اور لوبیا کی چھلکوں میں) ان کے چھلکوں میں مستور و پوشیدہ ہونے کی وجہ سے اور یہ مقصود بھی نہیں بلکہ مقصود تو پھل اور دانہ ہے،

(فصل)

(اَلْمَبِيْعُ قَبْلَ قَبْضِه مِنْ ضِمَانِ الْبَائِعِ فَاِنْ تَلِفَ اَوْ اَتْلَفَهُ الْبَائِعُ انْفَسَخَ الْبَيْعُ وَ سَقَطَ الثَّمَنُ وَاِنْ اَتْلَفَهُ الْمُشْتَرِىْ اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الثَّمَنُ وَيَكُوْنُ اِتْلَافُه قَبْضاً لَه وَاِنْ اَتْلَفَه اَجْنَبِيٌّ لَمْ يَنْفَسِخْ بَلْ يُخَيَّرُ الْمُشْتَرِىْ بَيْنَ اَنْ يَفْسَخَ فَيَغْرَمُ الْاَجْنَبِيُّ لِلْبَائِعِ الْقِيْمَةَ اَوْ يُجِيْزَ وَيُعْطِى الثَّمَنَ وَيَغْرَمُ الْاَجْنَبِيُّ الْقِيْمَةَ وَاِذَا اشْتَرٰى شَيْئاً لَمْ يَجُزْ اَنْ يَبِيْعَه حَتّٰى يَقْبِضَه لٰكِنْ لِلْبَائِعِ اِذَا كَانَ الثَّمَنُ فِى الذِّمَّةِ اَنْ يَسْتَبْدِلَ عَنْهُ قَبْلَ قَبْضِهِ مِثْلَ اَنْ يَبِيْعَ بِدَرَاهِمَ فَيَعْتَاضَ عَنْهَا ذَهَباً اَوْ ثَوْباً وَ نَحْوَ ذٰلِكَ وَ الْقَبْضُ فِيْمَا يُنْقَلُ النَّقْلُ مِثْلُ الْقَمْحِ وَ الشَّعِيْرِ وَفِيْمَا يُتَنَاوَلُ بِالْيَدِ التَّنَاوُلُ مِثْلُ الثَّوْبِ وَ الْكِتَابِ وَ فِيْمَا سِوَاهُمَا التَّخْلِيَةُ مِثْلُ الدَّارِ وَ الْاَرْضِ فَلَوْ قَالَ الْبَائِعُ لَا اُسَلِّمُ الْمَبِيْعَ حَتّٰى اَقْبِضَ الثَّمَنَ وَقَالَ الْمُشْتَرِىْ لَا اُسَلِّمُ الثَّمَنَ حَتّٰى اَقْبِضَ الْمَبِيْعَ فَاِنْ كَانَ الثَّمَنُ فِى الذِّمَّةِ اُلْزِمَ الْبَائِعُ بِالتَّسْلِيْمِ اَوَّلاً ثُمَّ يُلْزَمُ الْمُشْتَرِىْ بِالتَّسْلِيْمِ وَاِنْ كَانَ الثَّمَنُ مُعَيَّناً اُلْزِمَا مَعاً بِاَنْ يُؤْمَرَا فَيُسَلِّمَا اِلٰى عَدْلٍ ثُمَّ الْعَدْلُ يُعْطِى لِكُلِّ وَاحِدٍ حَقَّه)

(فصل)

قبضہ سے پہلے مبیع سے متعلق احکام کے بیان میں

(مشتری کا قبضہ ہونے سے پہلے مبیع بائع کے ضمان میں ہوگی لہٰذا اگر مبیع) خود بخود یعنی کسی آسمانی آفت سے (ضائع ہوجائے یا بائع اس کو ضائع کرے تو بیع فسخ ہوگی) مشتری کا قبضہ ممکن نہ ہونے کی بناء پر (اور قیمت ساقط ہوگی) مطلب یہ ہیکہ اب بائع مشتری سے قیمت کا مطالبہ نہیں کرسکتا [یہ اس صورت میں ہے جب کہ سودا ادھار ہو] اس لئے کہ قیمت کے مقابل جو چیز تھی وہ ضائع ہوگئی یہ اس صورت میں ہے جبکہ مبیع خود بخود ضائع ہوجائے اور جب بائع ضائع کرے تو مشتری سے قیمت کا مطالبہ اس لئے نہیں کرسکتا کہ قیمت کی وجہ سے مبیع بائع کے ضمان وذمہ میں تھی ثمن کے بدلہ میں اور بائع نے ہی اسے ضائع کردیا لہٰذا قیمت ساقط ہوگئی،

(اور اگر مشتری مبیع کو ضائع کرے تو مشتری کے ذمہ مقرر کردہ قیمت ثابت رہے گی) اگر چہ مبیع ہونے سے ناواقف ہو (اور مشتری کا ضائع کرنا قبضہ شمار ہوگا) اس لئے کہ مشتری نے خود اپنی چیز کو ضائع کیا ہے اسی لئے اس کے ذمہ مقرر کردہ قیمت باقی رہے گی (اور اگر اجنبی ضائع کرے تو بیع فسخ نہ ہوگی بلکہ) مبیع ضائع ہونے کی وجہ سے غرض فوت ہونے کی بناء پر (مشتری کو اختیار دیا جائے گا اس درمیان کہ بیع فسخ کرے پھر) جب بیع فسخ ہو تو اس صورت میں (اجنبی بائع کے لئے قیمت کا ضامن بنے گا) مطلب یہ ہیکہ اجنبی کے ذمہ ضائع کردہ مبیع کی قیمت بائع کو دینا ہوگی (یا بیع کو قائم رکھے اور مشتری بائع کو ثمن دے اور اجنبی کو قیمت کا ضامن بنائے) مشتری اپنے لئے (اور جب مشتری) منقولہ جیسے لکڑی وغیرہ اور غیر منقولہ جیسے زمین وغیرہ میں سے (کوئی چیز خریدے تو صحیح نہیں ہے کہ اسے بیچے یہاں تک کہ اس خریدی ہوئی چیز پر مشتری قبضہ کرلے لیکن جب قیمت) مشتری کے (ذمہ میں ہو تو اس) قیمت (پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے لئے جائز ہے کہ اس مقرر کردہ قیمت کو) کسی چیز سے (بدل دے مثلاً یہ کہ بائع دراہم کے عوض) کسی چیز کو (بیچے اور دراہم کے بدلہ سونا یا کپڑا) طلب کرے (یا ان کے مانند) کوئی چیز (طلب کرے) تو یہ جائز ہے لیکن دراہم کے بدلہ سونا طلب کرنے کی صورت میں اس پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ سود سے بچ جائے، کپڑا وغیرہ طلب کرنے کی صورت میں اس پر مجلس میں قبضہ کرنا شرط نہیں ہے،

قبضہ کی صورت

(اور بیع میں جو چیز) ایک جگہ سے دوسری جگہ (منتقل کی جاتی ہو اس میں) ایک جگہ سے دوسری جگہ (منتقل کرنا قبضہ) شمار (ہوگا جیسے گیہوں اور جَو اور ہلکی چیز کی بیع میں جس کو ہاتھ سے لینا ممکن ہو اس کو ہاتھ سے لینا) قبضہ شمار ہوگا (جیسے کپڑا اور کتاب) شیخین نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ہم غلہ اندازہ سے خریدتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے نقل سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا،

(اور جو چیز ان) مذکورہ (دونوں) صورتوں (کے علاوہ ہے اس میں خالی کرنا) قبضہ شمار ہو گا (جیسے گھر اور زمین) آگے مصنفؒ فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں: (اگر بائع) مشتری سے (کہے میں مبیع) تیرے (سپرد نہ کروں گا یہاں تک کہ میں قیمت پر قبضہ کرلوں اور مشتری) بائع سے (کہے میں قیمت) تیرے (سپرد نہ کروں گا یہاں تک کہ میں مبیع پر قبضہ کرلوں تو) اس صورت میں (اگر قیمت) مشتری کے (ذمہ میں ہو) یعنی معین نہ ہو (تو پہلے بائع پر لازم کیا جائے گا) مبیع مشتری کے (سپرد کرنا) اس لئے کہ بائع راضی ہے قیمت مشتری کے ذمہ میں ہونے پر اور بائع ثمن میں اعتیاض وغیرہ تصرف کرسکتا ہے اس لئے اس کو مبیع دینے کا مکلف کیا جائے گا تاکہ مشتری تصرف کرسکے (پھر مشتری پر لازم ہو گا) قیمت بائع کے (سپرد کرنا اور اگر قیمت معین ہو تو بائع اور مشتری دونوں پر بیک وقت لازم کیا جائے گا) اس کی صورت (یہ کہ) حاکم کے ذریعہ (دونوں کو حکم دیا جائیگا پھر دونوں) یعنی بائع مبیع کو اور مشتری قیمت کو (معتبر شخص کے سپرد کرے) سپرد کرنے کے بعد (پھر وہ معتبر شخص ہر ایک کو اس کا حق دیدے) یعنی قیمت بائع کو اور مبیع مشتری کو۔

(فصل)

(اِذَا اتَّفَقَا عَلٰی صِحَّةِ الْعَقْدِ وَ اخْتَلَفَا فِیْ کَیْفِیَّتِهٖ بِاَنْ قَالَ الْبَائِعُ بِعْتُکَ بِحَالٍ فَقَالَ بَلْ بِمُؤَجَّلٍ اَوْ بِعْتُکَ بِعَشَرَةٍ فَقَالَ بَلْ بِخَمْسَةٍ اَوْ بِعْتُکَ بِشَرْطِ الْخِیَارِ فَقَالَ بَلْ بِلَا خِیَارٍ وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِکَ وَلَمْ یَکُنْ ثَمَّ بَیِّنَةٌ تَحَالَفَا فَیَبْدَأُ الْبَائِعُ فَیَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا بِعْتُکَ بِکَذَا وَلَقَدْ بِعْتُکَ بِکَذَا ثُمَّ یَقُوْلُ الْمُشْتَرِیْ وَاللّٰهِ مَا اشْتَرَیْتُ بِکَذَا وَلَقَدِ اشْتَرَیْتُ بِکَذَا وَهِیَ یَمِیْنٌ وَاحِدَةٌ یَجْمَعُ فِیْهَا بَیْنَ نَفْیِ قَوْلِ صَاحِبِهٖ وَاِثْبَاتِ قَوْلِهٖ وَیُقَدِّمُ النَّفْیَ فَاِذَا تَحَالَفَا فَاِنْ تَرَاضَیَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَا فَسْخَ لِلْعَقْدِ وَاِلَّا فَیَفْسَخَانِهٖ اَوْ اَحَدُهُمَا اَوِ الْحَاکِمُ فَلَوِ ادَّعٰی اَحَدُهُمَا شَیْئًا یَقْتَضِیْ اَنَّ الْبَیْعَ وَقَعَ فَاسِدًا وَکَذَّبَهُ الْاٰخَرُ صُدِّقَ مُدَّعِی الصِّحَّةِ بِیَمِیْنِهٖ وَلَوْ جَاءَهٗ بِمَعِیْبٍ لِیَرُدَّهٗ فَقَالَ الْبَائِعُ لَیْسَ هُوَ الَّذِیْ بِعْتُکَهٗ صُدِّقَ الْبَائِعُ وَلَوِ اخْتَلَفَا فِیْ عَیْبٍ یُمْکِنُ حُدُوْثُهٗ عِنْدَ الْمُشْتَرِیْ فَقَالَ الْبَائِعُ حَدَثَ عِنْدَکَ وَقَالَ الْمُشْتَرِیْ بَلْ کَانَ عِنْدَکَ صُدِّقَ الْبَائِعُ)

(فصل)

بائع اور مشتری کے اختلاف کے بیان میں

(جب بائع اور مشتری) یا ان (دونوں) کے نائب یا وارث (عقد کے صحیح ہونے پر متفق ہوں اور عقد کی کیفیت میں دونوں کا اختلاف ہو جائے وہ اس طرح کہ بائع) مشتری سے (کہے میں نے تجھے نقد بیچا ہے اور مشتری) بائع سے (کہے) نقد نہیں (بلکہ) تو نے مجھے (ادھار) بیچا (یا) بائع مشتری سے کہے (میں نے تجھے دس) روپے (میں بیچا اور مشتری) بائع سے (کہے) تو نے مجھے دس میں نہیں (بلکہ پانچ) روپے (میں) بیچا (یا) بائع مشتری سے کہے (میں نے تجھے خیار کی شرط کے ساتھ بیچا اور مشتری) بائع سے (کہے) تو نے مجھے خیار کی شرط کے ساتھ نہیں (بلکہ شرط خیار کے بغیر) بیچا (اور جو ان کے مشابہ ہو) مطلب یہ ہیکہ ذکر کردہ اختلافات کے مانند اختلاف ہو جیسے بائع مشتری سے کہے میں نے تجھے دس صحیح سالم [مثلاً سکوں] میں بیچا اور مشتری کہے نہیں بلکہ دس مکسر [سکوں] میں بیچا اسی طرح اختلاف ہو جائے جنس میں وہ یہ کہ بائع کہے میں نے تجھے دس دینار میں بیچا اور مشتری کہے تو نے مجھے دس دینار میں نہیں بلکہ دس دراہم میں بیچا تو فصل کے شروع سے لیکر یہاں تک سب کا حکم یہ ہے: (درانحالیکہ وہاں) دونوں کا یا دونوں میں سے کسی ایک کا (گواہ نہ ہو تو دونوں) یعنی بائع اور مشتری (قسم کھائیں گے اس میں بائع) قسم کی (ابتداء کرے گا اور کہے گا) قسم میں (خدا کی قسم میں نے تجھے اتنے میں نہیں بیچا) مثلاً دس میں بلکہ (یقینا میں نے تو تجھے اتنے میں بیچا ہے) مثلاً پندرہ میں (پھر مشتری کہے گا) قسم میں (خدا کی قسم میں نے اتنے کے بدلے میں نہیں خریدا) مثلاً پندرہ میں بلکہ (یقینا میں نے اتنے میں خریدا ہے) مثلاً دس میں (بائع اور مشتری ایک ایک قسم کھائیں گے جس میں ساتھی کے قول کی نفی اور اپنے قول کے اثبات کو جمع کریں گے اور نفی کو مقدم کریں گے) یہ مستحب ہے، اس لئے کہ یہ ہی اصل ہے کیونکہ یمین کا حق مدعی علیہ یعنی منکر کو ہوتا ہے (پھر دونوں کے قسم کھالینے کے بعد اگر دونوں

راضی ہوں کسی ایک بات پر تو عقد فسخ نہ ہو گا) بلکہ بحالہ باقی رہے گا پھر وہ کام کرے جس پر دونوں راضی ہوں مثلاً مشتری وہ ثمن دیدے جو بائع طلب کر رہا ہے اگر اس پر راضی ہو یا بائع وہ ثمن لے لے جو مشتری کہہ رہا ہے اگر اس پر راضی ہو (اور اگر دونوں کسی بات پر راضی نہ ہوں) بلکہ تنازع باقی رہے (تو دونوں بیع کو فسخ کر دے یا دونوں میں سے ایک) فسخ کر دے (یا حاکم) فسخ کر دے نزاع کو ختم کرنے کے لئے فسخ کے بعد ہر ایک مقبوض عوض دوسرے کو لوٹا دے تاکہ ہر ایک کو اس کا حق مل جائے اگر عوضین میں سے کوئی تلف ہو گیا ہو تو یوم تلف کی قیمت دے (اگر ان میں سے کوئی دعوی کرے ایسی شی کا جو تقاضا کرے بیع کے فاسد ہونے کا) مثلاً ثمن کے مجہول ہونے کا (اور دوسرا تکذیب کرے تو صحت عقد کے مدعی کی تصدیق ہو گی قسم کے ساتھ) چاہے بائع ہو یا مشتری کیونکہ ظاہر وغالب یہ ہے کہ مکلف مفسد عقد سے اجتناب کرتا ہے اپنے فعل کو عبث سے بچانے کے لئے (اور اگر بائع کے پاس مشتری) یا اس کا وکیل (عیب دار مبیع لے کر آئے واپس کرنے کے لئے اور بائع کہے میں نے تجھے جو چیز بیچی تھی یہ وہ نہیں ہے تو) اس بائع اور مشتری کے اختلاف میں قسم کے ساتھ (بائع) کے قول (کی تصدیق کی جائے گی) اس لئے کہ اصل عقد صحیح ہونا ہے اور مشتری اس اصل کے رفع کا دعوی کرتا ہے لہذا مشتری کی تصدیق نہیں کی جائے گی (اور اگر) بائع اور مشتری (دونوں کا ایسے عیب کے بارے میں اختلاف ہو جائے جس) عیب (کا مشتری کے پاس پیدا ہونا ممکن ہو) جیسے غلام نابینا ہو جائے (لہذا) اس مسئلہ میں (بائع) مشتری سے (کہے) یہ عیب (تیرے پاس پیدا ہوا اور مشتری) بائع سے (کہے) یہ عیب میرے پاس پیدا نہیں ہوا (بلکہ تیرے پاس تھا تو) قسم کے ساتھ (بائع) کے قول (کی تصدیق کی جائیگی) اس لئے کہ اصل بیع کا لازم ہونا ہے۔

واللہ علم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ السَّلَمِ)

(هُوَ بَيْعُ مَوْصُوْفٍ فِى الذِّمَّةِ وَيُشْتَرَطُ فِيْهِ مَعَ شُرُوْطِ الْبَيْعِ اُمُوْر: اَحَدُهَا قَبْضُ الثَّمَنِ فِى الْمَجْلِسِ وَاِنْ لَمْ يُعْرَفْ قَدْرُهُ وَالثَّانِىْ كَوْنُ الْمُسْلَمِ فِيْهِ دَيْناً وَيَجُوْزُ حَالًّا وَمُؤَجَّلاً اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ فَلَوْ قَالَ اَسْلَمْتُ اِلَيْكَ هٰذِهِ الدَّرَاهِمَ فِىْ هٰذَا الْعَبْدِ لَمْ يَجُزِ الثَّالِثُ اِذَا اَسْلَمَ فِىْ مَوْضِعٍ لَا يَصْلُحُ لِلتَّسْلِيْمِ مِثْلَ الْبَرِّيَّةِ اَوْ يَصْلُحُ لٰكِنْ لِنَقْلِهِ اِلَيْهِ مُؤْنَة اُشْتُرِطَ بَيَانُ مَوْضِعِ التَّسْلِيْمِ وَشَرْطُ الْمُسْلَمِ فِيْهِ كَوْنُهُ مَعْلُوْمَ الْقَدْرِ كَيْلاً اَوْ وَزْناً اَوْ عَدَداً اَوْ ذَرَاعاً بِمِقْدَارٍ مَعْلُوْمٍ فَلَوْ قَالَ زِنَةَ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اَوْ مِلْءَ هٰذَا الزِّنْبِيْلِ وَلَا يَعْرِفُ وَزْنَهَا وَلَا مَا يَسَعُ الزِّنْبِيْلُ لَمْ يَصِحَّ وَاَنْ يَكُوْنَ مَقْدُوْراً عَلَيْهِ عِنْدَ وُجُوْبِ التَّسْلِيْمِ مَأْمُوْنَ الْاِنْقِطَاعِ فَاِنْ كَانَ عَزِيْزَ الْوُجُوْدِ كَجَارِيَةٍ وَبِنْتِهَا اَوْ لَا يُؤْمَنُ انْقِطَاعُهُ كَثَمَرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا لَمْ يَجُزْ وَاَنْ يُمْكِنَ ضَبْطُهُ بِالصِّفَاتِ كَالْأَدِقَّةِ وَالْمَائِعَاتِ وَالْحَيَوَانِ وَاللَّحْمِ وَالْقُطْنِ وَالْحَدِيْدِ وَالْأَحْجَارِ وَالْاَخْشَابِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَيُشْتَرَطُ ضَبْطُهُ بِالصِّفَاتِ الَّتِىْ يَخْتَلِفُ بِهَا الْغَرَضُ فَيَقُوْلُ مَثَلاً اَسْلَمْتُ اِلَيْكَ فِىْ عَبْدٍ تُرْكِيٍّ اَبْيَضَ رُبَاعِيِّ السِّنِّ طُوْلُهُ وَسِمَنُهُ كَذَا وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَلَا يَجُوْزُ فِى الْجَوَاهِرِ وَالْمُخْتَلَطَاتِ كَالْهَرِيْسَةِ وَالْغَالِيَةِ وَالْخِفَافِ وَكَذَا مَا اخْتَلَفَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلُهُ كَمَنَارَةٍ وَاِبْرِيْقٍ اَوْ مَا دَخَلَتْهُ نَار قَوِيَّة كَالْخُبْزِ وَالشِّوَاءِ اِذْ لَا يُمْكِنُ ضَبْطُ ذٰلِكَ بِالصِّفَةِ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْمُسْلَمِ فِيْهِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَلَا الْاِسْتِبْدَالُ عَنْهُ وَاِذَا اَحْضَرَهُ مِثْلَ مَا شَرَطَ اَوْ اَجْوَدَ وَجَبَ قَبُوْلُهُ)

(بَابُ السَّلَمِ)

(سلم کا بیان)

سلم کو سلف بھی کہتے ہیں۔

سلم کی تعریف

لغت میں: مقدم کرنے کو [پہلے دینے کو] سلم کہتے ہیں،

شرعاً: کسی موصوف چیز کی ذمہ میں لفظ سلم یا سلف سے بیع کرنے کو سلم کہتے ہیں (تحقیق علی عمدہ ص ١٧٤) مطلب یہ ہیکہ کسی چیز کی مکمل قیمت پہلے ہی سے اس کے مالک کو دے

کر معاہدہ کرنا کہ صفات کے ذریعہ متعین کردہ چیز فی الحال یا متعینہ مدت کے بعد پہنچائی جائے اسے سلم کہتے ہیں،

سلم کو سلم کیوں کہتے ہیں

مجلس میں راس المال [یعنی ثمن] کو سپرد کرنے اور مسلم فیہ پر مقدم کرنے کی بناء پر سلم کو سلم کہتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا: یاَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ آ اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ (سورۂ بقرہ ۲۸۲) اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک [کے لئے] تو اس کو لکھ لیا کرو، ابن عباس نے اس کی تفسیر: "سلم" سے کی ہے،
آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے تو اس کو چاہئے کہ معلوم کیل [پیمانہ] اور معلوم وزن میں معلوم مدت تک کے لئے بیع سلم کرے، کیل یا وزن سے دی جانے والی چیز میں بیع سلم جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے،
(سلم کہتے ہیں اس چیز کی بیع جو ذمہ میں ثابت ولازم ہو اور صفات کے ذریعہ تعیین کی گئی ہو) یعنی اس میں چیز بالذات متعین نہیں ہوتی بلکہ اوصاف کے ذریعہ تعیین ہوتی ہے [مثلاً باسمتی چاول اگر باسمتی میں متعدد قسمیں ہوں تو اس کی تعیین اگر مختلف رنگ ہو تو تعیین] (اور بیع کے) باب میں گزرے ہوئے (شرائط کے ساتھ سلم میں یہ) ۷/ (چیزیں شرط ہیں ان میں پہلی چیز مجلس میں قیمت پر قبضہ کرنا اگرچہ مقدار کا علم نہ ہو) اور (دوسری چیز مسلم فیہ) یعنی جس چیز کے بارے میں بیع سلم کی جارہی ہے وہ (ذمہ میں ہو) مطلب یہ ہیکہ مجلس میں قیمت پر قبضہ ہو اور مسلم فیہ بالذات متعین نہ ہو بلکہ ذمہ میں ہو ذمہ میں ہونے کی دو صورتیں ہیں جس کو آگے مصنفؒ بیان فرمارہے ہیں: (اور سلم فوری اور معلوم مدت تک کے لئے ادھار) بھی (صحیح ہے) فوری کا مطلب یہ ہیکہ دوکان میں جاکر ہم دوکان دار کو کہتے ہیں مثلاً ایک کلو ٹماٹر دو اس میں ٹماٹر کے افراد متعین نہیں ہوتے بلکہ ایک کلو مطلوب ہوتا ہے افراد بدل

سکتے ہیں، ۵ میٹر کپڑا دو اب ۵۰ میٹر کے ٹاکے میں سے کہیں سے بھی دیتا ہے، مثلاً سیٹی زن گھڑی دو تو سیٹی زن کے اگر ۵۰ پیس ہوں تو کوئی بھی پیس دیتا ہے اگر پیس پسند نہ آئے تو دوسرا لے لیتے ہیں، اور معلوم مدت تک کے لئے ادھار کا مطلب یہ ہیکہ کہے مسلم فیہ کل دوں گا، یا ے ار مضان المبارک کو دوں گا،

(اگر مسلم) یعنی قیمت سپرد کرنے والا مسلم الیہ یعنی قیمت جس کے سپرد کی جارہی ہے اس سے (کہے میں یہ دراہم تیرے سپرد کرتا ہوں اس غلام کے بدلے میں تو صحیح نہیں) اس لئے کہ مسلم فیہ کے ذمہ میں ہونے کی شرط یہاں مفقود ہے اس طرح کہ غلام جو مسلم فیہ ہے وہ بالذات متعین ہے (تیسری چیز جب کسی ایسی جگہ بیع سلم کرے جو) جگہ مسلم فیہ کو (سپرد کرنے کے قابل نہ ہو جیسے جنگل یا) وہ جگہ مسلم فیہ کو سپرد کرنے کے (قابل ہو لیکن اس جگہ تک مسلم فیہ کو منتقل کرنے کا خرچ ہو تو) ایسی صورت میں مسلم فیہ کو (سپرد کرنے کی جگہ کا بیان کرنا شرط ہے) اس لئے کہ اس صورت میں اغراض مختلف ہوتے ہیں، چوتھی چیز: (مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا شرط ہے ناپ کے اعتبار سے) اگر وہ ناپی جانے والی چیزوں میں سے ہو (یا) مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا شرط ہے (وزن کے اعتبار سے) اگر وہ وزن سے دی جانے والی چیزوں میں سے ہو (یا) مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا شرط ہے (عدد کے اعتبار سے) اگر وہ عدد سے دی جانے والی چیزوں میں سے ہو (یا) مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا شرط ہے (ذراع کے اعتبار سے) اگر وہ ذراع سے دی جانے والی چیزوں میں سے ہو، مصنفؒ کی عبارت **بمقدار معلوم** یہ راجع ہے کیل اور مابعد کی طرف،

(اگر کوئی شخص کہے اس پتھر) کی مقدار مثلاً اخروٹ کے عوض میں دس دراہم تیرے سپرد کرتا ہوں (یا اس بھری ہوئی ٹوکری کی مقدار) مثلاً گیہوں کے عوض میں دس دراہم تیرے سپرد کرتا ہوں (درانحالیکہ پتھر کے وزن کی مقدار) معلوم نہ ہو (اور ٹوکری کی گنجائش کس

قدر ہے معلوم نہ ہو) یعنی بھری ہوئی ٹوکری کا کیل کتنا ہوگا معلوم نہ ہو (تو) بیع سلم (صحیح نہ ہوگی) اس لئے کہ معلوم مقدار کا ہونا جو شرط ہے وہ مفقود ہے (اور) پانچویں چیز: (یہ کہ مسلم فیہ پر سپرد کرنے کے وجوب کے وقت قدرت حاصل ہو) مطلب یہ ہیکہ جس وقت مسلم فیہ کو سپرد کرنا واجب ہو اس وقت مسلم فیہ پر قدرت حاصل ہو، تاکہ وجوب کے وقت مسلم فیہ کو سپرد کرسکے، چھٹی چیز (انقطاع سے امن ہو) یعنی مشقت عظیمہ کے بغیر مسلم فیہ کی تحصیل ممکن ہو (اگر) مسلم فیہ کا (وجود کم ہو جیسے باندی اور اس کی بیٹی) یا بہن، باندی اور اس کی بیٹی یا بہن کے وجود کی تحصیل ممکن ہے لیکن مشقت عظیمہ سے اور شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ کی تحصیل مشقت عظیمہ کے بغیر ممکن ہو لہٰذا جس مسلم فیہ کا وجود کم ہو اس کی بیع سلم جائز نہیں (یا) مسلم فیہ ایسی چیز ہو (جس کے انقطاع وعدم سے امن نہ ہو) یعنی اس کے عدم کا بھی احتمال ہو (مثلاً اس متعین درخت کی کھجور) اس میں یہ احتمال ہے کہ اس درخت کو اس سال پھل نہ آئے، تو، مذکورہ چیزوں میں عقد سلم (صحیح نہیں اور) ساتویں چیز (یہ کہ مسلم فیہ کا ضبط و تعیین صفات کے ذریعہ ممکن ہو جیسے آٹے) جیسے گیہوں کے آٹے کی تعیین ممکن ہے کہ گیہوں کا آٹا یا جَو وغیرہ کا باریک یا موٹا (اور، بہنے والی چیزیں) جیسے گھی یا شہد یا سرکہ یا دودھ [وغیرہ] (اور، جانور) جیسے ماکول جانور یا اس کے علاوہ (اور، گوشت، اور، روئی، اور، لوہا، اور، پتھر، اور، لکڑیاں اور ان کے مانند ان تمام چیزوں میں مسلم فیہ کو ان صفات کے ذریعہ ضبط کرنا ضروری ہے جن سے اغراض میں اختلاف ہوتا ہے، مثلاً مسلم) مسلم الیہ سے (کہے میں تیرے سپرد کرتا ہوں) مثلاً پانچ دراہم (ترکی غلام کے بدلے میں جو گورا ہو اس کی عمر چار سال ہو وہ لمبا ہو) [مثلاً پانچ فٹ] (اور اس طرح موٹا ہو اور ان کے مانند) جیسے چوڑائی کو بھی بیان کرے وغیرہ، کیونکہ یہ ایسی صفات ہیں کہ ان سے غرض مختلف ہوتی ہے (اور) اس مسلم فیہ میں بیع سلم (جائز نہیں)

جس کی صفات بیان نہ کی جاتی ہو جیسے (جواہرات، میں، اور) جائز نہیں (مختلف اجزاء سے بنائی ہوئی چیزوں میں جیسے گیہوں اور گوشت سے پکایا ہوا کھانا) یہ کھانا گیہوں، گوشت اور پانی سے مرکب ہے، قلت اور کثرت کے اعتبار سے اس کی صفت بیان کرنا ممکن نہیں (اور غالیہ) غالیہ یعنی مشک، عنبر، عود اور کافور سے بنی ہوئی خوشبو، ایک سے زائد خوشبو ملا کر بنانے کی وجہ سے اس کی صفت بیان کرنا ممکن، نہیں (اور موزے) یہ بنتے ہیں ابرہ، استر اور بھراؤ سے لہٰذا ان کی مقدار کے بیان میں عبارت کافی نہیں (اور اسی طرح) بیع سلم صحیح نہیں اس مسلم فیہ میں (جس کا بالائی اور نچلا حصہ پوشیدہ ہو جیسے منارہ) روشنی کا آلہ شمعدان کی طرح، مٹی کا بنتا تھا بالشت دو بالشت اونچا ہوتا تھا (اور لوٹا) اس لئے کہ اعلیٰ و اسفل یکساں نہیں ہوتے (یا جس مسلم فیہ میں آگ قوت سے داخل ہوئی ہو جیسے روٹی اور آگ پر بھنا ہوا گوشت) اس میں بھی بیع سلم صحیح نہیں (اس لئے کہ اس میں آگ کی تاثیر کا صفت سے انضباط ممکن نہیں اور مسلم فیہ کی بیع اس پر قبضہ ہونے سے پہلے جائز نہیں) اس لئے کہ یہ مبیع ہے اور اس کا حکم مبیع کا حکم ہے اور اسی باب میں گزر گیا کہ مبیع میں قبضہ سے پہلے تصرف صحیح نہیں (اور مسلم فیہ کے بدلہ دوسری چیز لینا جائز نہیں) مطلب یہ ہیکہ جس مسلم فیہ کے بارے میں سودا طے ہوا ہے اس کے علاوہ دوسری چیز لینا جیسے گیہوں کے بدلے جو لینا جائز نہیں، [اس لئے کہ یہ چیز ممنوع ہے] (اور جب مسلم الیہ مسلم کے پاس مشروطہ اوصاف کے موافق) مسلم فیہ (حاضر کرے) یہ ایک صورت (یا) مشروطہ اوصاف سے (عمدہ) مسلم فیہ حاضر کرے یہ دوسری صورت (تو اس مسلم فیہ کو قبول کرنا) مسلم پر دونوں صورتوں میں (واجب ہے) پہلی صورت میں اس لئے کہ طے شدہ مسلم فیہ کو دینا حق کو پورا کرنا ہے لہٰذا قبول کرنا واجب قرار دیا گیا اور دوسری صورت میں اس لئے کہ ذمہ سے بری ہونے کے لئے ہو سکتا ہے اس نے اجود کے علاوہ مسلم فیہ نہ پایا ہو لہٰذا پھر مسلم کا قبول

نہ کرنا تعنت اور دشمنی کا باعث ہوگا اسی لئے قبول کرنا واجب قرار دیا گیا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مشروطہ اوصاف سے بھی عمدہ دینا حق سے بڑھ کر دینا ہے اسی لئے واجب قرار دیا گیا، اگر مشروطہ اوصاف سے کم درجہ کی مسلم فیہ حاضر کرے تو قبول کرنا جائز ہے واجب نہیں اس لئے کہ واجب قرار دینے سے اس کے حق میں کمی ہے اور اس کا ضرور نقصان ہے،

(فصل)

(اَلْقَرْضُ مَنْدُوْبٌ اِلَیْهِ بِاِیْجَابٍ وَقَبُوْلٍ مِثْلَ اَقْرَضْتُکَ اَوْ اَسْلَفْتُکَ وَیَجُوْزُ قَرْضُ کُلِّ مَایَجُوْزُ السَّلَمُ فِیْهِ وَمَالَا فَلَا وَلَایَجُوْزُ فِیْهِ شَرْطُ الْاَجَلِ وَلَاشَرْطٌ جَرَّ مَنْفَعَةً کَرَدِّ الْاَجْوَدِ اَوْ عَلٰی اَنْ تَبِیْعَنِیْ عَبْدَکَ بِکَذَا فَاِنَّهُ رِباً فَاِنْ رَدَّ عَلَیْهِ الْمُقْتَرِضُ اَجْوَدَ مِنْ غَیْرِ شَرْطٍ جَازَ وَیَجُوْزُ شَرْطُ الرَّهْنِ وَالضَّمَانِ وَیَجِبُ رَدُّ الْمِثْلِ وَاِنْ اَخَذَ عَنْهُ عِوَضاً جَازَ وَاِنْ اَقْرَضَهُ ثُمَّ لَقِیَهُ بِبَلَدٍ اٰخَرَ فَطَالَبَهُ لَزِمَهُ الدَّفْعُ اِنْ کَانَ ذَهَباً اَوْ فِضَّةً وَنَحْوَهُمَا وَاِنْ کَانَ لِحَمْلِهِ مُؤْنَةٌ نَحْوُ حِنْطَةٍ وَشَعِیْرٍ فَلَا بَلْ تَلْزَمُهُ الْقِیْمَةُ)

(فصل)

احکامِ قرض کے بیان میں

قرض کی تعریف

کسی چیز کا مالک بنانا اس شرط پر کہ دی ہوئی چیز کے مانند قرض لینے والا واپس کر دے اسے قرض کہتے ہیں،

شیخ قلیوبی فرماتے ہیں: قرض کا لغوی معنی ہے: کاٹنا،

شرعی معنی ہے: کسی چیز کا مالک بنانا اس شرط پر کہ اس کا بدل واپس کر دیا جائے (حاشیہ قلیوبی علی شرح المحلی ج۲ ص۲۵۷) اصل چیز سے زائد یا اچھی چیز لینے کی شرط لگانا سود ہے جو شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول کریم ﷺ نے رباء [سود] کی تعریف یہ فرمائی ہے: کل قرض جر نفعا فهو رباء، یعنی جو قرض نفع حاصل کرے وہ رباء ہے

(معارف القرآن ج١ ص٦٦٤) ہاں، اگر قرض لینے والا حقیقت میں بغیر شرط اور بخوشی (زائد یا) اچھی چیز دیدے تو لینا جائز ہے،

بیع سلم کی طرح قرض کو بھی سلف کہتے ہیں (حاشیۂ قلیوبی علی شرح محلی ج٢ ص٢٥٧)

قرض کو قرض کیوں کہتے ہیں

قرض کا لغوی معنی ہے: کاٹنا، چونکہ مالک اپنے مال سے مال کا ایک حصہ نکالکر مقروض کو دیتا ہے اسی لئے اس کو قرض کہتے ہیں (حاشیۂ عمیرہ علی شرح المحلی ج٢ ص٢٥٧)

قرض کا حکم

قرض دینا مستحب ہے، صاحبِ فتح المعین فرماتے ہیں: مشہور احادیث کی بناء پر قرض دینا سنت مؤکدہ ہے (فتح المعین فی ترشیح ص٢٣٤)

قرض کی فضیلت

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی سے دنیا کی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالی اس سے قیامت کے دن کی مصیبت دور کرے گا اور اللہ بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے (فتح المعین) اور ابن عمر فرماتے ہیں: صدقہ کا اجر فقط صدقہ کرتے وقت لکھا جاتا ہے اور قرض جب تک قرضدار کے پاس رہتا ہے اس کا اجر لکھا جاتا ہے، یعنی فرشتے قرض کا اجر مسلسل لکھتے رہتے ہیں قرضدار کے پاس مال رہنے تک، (حاشیۂ عمیرہ علی شرح محلی ج٢ ص٢٥٧)

(قرض دینا مطلوب ہے ایجاب و قبول سے) مطلب یہ ہیکہ قرض دینا مستحب ہے لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایجاب و قبول ہو (مثلاً) مقرض یعنی قرض دینے والا مقروض سے کہے (میں نے تجھے) یہ چیز (قرض دی یا) مثلاً کہے (میں نے) یہ چیز (تیرے سپرد کی) یا کہے میں نے تجھے اس کا مالک بنایا (اور ہر وہ چیز جس میں بیع سلم جائز ہے اس کو قرض میں دینا جائز ہے اور جس چیز میں) بیع سلم (جائز نہیں

اس چیز کو قرض میں دینا جائز نہیں اور قرض میں ادائیگی کی مدت متعین کرنے کی شرط لگانا جائز نہیں ہے) اگر قرض لینے والا مالدار ہو اور وہ وقت کی تعیین کرے غرض صحیح کی وجہ سے مثلاً لوٹ کے وقت کی تو عقد فاسد ہو گا اگر تعیین بلا غرض صحیح کے ہو یا مقترض تنگ دست ہو تو شرط لغو ہو گی اور عقد صحیح ہو گا،

(اور منفعت لانے والی شرط لگانا جائز نہیں جیسے) مقرض کہے کہ قرض میں جو چیز دی گئی اس سے (عمدہ) چیز (واپس لوٹائے) اس طرح کی شرط لگانا جائز نہیں (یا) مقرض مقترض یعنی قرض لینے والے سے کہے میں تجھے قرض دیتا ہوں (اس شرط پر کہ تو مجھے تیرا غلام بیچے) یہ شرط بھی صحیح نہیں اس لئے کہ (یہ) بھی (سود ہو گا) کیونکہ اس میں بھی منفعت لانے والی شرط لگائی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **کل قرض جر نفعا فھو ربا**، یعنی جو قرض نفع لائے وہ ربا ہے (اگر مقترض مقرض پر) قرض لی ہوئی چیز سے (عمدہ) چیز (واپس لوٹائے بغیر شرط کے تو جائز ہے) اور اچھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہتر وہ شخص ہے جو تم میں سے اچھا بدلہ دے، مقرض کے لئے عمدہ چیز لینا مکروہ نہیں ہے (اور) قرض دینا (جائز ہے رہن) کی شرط لگا کر (اور ضامن کی شرط لگا کر) اس لئے کہ اس صورت میں قرض سے نفع حاصل نہیں کرنا ہے بلکہ اپنے قرض کی حفاظت مقصود ہے، رہن کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ: مقرض مقترض سے کہے کہ میں آپ کو قرض دوں گا بشرطیکہ آپ میرے پاس کوئی چیز گروی رکھے، اور ضامن کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ: مقرض مقترض سے کہے کہ کسی ایسے شخص کو ضامن بناؤ جو میرا قرض ادا کرنے کی ضمانت دے (اور) مقترض پر (واجب ہے) قرض لی ہوئی چیز کے (مانند چیز واپس لوٹانا) اگر قرض مثلی ہو تو مثل دے اور اگر قرض متقوم ہو تو مثل صوری دے جیسے حیوان مسلم شریف کی حدیث کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے قرض میں بکر لیا اور رباعی لوٹایا (بکر یعنی جوان اونٹ، رباعی یعنی وہ جانور جس کے رباعی دانت گر گئے ہوں)

(اور اگر) مقرض (قرض کے بدلہ کوئی اور چیز لے تو جائز ہے) قرض میں گیہوں دئے ہوں تو اس کے بدلے جو لے تو جائز ہے،

(اور اگر مقرض مقترض کو) کسی شہر میں (قرض دے پھر مقرض مقترض کو) قرض دئے ہوئے شہر کے علاوہ کسی (دوسرے شہر میں ملے اور اس سے مطالبہ کرے تو مقترض پر لازم ہو گا) لیا ہوا قرض (دینا اگر وہ) قرض (سونا یا چاندی) ہو (اور ان کے علاوہ وہ چیز ہو جس کو منتقل کرنے میں خرچ نہ آتا ہو اور اگر) قرض لئے ہوئے شہر کی طرف (منتقل کرنے میں خرچ آتا ہو جیسے) قرض (گیہوں اور جو) ہو (تو مقترض پر منتقل کرنے کا خرچ دینا لازم نہیں بلکہ اس پر) قرض میں لی ہوئی چیز کی (قیمت لازم ہو گی) مطلب یہ ہے کہ قرض میں جس قسم کے سو کلو گیہوں لیا تھا اسی قسم کے سو کلو گیہوں کی جو قیمت ہو وہ قیمت مقرض کو دینا لازم ہو گی نہ کہ قرض میں لئے ہوئے گیہوں دینا لازم ہوں گے،

قرض کے ارکان کیا ہیں

قرض کے ارکان وہی ہیں جو بیع کے ہیں لہذا قرض کے ارکان یہ ہیں: (۱) قرض لینے اور دینے والے کا ہونا، (۲) صیغہ کا ہونا یعنی وہ الفاظ جن سے قرض لینا اور دینا کیا جاتا ہے (۳) جو چیز قرض میں دی جا رہی ہو اس کا ہونا،

عاقدان کے شرائط کیا ہیں

کتاب البیوع میں عاقدان کے جو شرائط ہیں وہی شرائط قرض لینے اور دینے والے کے لئے بھی ہوں گے اور وہ یہ ہیں (۱) بالغ ہو، بچہ کا قرض لینا اور دینا صحیح نہیں چاہے ممیز بچہ ہو اور ولی (سرپرست) نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو (المجموع ج ۵ ص ۱۵۸) (۲) عقل مند ہو، پاگل اور بیہوش کا لینا دینا صحیح نہیں، نشہ کی حالت میں صحیح ہے (۳) مختار ہو، اگر زبردستی کی جائے تو صحیح نہیں ہے، (۴) بینا ہو، نابینا کا لینا دینا صحیح نہیں (۵) محجور علیہ نہ ہو، یعنی تصرف کا اختیار ہو (شرح مہذب ج ۵ ص ۱۵۵)

کوئی شخص صرف اتنا کہے کہ میں نے تجھے اس کا مالک بنایا چاہے کسی نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہو گا

میں نے تجھے اس کا مالک بنایا یہ کہنے کے ساتھ دل سے حقیقت میں بدل کی نیت نہ ہو تو یہ چیز لینے والے کے حق میں ہبہ ہو گی ورنہ کنایہ ہو گا یعنی یہ جملہ کہنے والے سے پوچھا جائے گا کہ آپ کی نیت کیا ہے اگر وہ کہے کہ ہبہ کی تو وہ چیز ہبہ ہو گی اگر قرض کہے تو قرض ہو گی، **ولو اقتصر علی ملکتکه ولم ینو البدل فهبة والا فکنایة ولو اختلفا فی نیة البدل صدق الدافع لانه اعرف بقصده وفی ذکر البدل صدق الاخذ فی عدم الذکر** (فتح المعین) اور اگر دینے والا صرف اتنا جملہ کہے کہ میں نے تجھے اس کا مالک بنایا اور بدل کی نیت [دل سے] نہ ہو تو یہ چیز لینے والے کے حق میں ہبہ ہو گی ورنہ کنایہ ہو گا، اور اگر بدل کی نیت میں اختلاف ہو جائے [وہ یہ کہ دینے والا کہے میری نیت بدل کی تھی اور لینے والا کہے کہ تیری نیت بدل کی نہیں تھی] تو دینے والے کی بات قابل قبول ہو گی اس لئے کہ یہ اپنے مقصد کو زیادہ جانتا ہے یا بدل کے ذکر میں اختلاف ہو جائے [وہ یہ کہ دینے والا کہے کہ میں نے مجھے اس چیز کا بدل چاہئے یہ ذکر کیا تھا اور لینے والا کہے کہ ذکر نہیں کیا تھا] تو قرض لینے والے کی بات قابل قبول ہو گی ذکر نہ کرنے میں،

اپنے چائے یا کھانے کا بل ادا کرنے کے لئے دوسرے سے کہا اور اس نے ادا کیا تو قرض ہو گا یا ہبہ

قرض ہو گا معتمد قول کے مطابق، **ولو قال اشتر لی بدرهمک خبزا فاشتری له کان الدرهم قرضا لا هبة علی المعتمد** (ایضاً) اور اگر کوئی کہے میرے لئے روٹی خرید تیرے درہم سے پھر وہ خریدے [یعنی کہے کہ مطابق بل ادا کرے] تو یہ درہم [یعنی بل جو ادا کیا] قرض ہو گا ہبہ نہ ہو گا معتمد قول کے مطابق،

زید بکر سے بطور قرض مثلاً دس روپے طلب کرے اور بکر کہے کہ عبد اللہ سے لے لے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے

اس میں تفصیل ہے وہ یہ: ولو قال اقرضنی عشرۃ فقال خذھا من فلان فان کانت له تحت یدہ ای عینا کو دیعۃ او غیرھا جاز و الا ای بأن لم تکن تحت یدہ بان کانت دینا فھو وکیل فی قبضھا فلا بد من تجدید قرضھا ای بعد قبضھا (فتح المعین مع ترشیح ص ۲۳۵) اور اگر [مثلاً زید بکر سے] کہے مجھ کو قرض دے دس [مثلاً روپے بکر] کہے کہ فلاں [مثلاً عبد اللہ] سے لے تو اگر فلاں "عبد اللہ" کے پاس بکر کے پیسے عین ہو مثلاً امانت وغیرہ کے طور پر رکھا ہو تو [لینا فلاں سے] جائز ہے، "اور قرض ہو گا" ورنہ قرض ہو تو وہ [یعنی زید] فلاں [یعنی عبد اللہ] کے پاس سے قبضہ کرنے میں [بکر کا] وکیل ہو گا [یعنی نائب ہو گا مطلب یہ ہیکہ اس نے بکر ہی کے لئے وصول کیا] اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ زید دوبارہ بکر سے قرض کی تجدید کرے [یعنی کہے کہ مجھے یہ بطور قرض دیدے]

ولی [سرپرست] کے لئے بچہ کے مال کو بطور قرض دینا کیسا ہے

بلاضرورت ہو تو ممنوع ہے، و یمتنع علی ولی قرض مال مولیہ بلاضرورۃ (فتح المعین) ولی کے لئے اپنے مولی [بچہ] کے مال کو بطور قرض دینا بلاضرورت ممنوع ہے [ورنہ یعنی نہ دینے میں نقصان وغیرہ کا اندیشہ ہو تو ضرورۃ دینا جائز ہے]

کیا مقروض کو مہلت دینا ضروری ہے

ہاں اگر مقروض تنگ دست ہو تو مہلت دینا ضروری ہے (اشباہ) اور ارشاد خداوندی ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ ۲۸۰) اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور [یہ بات] کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو [اس کے ثواب کی] خبر ہو،

مقروض کاٹال مٹول کرنا کیسا ہے

ادائیگی کی استطاعت ہو اور ٹال مٹول کرے تو ظلم اور حرام ہے ورنہ نہیں اور استطاعت ہونے تک ادائیگی کو مؤخر کرنا جائز ہے(شرح مسلم ج۲ ص۱۸)

شادی وغیرہ کے موقع پر رقم یا کوئی چیز شرکت کرنے والوں میں سے دیتے ہیں واپسی کی امید رکھتے ہوئے اور یہ باقاعدہ لکھے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں نے اتنے دئے پھر جب دینے والے کے یہاں شادی وغیرہ ہوتی ہے تو وہ بھی جاتا ہے اور جتنے اس نے دئے تھے اتنے یا کم وزیادہ بہ خوشی دیتا ہے اور پہلا شخص بہ خوشی لیتا ہے ایسا کرنا کیسا ہے

واپسی کی امید رکھنے کا نام قرض ہے، ولو اقتصر علی ملکتکہ ولم ینو البدل فھبۃ والا فکنایۃ(فتح المعین) لہٰذا مذکورہ صورت میں شادی وغیرہ کے موقع پر رقم یا کوئی چیز واپسی کی امید رکھتے ہوئے دینا بطور قرض ہے نہ کہ ہدیہ، لہٰذا ایسا کرنا غلط رسم ورواج ہے جو اصل مقصد اعانت[مدد]کے خلاف ہے،

شادی[وغیرہ]کے موقع پر ہدیہ دینا قدیم زمانے سے اخلاص کے ساتھ اعانت بھی تھی چونکہ میاں بیوی کو ضروریات زندگی کے اسباب ولوازمات کی ضرورت ہوتی ہے مگر واپسی کی امید کہ میرے وقت میں مجھے دے گا یہ نہیں ہوتی تھی اس لئے ہدیہ اخلاص کا تھا اگر واپسی کی امید رکھی جائے تو اصل مقصود اعانت وہ تو فوت ہو جاتی ہے اور نہ اخلاص باقی رہتا ہے،

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الرَّهْنِ)

(لَا يَصِحُّ اِلَّا مِنْ مُطْلَقِ التَّصَرُّفِ وَ لَا يَصِحُّ اِلَّا بِدَيْنٍ لَازِمٍ كَالثَّمَنِ وَ الْقَرْضِ اَوْ يَؤُلُ اِلَى اللُّزُوْمِ كَالثَّمَنِ فِيْ مُدَّةِ الْخِيَارِ فَاِنْ لَمْ يَلْزَمْهُ الدَّيْنُ بَعْدُ مِثْلُ اَنْ يَرْهَنَ عَلٰى مَا سَيُقْرِضُهُ لَمْ يَصِحَّ، وَ شَرْطُهُ اِيْجَاب وَ قَبُوْل وَ لَا يَلْزَمُ اِلَّا بِالْقَبْضِ بِاِذْنِ الرَّاهِنِ فَيَجُوْزُ لِلرَّاهِنِ فَسْخُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ وَ اِذَا لَزِمَ فَاِنِ اتَّفَقَا عَلٰى اَنْ يُوْضَعَ عِنْدَ اَحَدِهِمَا اَوْ ثَالِثٍ وُضِعَ وَ اِلَّا وَضَعَهُ الْحَاكِمُ عِنْدَ عَدْلٍ، وَ شَرْطُ الْمَرْهُوْنِ اَنْ يَكُوْنَ عَيْناً يَجُوْزُ بَيْعُهَا وَ لَا يَنْفَكُّ مِنَ الرَّاهِنِ شَيْئٌ حَتّٰى يَقْضِيَ جَمِيْعَ الدَّيْنِ وَ لَيْسَ لِلرَّاهِنِ اَنْ يَتَصَرَّفَ فِيْهِ بِمَا يُبْطِلُ حَقَّ الْمُرْتَهِنِ كَبَيْعٍ وَ هِبَةٍ اَوْ يَنْقُصُ قِيْمَتَهُ كَاللُّبْسِ وَ الْوَطْئِ وَ يَجُوْزُ بِمَا لَا يَضُرُّ كَرُكُوْبٍ وَ سُكْنٰى وَ لَا يَجُوْزُ رَهْنُهُ بِدَيْنٍ آخَرَ وَ لَوْ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ وَ عَلَى الرَّاهِنِ مُؤْنَةُ الرَّهْنِ وَ يُلْزَمُ بِهَا صِيَانَةً لِحَقِّ الْمُرْتَهِنِ وَ لَهُ زَوَائِدُهُ كَلَبَنٍ وَ ثَمَرَةٍ وَ اِنْ هَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ بِلَا تَفْرِيْطٍ لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْئٌ اَوْ بِتَفْرِيْطٍ ضَمِنَهُ وَ لَا يَسْقُطُ بِتَلَفِهِ شَيْئٌ مِنَ الدَّيْنِ وَ الْقَوْلُ فِى الْقِيْمَةِ قَوْلُهُ وَ فِى الرَّدِّ قَوْلُ الرَّاهِنِ، وَ فَائِدَةُ الرَّهْنِ بَيْعُ الْعَيْنِ عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلٰى وَفَاءِ الْحَقِّ فَاِنِ امْتَنَعَ الرَّاهِنُ مِنْهُ اَلْزَمَهُ الْحَاكِمُ اِمَّا الْوَفَاءَ اَوِ الْبَيْعَ فَاِنْ اَصَرَّ بَاعَهَا الْحَاكِمُ،

(بَابُ الرَّهْنِ)

(گروی رکھنے کا بیان)

رہن کی تعریف

لغت میں: ثبوت و حبس [روکنے] کو رہن کہتے ہیں،

شرعاً: دین و قرض کے بدلہ میں اعتماد و بھروسہ کے لئے مقرض کے پاس مالی چیز رکھنا رہن کہلاتا ہے،

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِباً فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ (سورہ بقرہ ۲۸۳) اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور (وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو قبضہ میں دیدی جائیں (ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنے گھر والوں [کی ضرورت] کے لئے ۳۰ صاع جو کے عوض اپنی زرہ یہودی کے پاس رہن رکھی، اس یہودی کو ابو شحم کہا جاتا ہے،

(رہن رکھنا صحیح نہیں مگر اس شخص کا) رہن رکھنا صحیح ہے (جس کو مطلق تصرف کا حق حاصل ہو) مطلب یہ ہے کہ: بالغ، عاقل اور رشید یعنی سمجھدار ہو، بچہ، پاگل اور سفیہ یعنی غیر رشید کا عقد رہن صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ان کا تصرف صحیح نہیں ہوتا (اور رہن صحیح نہیں مگر دین لازم کے بدلے میں) مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید کا رہن رکھنے کے لئے دینا اس وقت صحیح ہوگا جب کہ زید کو مطلق تصرف کا حق حاصل ہو اور اس کے ذمہ میں دین لازم ہو جیسے مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے ذمہ (جیسے قیمت) کی ادائیگی ثابت ولازم ہو گئی لہٰذا اب رہن رکھنے کے لئے دینا صحیح ہوگا (اور) اسی طرح دوسرے سے لیا ہوا (قرض یا وہ دین جو مستقبل کے اعتبار سے لازم ہونے والا ہو جیسے قیمت مدت خیار میں) مطلب یہ ہیکہ بیع کے وقت خریدنے والا کہے کہ چیز لے جاتا ہوں اگر پسند آئی تو رکھ لوں گا ورنہ تین روز میں واپس لے آؤں گا تو اس مدت میں اگر چیز پسند آئی اور رکھ لیا تو قیمت لازم ہو جائے گی (اگر دین لازم نہ ہو لینے کے بعد جیسے کہ رہن لے آئندہ دئے جانے والے قرض کے بدلے میں تو صحیح نہیں) یعنی رہن آج لے اور قرض پانچ دن کے بعد دے گا یہ صحیح نہیں،

(رہن) صحیح ہونے (کی شرط ایجاب وقبول ہے) اس لئے کہ دونوں کے درمیان اس مال پر عقد ہے جس کی دونوں کو ضرورت ہے، ایجاب راہن کی جانب سے ہوتا ہے اور قبول مرتہن کی جانب سے، جیسے راہن مرتہن سے کہے یہ چیز میں نے آپ کے پاس بطور رہن دی اور مرتہن راہن سے کہے میں نے یہ رہن قبول کی، گروی چیز رکھنے کے لئے دینے والے کو راہن اور رکھنے والے کو مرتہن کہتے ہیں،

(رہن لازم نہیں ہوتا مگر راہن کی اجازت سے قبضہ کرنے کے بعد) یعنی راہن کی اجازت سے مرتہن رہن پر قبضہ کرے تو عقدرہن لازم ہوگا (راہن کے لئے عقدِ رہن کو) مرتہن کے (قبضہ کرنے سے پہلے فسخ کرنا جائز ہے اور جب عقد رہن لازم ہو تو) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: (اگر راہن اور مرتہن دونوں متفق ہوں اس بات پر کہ رہن دونوں میں سے کسی ایک کے پاس رکھا جائے یا) اس بات پر متفق ہوا کہ (کسی تیسرے کے) پاس رکھا جائے (تو) اس کے پاس (رکھدیا جائے) جس کے بارے میں دونوں کا اتفاق ہوا ہے (ورنہ) یعنی دونوں کا اتفاق نہ ہو کسی کے پاس رکھنے کے بارے میں تو (حاکم عادل کے پاس رکھ دے، اور مرہون) یعنی جو چیز رہن رکھی جائے (کی شرط یہ ہے کہ مرہون وہ چیز ہو جس کی بیع جائز ہوتی ہے) یعنی جس چیز کی بیع جائز ہوتی ہے اس میں عقد رہن صحیح ہوگا (اور گروی چیز میں سے کچھ) بھی (چھوٹے گا نہیں یہاں تک کہ پورا) کے پورا (قرض ادا کرے) و اذا قضی بعض الحق لم یخرج شیٔ من الرھن حتی یقضی جمیعه (متن الغایة) جب بعض قرض ادا کرے تو رہن میں سے کچھ بھی خارج نہ ہوگا یہاں تک کہ پورا قرض ادا کرے (اور راہن کے لئے جائز نہیں ہے کہ رہن میں ایسا تصرف کرے جس سے مرتہن کا حق باطل ہو) آگے مصنف رحمہ اللہ مرتہن کا حق باطل ہونے کی مثالیں بیان فرمارہے ہیں: (جیسے) مرہون کو (بیچے اور ہبہ کرے) اور وقف کرے وغیرہ (یا) راہن ایسا تصرف کرے جس سے (مرہون کی قیمت کم ہوجائے) اس طرح کا تصرف بھی راہن کے لئے جائز نہیں (جیسے) مرہون کو (پہننا اور) مرہون اگر باندی ہو تو اس سے (ہمبستری کرنا اور) راہن کے لئے (جائز ہے) مرہون میں (ایسا تصرف کرنا جس سے) مرتہن کا (نقصان نہ ہو جیسے) مرہون سواری ہو تو (سوار ہونا اور) اگر مرہون گھر ہو تو اس میں (رہنا اور جائز نہیں ہے) اسی (مرہون کو دوسرے قرض کے بدلہ میں رہن رکھنا اگرچہ مرتہن کے پاس) ہی رہن

رکھا جائے تب بھی جائز نہیں، مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید نے بکر سے قرض لیکر بکر کے پاس اپنی چیز گروی رکھی اور اب دوسری مرتبہ زید بکر سے قرض طلب کرے اور کہے کہ پہلی مرتبہ قرض کے بدلہ میں جو چیز آپ نے گروی رکھی ہے وہی چیز دوسرے قرض کے بدلہ میں بھی آپ ہی کے پاس گروی رہے گی تو اس طرح ایک مرتبہ جو چیز رہن رکھی گئی اسی کو دوسرے قرض کے بدلہ میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے اگرچہ مرتہنِ اول کے پاس ہی دوسری مرتبہ بھی رکھا جائے جیسا کہ مثالِ بالا میں بکر مرتہنِ اول ہے (اور مرہون کا خرچ راہن کے ذمہ) لازم (ہوتا ہے اور) راہن کے ذمہ مرہون کا (خرچ لازم کیا جائے گا مرتہن کے حق کی) ضائع ہونے سے (حفاظت کے لئے) مطلب یہ ہے کہ راہن کے ذمہ مرہون کا خرچ اس لئے لازم قرار دیا گیا کہ اس کے خرچ کرنے سے مرتہن کا حق محفوظ رہے گا ضائع ہونے سے جیسے مرہون درخت ہو اور اسے پانی نہ دیا جائے تو درخت ناکارہ اور ضائع ہو جائے گا، مرتہن کا حق محفوظ رہے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ: اگر راہن قرض ادا نہ کرے تو مرتہن اس مرہون سے اپنا حق یعنی دیا ہوا قرض حاصل کرے گا لیکن جب وہ مرہون ضائع ہو جائے تو مرتہن کے لئے اپنا حق اس مرہون سے حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا، (اور مرہون کے زوائد) یعنی مرہون سے حاصل ہونے والی چیزیں (راہن کے ہوں گے جیسے) مرہون بھینس وغیرہ ہو تو اس کا (دودھ) راہن کا ہوگا (اور) اگر مرہون درخت ہو تو اس کا (پھل) راہن کا ہوگا (اور اگر مرتہن کے پاس) اس کی (زیادتی کے بغیر مرہون ہلاک ہو جائے تو مرتہن پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی) چونکہ مرتہن کے کوتاہی سے ہلاک نہیں ہوئی (یا) مرتہن کی (زیادتی سے) مرہون ہلاک ہو جائے یا راہن کے قرض ادا کرنے کے باوجود مرتہن نے مرہون واپس نہیں کیا بلکہ روکے رکھا اور ضائع ہو گئی (تو مرتہن اس ضائع شدہ مرہون کا ضامن ہوگا) اس لئے کہ مرتہن کی کوتاہی سے ضائع ہوئی (اور) سبب

کے بغیر جیسے کسی آسمانی آفت سے (مرہون ضائع ہونے سے قرض میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا) اس لئے کہ رہن قرض کے لئے وثیقہ ہے لہٰذا دین اپنی حالت پر باقی رہے گا (اور قیمت کے بارے میں مرتہن کا قول قابل قبول ہو گا) مطلب یہ ہیکہ مرتہن کی زیادتی سے جب مرہون ضائع ہو جائے اور پھر راہن اور مرتہن کا اس مرہون کی قیمت کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو مرتہن کا قول قابل قبول ہو گا قسم کے ساتھ (اور رد کے بارے میں راہن کا قول) قابل قبول ہو گا، مطلب یہ ہے کہ مرتہن کہے کہ میں نے راہن پر رد کیا اور راہن کہے کہ رد نہیں کیا تو ایسی صورت میں راہن کا قول قابل قبول ہو گا، مرتہن کا قول گواہ کے بغیر قبول نہ ہو گا،

(اور رہن رکھنے کا فائدہ عین مرہونہ کو حاجت کے وقت بیچنا ہے حق وصول کرنے کے لئے) مطلب یہ ہیکہ راہن کے لئے قرض ادا کرنا دشوار ہو اور مرتہن کو قرض کی حاجت ہو تو مرتہن عین مرہونہ کو بیچ کر اپنا حق وصول کرلے (اگر راہن بیچنے سے منع کرے تو حاکم راہن پر) دو امر میں سے کوئی ایک امر (لازم کرے گا یا تو قرض ادا کرنا یا مرہون کو فروخت کرنا لیکن پھر بھی راہن اگر) بیچنے سے منع کرنے پر (مصر رہے تو حاکم) جبراً (عین مرہون کو بیچے گا) اور مرتہن کے حق کو ادا کرے گا تاکہ ضرر دور ہو،

کسی چیز کو گروی رکھنے کے ارکان کیا ہیں

گروی رکھنے کے ارکان یہ ہیں (۱) مرہون کا ہونا یعنی وہ چیز جو گروی رکھی جائے (۲) مرہون بہ کا ہونا یعنی وہ قرضہ وغیرہ جو لیا گیا (۳) صیغہ کا ہونا یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے، اس میں بقیہ احکام وہی ہیں جو کتاب البیوع میں ذکر ہوئے (فتح المعین) (۴) عاقدان یعنی دو عقد کرنے والوں کا ہونا مراد راہن اور مرتہن، گروی چیز رکھنے کے لئے دینے والے کو راہن اور رکھنے والے کو مرتہن کہتے ہیں (أیضاً ج ۱ ص ۲۷۳)

قرض کو گروی رکھنا کیسا ہے

قرض کو گروی رکھنا صحیح نہیں ہے، **فلایصح رھن دین ولو ممن ھو علیه** (اقناع ج۱ ص۲۷۳) دین کو گروی رکھنا صحیح نہیں ہے اگرچہ اس شخص پر دین ہو، یعنی قرض دینے والا اگر چیز بطور گروی مانگے تو قرض لینے والا کہے کہ میرا جو قرض تم پر ہے اسی کو میں تمہارے پاس گروی رکھتا ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے،

منفعت[فائدہ] کو گروی رکھنا مثلاً ایک مدت تک سکنی دار کو رہن رکھنا صحیح ہے یا نہیں

منفعت کو گروی رکھنا صحیح نہیں ہے، **ولا رھن منفعة کان یرھن سکنی دارہ مدة** (أیضاً) منفعت کو گروی رکھنا صحیح نہیں ہے جیسے کہ ایک مدت تک گھر میں رہنے کو گروی رکھا جائے،

مشترکہ چیز کو گروی رکھنا کیسا ہے

مشترکہ چیز کو گروی رکھنا صحیح ہے، **ویصح رھن المشاع من الشریک وغیرہ ــ ولایجوز نقله بغیر اذن الشریک** (ایضاً) مشترکہ چیز کو گروی رکھنا شریک وغیر شریک کی طرف سے صحیح ہے، لیکن چیز کو منتقل کرنا دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں،

گروی رکھی ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں

گروی رکھی ہوئی چیز امانت ہے، **وھو أمانة بید المرتھن** (ایضاًج۱ص۲۷۵) گروی رکھی ہوئی چیز امانت ہے، لہذا استعمال کرنا جائز نہیں،

کیا ولی کے لئے بچہ اور پاگل کے مال کو گروی رکھنا جائز ہے

نہیں ولی کے لئے بچہ اور پاگل کے مال کو گروی رکھنا جائز نہیں ہے ہاں اگر ضرورت ہو یا ظاہراً فائدہ ہو تو گروی رکھنا جائز ہے (ایضاً ج۱ ص۲۷٤)

قرض خواہ کہتا ہے کہ چیز رھن ہے اور میں نے اجازت سے قبضہ کیا ہے اور مقروض کہتا ہے نہیں بلکہ غصب کی ہے یا میں نے بطور عاریت رکھی ہے یا اجرت پر دی ہے تو کس کی بات قبول کی جائے؟

مقروض کی بات قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی (فتح المعین)

و اللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ التَّفْلِيْسِ)

(إِذَا لَزِمَهُ دَيْن حَالّ فَطُوْلِبَ فَادَّعَى الْإِعْسَارَ فَإِنْ عُهِدَ لَهُ مَال حُبِسَ حَتّٰى يُقِيْمَ بَيِّنَةً عَلٰى إِعْسَارِهِ وَإِلَّا حَلَفَ وَخُلِّيَ سَبِيْلُهُ إِلٰى أَنْ يُوْسِرَ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَال وَامْتَنَعَ مِنَ الْوَفَاءِ بَاعَهُ الْحَاكِمُ وَوَفّٰى عَنْهُ فَإِنْ لَمْ يَفِ مَالُهُ بِدَيْنِهِ وَسَأَلَ هُوَ أَوْ غُرَمَاؤُهُ الْحَاكِمَ الْحَجْرَ حَجَرَ عَلَيْهِ فَإِذَا حَجَرَ لَمْ يَنْفُذْ تَصَرُّفُهُ فِي الْمَالِ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِ وَعَلٰى عِيَالِهِ مِنْهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ كَسْب ثُمَّ يَبِيْعُهُ الْحَاكِمُ وَيَحْتَاطُ وَيَقْسِمُهُ عَلٰى قَدْرِ دُيُوْنِهِمْ وَإِنْ كَانَ فِيْهِمْ مَنْ دَيْنُهُ مُؤَجَّل لَمْ يَقْضِ أَوْ مَنْ عِنْدَهُ بِدَيْنِهِ رَهْن خُصَّ مِنْ ثَمَنِهِ بِقَدْرِ دَيْنِهِ وَلَوْ وَجَدَ أَحَدُهُمْ عَيْنَ مَالِهِ الَّتِيْ بَاعَهَا لَهُ فَإِنْ شَاءَ ضَارَبَ مَعَ الْغُرَمَاءِ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ وَرَجَعَ فِيْهَا إِلَّا أَنْ يَمْنَعَ مَانِع مِنَ الرُّجُوْعِ فِيْهَا مِثْلُ أَنْ تُسْتَحَقَّ بِشُفْعَةٍ أَوْ رَهْنٍ أَوْ خُلِطَتْ بِأَجْوَدَ وَنَحْوَ ذٰلِكَ وَيُتْرَكُ لِلْمُفْلِسِ دَسْتُ ثَوْبٍ يَلِيْقُ بِهِ وَقُوْتُ عِيَالِهِ يَوْمَ الْقِسْمَةِ)

(باب التفلیس)

(مفلس کا بیان)

مفلس کی تعریف

لغت میں: کسی کے دیوالیہ ہونے کا حکم لگانے کو تفلیس کہتے ہیں۔

شرعاً: مفلس کے مال میں دوسرے کا دین متعلق ہونے کی بناء پر حاکم اسے تصرفات مالیہ سے روکے اسے شرعاً مفلس کہتے ہیں۔(تحقیق علی عمدہ ص۲۴۷)

دوسری تعریف: جس کے مال سے اس کا پورا قرض ادا نہ ہو [یعنی مال سے زائد قرض ہو] اسے شرع میں مفلس کہتے ہیں۔(ایضاً)

تیسری تعریف: عرف میں جس کے پاس مال نہ ہو اسے مفلس کہتے ہیں۔(ایضاً)

(جب کسی شخص پر فوری قرض لازم ہو) یعنی ایسا قرض ہو جس کی ادائیگی فوری ہو (اور) اس مقروض سے قرض کا (مطالبہ ہو اور مقروض تنگ دستی کا دعویٰ کرے) اور قرض خواہ اس کی تنگ دستی کے دعوے کا انکار کرے (تو) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: (اگر مقروض

کے پاس مال ہونے کا علم ہو تو اسے) یعنی مقروض کو (قید کیا جائے یہاں تک کہ مقروض اپنی تنگ دستی پر گواہ قائم کرے) اس لئے کہ اصل مال کا بقاء ہے (ورنہ) یعنی اگر مقروض کے پاس مال ہونے کا علم نہ ہو تو (وہ) مال نہ ہونے پر (قسم کھالے اور پھر) جب اس کی تنگ دستی گواہ یا قسم سے ثابت ہو جائے تو (اسے چھوڑ دیا جائے) قید نہ کیا جائے اور انتظار کیا جائے (یہاں تک کہ وہ مالدار ہو جائے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** (سورۂ بقرہ ۲۸۰)

(اگر مقروض کے پاس ایسی چیز ہو جس سے مال حاصل ہو سکتا ہو) جیسے جائداد اور جانور وغیرہ تو اس پر واجب ہے کہ اس مال کو بیچ کر اس سے قرض خواہ کا قرض ادا کرے بشرطیکہ قرض خواہ کا مطالبہ ہو اگر ایسا نہ کرے تو حاکم اس پر لازم کرے گا پھر بھی اگر مصر رہے (اور قرض ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم اس کے مال کو) یعنی وہ مال جو جائداد وغیرہ کی شکل میں ہے اس کو (بیچے اور) آئی ہوئی (اس رقم سے قرض ادا کرے اگر اس) آئی ہوئی (رقم سے قرض پورا ادا نہ ہو اور مفلس) یا اس کا وکیل حاکم سے حجر لگانے کا مطالبہ کرے تو حجر لگائے حضرت معاذ پر حجر ان کی طلب سے تھا (مغنی المتاج ج۲ ص۱۸۳) (یا مقروض کے غرماء) یا ان کے نائب (حاکم سے مقروض پر حجر لگانے کا مطالبہ کرے تو حاکم اس پر حجر لگائے پھر جب حاکم اس پر حجر لگائے تو مجور علیہ کا) یعنی جس پر حجر لگایا گیا اس کا (تصرف مال میں نافذ نہ ہو گا) آگے مصنف ؒ مجور علیہ وغیرہ کے نفقہ کا حکم بیان فرما رہے ہیں:

(اور حاکم مجور علیہ پر اور اس کے اہل وعیال پر) یعنی جن کا نفقہ مجور علیہ پر لازم ہوتا ہے ان پر (مجور علیہ مال سے خرچ کرے گا اگر اس کے لئے کوئی کمائی کا ذریعہ نہ ہو تو) اور اگر کمائی کا ذریعہ ہو تو اس کمائی سے ان پر خرچ کرے گا نہ کہ مجور علیہ مال سے (پھر حاکم) غرماء کا قرض پورا ادا نہ ہونے کی وجہ سے (مجور علیہ مال کو بیچے لیکن) جائداد وغیرہ کی قیمت میں زیادتی کا (انتظار کر کے اور) پھر بیچنے کے بعد، (آئی ہوئی رقم قرض خواہوں کے قرض کے

مطابق تقسیم کرے اور اگر قرض خواہوں میں کوئی قرض خواہ ایسا ہو جس کا قرض) فوری نہ ہو بلکہ (مؤخر ہو تو) آئی ہوئی رقم اپنے قبضہ میں رکھے اس کا قرض (ادا نہ کرے) یہاں تک کہ مقررہ وقت آجائے (اگر کسی قرض خواہ کے پاس قرض کے بدلہ میں رہن ہو تو رہن کی قیمت میں سے قرض کے بقدر حصہ کو مرتہن کے ساتھ خاص کر دے گا) یعنی رہن کو حاکم بیچے اور مرتہن کے دین کے بقدر مرتہن کو دے دے اس کے بعد بیچنے والے مال کو دوسرے قرض خواہوں میں تقسیم کرے (اگر قرض خواہوں میں سے کوئی محجور علیہ کو بیچے ہوئے عین مال کو پائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو غرماء کے ساتھ مال میں شریک ہو جائے اور اگر چاہے تو عقد بیع کو فسخ کر دے اور اپنا مال واپس لے لے) بشرطیکہ عوض حالی ہو یا مؤجل ہو اور ادائیگی کا وقت آگیا ہو، صحیحین کی حدیث کی وجہ سے جب کسی کو مفلس قرار دیا جائے اور قرض خواہ اپنے عین سامان کو پائے تو وہ اس کا اور قرض خواہوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے، مگر یہ کہ اس میں رجوع سے مانع ہو، مانع کی مثال ذکر کر رہے ہیں: (مثلاً وہ شئی مستحق بالشفعہ ہو) یعنی اس میں کسی کا حق شفعہ ثابت ہو (یا عین مستحق بالرھن ہو) یعنی عین کو رھن رکھا گیا ہو اس لئے کہ اس میں مرتہن کا حق ہے (یا اس کو عمدہ چیز کے ساتھ ملایا گیا ہو) جیسے حجازی گیہوں کو مصری گیہوں کے ساتھ ملایا گیا ہو تو رجوع ممتنع ہو گا (اور ان کے مانند) اور کوئی مانع ہو جیسے کہ مبیع غلام ہو اور اس نے کسی شخص پر جنایت کی ہو عمداً یا خطاً اس لئے کہ جنایت کا تعلق غلام کی رقبہ یعنی ذات سے ہوتا ہے (اور مفلس کے لئے اس کے مناسب لباس کے کپڑے) یعنی قمیص، سراویل، عمامہ وغیرہ (چھوڑ دئے جائیں گے اور اصول و فروع میں سے جن کی خوراک اس پر لازم ہوتی ہے تقسیم کے دن کی) چھوڑ دی جائے گی۔

حجر کی کتنی قسمیں ہیں؟

حجر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک قسم جس میں حجر خود محجور علیہ کی مصلحت کے لئے لگایا جائے اور یہ تین افراد ہیں (۱) بچہ پر حجر لگایا جائے گا چاہے مذکر ہو یا مؤنث اگرچہ ممیز ہو بلوغ یعنی بالغ ہونے تک اس کے بعد حجر کا حکم ختم ہو جائے گا (۲) پاگل پر حجر لگایا جائے گا جب تک پاگل رہے افاقہ ہونے کے بعد حجر کا حکم ختم ہو جائے گا (۳) بے وقوف پر حجر لگایا جائے گا جو اپنے مال کو فضول خرچ کرتا ہو، دوسری قسم جس میں حجر دوسرے کی مصلحت کے لئے لگایا جائے اس میں بھی تین افراد ہیں (۱) مفلس پر حجر لگایا جائے گا، آدمی کا قرض ہو تو اس پر حجر واجب ہے، اگر خود مختار ہو [یعنی تصرف کے لائق ہو] ورنہ اس کے ولی پر حجر لگایا جائے گا کہ اس مفلس کے مال میں تصرف نہ کرے، قرض خواہ قرض طلب کرے تو حجر ہو گا ورنہ نہیں (حاشیۂ اقناع ج۱ ص۲۷٦) قرض خواہ اپنے نائبوں کے ذریعہ بھی حجر لگوا سکتے ہیں جیسے اپنے اولیاء یعنی باپ وغیرہ،

دین کی ادائیگی فوری نہ ہو تو اس کی وجہ سے حجر نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی اس قرض کی وجہ سے حجر لگایا جائے گا [چاہے اس کی ادائیگی فوری ہو لیکن] جو مال مفلس کے برابر یا کم ہو اور نہ اللہ کے قرض کی وجہ سے حجر لگایا جائے گا چاہے فوری ہو جیسے زکوٰۃ وغیرہ باقی ہو ذمہ میں، (۲) مرض الموت کے مریض [یعنی ایسا مریض جس کا مرض موت سے متصل ہو] پر حجر لگایا جائے گا ثلث سے زائد مال میں ورثاء کا حق ہونے کی بنا پر، اس کا حق ثلث مال میں ہے، اس کے پورے مال میں حجر ہو گا مراد ثلث میں بھی اگر قرض پورے مال کا احاطہ کرتا ہو تو، (۳) اس غلام پر حجر لگایا جائے گا جس کو تجارت کی اجازت نہیں ہوتی آقا کا حق ہونے کی بنا پر، بچہ، پاگل اور بے وقوف کا تصرف کرنا اپنے مال میں صحیح نہیں ہے،

مفلس پر حجر لگانے کے بعد اس کا اپنے مال میں تصرف کرنا مال کو اپنے ذمہ ثابت کرتے ہوئے صحیح ہے مثلاً کوئی چیز خریدے قیمت کو اپنے ذمہ باقی رکھتے ہوئے، مفلس اعیان مال میں سے کسی چیز میں تصرف نہ کرے یعنی کسی چیز کو خریدنے وغیرہ کی وجہ سے پیسے فوراً نہ دے ورنہ قرض خواہ اپنا حق کیسے وصول کرے گا، مرض الموت کے مریض کا تصرف ثلث سے زائد مال میں موقوف رہے گا تمام ورثاء کی اجازت پر، موت کے بعد ورثاء کی اجازت کا اعتبار ہوگا نہ کہ پہلے، غلام کا تصرف اپنی ذات کے لئے صحیح نہیں (ألفاظ أبی شجاع مع اقناع ج۱ ص۲۷٦)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْحَجْرِ)

(لَایَجُوْزُ تَصَرُّفُ الصَّبِیِّ وَالْمَجْنُوْنِ فِیْ مَالِهِمَا وَیَتَصَرَّفُ لَهُمَا الْوَلِیُّ وَهُوَ الْأَبُ اَوِ الْجَدُّ اَبُو الْاَبِ عِنْدَ عَدَمِهٖ ثُمَّ الْوَصِیُّ ثُمَّ الْحَاکِمُ اَوْ اَمِیْنُهٗ وَیَتَصَرَّفُ لَهُمَا بِالْغِبْطَةِ فَاِنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ اَنْفَقَ عَلَیْهِ مَالَهٗ اَوْ تَلِفَ قَبْلُ اَوْ اَنَّهٗ دَفَعَهٗ اِلَیْهِ فَلَا فَاِذَا بَلَغَ اَوْ اَفَاقَ رَشِیْداً بِاَنْ بَلَغَ مُصْلِحاً لِدِیْنِهٖ وَمَالِهٖ انْفَکَّ الْحَجْرُ وَلَایُسَلَّمُ اِلَیْهِ الْمَالُ اِلَّا بِالْاِخْتِبَارِ فِیْمَا یَلِیْقُ بِهٖ قَبْلَ الْبُلُوْغِ وَاِنْ بَلَغَ اَوْ اَفَاقَ مُفْسِداً لِدِیْنِهٖ اَوْ مَالِهٖ اسْتُدِیْمَ الْحَجْرُ عَلَیْهِ وَلَایَجُوْزُ تَصَرُّفُهٗ فِی الْمَالِ بِبَیْعٍ وَغَیْرِهٖ سَوَاءٌ اَذِنَ الْوَلِیُّ اَمْ لَا فَاِنْ اَذِنَ لَهٗ فِی النِّکَاحِ صَحَّ فَاِنْ بَلَغَ رَشِیْداً ثُمَّ بَذَّرَ حَجَرَ عَلَیْهِ الْحَاکِمُ لَا الْوَلِیُّ وَاِنْ فَسَقَ لَمْ یُعَدْ عَلَیْهِ الْحَجْرُ وَالْبُلُوْغُ بِالْاِحْتِلَامِ اَوْ بِاسْتِکْمَالِ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً اَوْ بِالْحَیْضِ وَالْحَبَلِ فِی الْجَارِیَةِ)

(باب الحجر)

(حجر کا بیان)

حجر کی تعریف

لغت میں: حجر روکنے کو کہتے ہیں،

شرعا: تصرفاتِ مالیہ سے روکنے کو کہتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ قِیٰماً (سورۂ نساء،۵)

اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مایۂ زندگانی بنایا ہے (ترجمۂ قرآن)

آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ پر قرض ہونے کی وجہ سے حجر عائد فرمایا اور ان کے مال کو فروخت کر دیا [تاکہ قرض ادا ہو]

(بچہ اور پاگل کا تصرف ان کے مال میں جائز نہیں ہے) تاکہ مال ضائع ہونے سے محفوظ رہے (اور ان کے لئے ولی تصرف کرے گا اور وہ) یعنی ولی (باپ) ہے (یا باپ کی غیر موجودگی میں باپ کے باپ) یعنی (دادا) ولی ہے (پھر) باپ اور دادا کے بعد (وصی)

یعنی وہ شخص ولی بنے گا جس کے متعلق باپ یا دادا نے وصیت کی ہو (پھر) وصی کے بعد (حاکم) ولی بنے گا (یا حاکم کا امین) یعنی امانت دار شخص ولی بنے گا، اس میں "أو" اختیاری ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ ہے (اور ولی ان دونوں) یعنی بچہ اور پاگل (کے لئے منفعت کے اعتبار سے تصرف کرے گا اگر ولی دعویٰ کرے کہ میں نے اس کا) یعنی بچہ اور پاگل کا (مال اسی کے اوپر) یعنی بچہ اور پاگل کے اوپر ہی (خرچ کیا) تو یہ دعویٰ قبول کیا جائے گا (یا) ولی دعویٰ کرے کہ اس کا مال (ضائع ہو گیا) آسمانی آفت سے (تو) مذکورہ دعویٰ قسم کے بغیر (قبول کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ امین ہے (یا) اولیاء میں سے کوئی (یہ) دعویٰ کرے (کہ) بچہ یا پاگل کا (مال اس کو) یعنی بچہ یا پاگل کو (دے دیا تو) ولی کا یہ دعویٰ گواہ کے بغیر (قبول نہیں کیا جائے گا جب بچہ بالغ ہو یا پاگل کو افاقہ ہو درانحالیکہ وہ) دونوں میں سے ہر ایک (رشید ہو) آگے مصنفؒ رشید [سمجھدار ہونے] کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں: (اس طرح کہ بچہ بالغ ہونے کی حالت میں اپنے دین) کو جاننے والا ہو (اور مال کی مصلحت کو جاننے والا ہو) وہ یہ کہ واجبات کو ادا کرتا ہو اور حرام کردہ چیزوں سے بچتا ہو (تو حجر) کا حکم خود بخود (اٹھ جائے گا) قاضی کے اٹھانے پر موقوف نہیں رہے گا، اسی طرح پاگل اگر افاقہ ہونے کی حالت میں اپنے دین اور مال کی مصلحت کو جاننے والا ہو وہ یہ کہ واجبات کو ادا کرتا ہو اور حرام کردہ چیزوں سے بچتا ہو اور مال کو فضول خرچی سے ضائع نہ کرتا ہو تو اس پر سے بھی حجر کا حکم خود بخود اٹھ جائے گا، بالغ ہونے اور افاقہ ہونے کی حالت میں ہی اگر رشید ہو تو اس رشد کا اعتبار ہو گا [ورنہ یعنی بالغ ہونے اور افاقہ ہونے سے پہلے کے رشد کا اعتبار نہ ہو گا] (اور مال اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا بالغ ہونے سے پہلے مگر آزمانے کے لئے ان چیزوں میں جو اس کے مناسب و لائق ہوں، اور اگر بچہ بالغ ہو یا پاگل کو افاقہ ہو درانحالیکہ وہ) دونوں میں سے ہر ایک (اپنے

دین) کے اعتبار سے مفسد ہو اس طرح کہ زنا کرنے یا شراب پینے کا عادی ہو یا گناہ صغیرہ پر مصر ہو جیسے اجنبیہ کو دیکھنا، [وغیرہ] (یا مال کے اعتبار سے مفسد ہو) اس طرح کہ مال فضول صرف کرتا ہو (تو اس پر حجر) کا حکم (باقی رہے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (سورۂ نساء، ٦) پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالہ کر دو ان کے مال ان کا (ترجمۂ قرآن) اس کا مفہوم مخالف یہ نکلا: کہ اگر ان میں ہوشیاری [رشد] نہ دیکھو تو مال حوالہ نہ کرو، یہ مفہوم مخالف: مذکورہ بالا مسئلہ وہ یہ ہے کہ: "اس پر حجر کا حکم باقی رہے گا" اس کی دلیل ہے (اور اس کا) یعنی بچہ یا پاگل کا (تصرف مال میں بیع) کے اعتبار سے (اور اس کے علاوہ) دوسرے تصرفات مالیہ (کے اعتبار سے صحیح نہ ہو گا چاہے ولی نے) اس کی (اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اگر ولی اس کو) یعنی بچہ یا پاگل کو (نکاح کی اجازت دے تو صحیح ہو گا) اس لئے کہ اس سے مال کا قصد نہیں ہوتا (اگر بچہ بالغ ہو جائے درانحالیکہ وہ رشید ہو پھر) رشید ہونے کے بعد مال (فضول صرف کرتا ہو تو) صرف (حاکم اس پر حجر لگائے گا) حاکم کے علاوہ دوسرا کوئی حجر نہیں لگائے گا جیسا کہ آگے مصنفؒ نے فرمایا ہے: (نہ کہ ولی) مطلب یہ ہیکہ ولی حجر نہیں لگائے گا بلکہ صرف حاکم ہی لگائے گا، اور اس صورت میں جب وہ دوبارہ رشید بن جائے تو خود بخود حجر کا حکم نہیں اٹھے گا بلکہ اصح قول کے مطابق حاکم کے اٹھانے سے اٹھے گا (اور اگر) بحالت رشید بالغ ہونے کے بعد (فاسق ہو جائے تو) اس کی وجہ سے (اس پر) یعنی بچہ یا پاگل پر (حجر) کا حکم (عائد نہیں کیا جائے گا) برخلاف مبذر کے مطلب یہ ہیکہ جس طرح بحالت رشید بالغ ہونے کے بعد اگر وہ مبذر یعنی مال کو فضول صرف کرتا ہو تو اس پر حجر کا حکم عائد کیا جائے گا اسی طرح بحالت رشید بالغ ہونے کے بعد اگر وہ فاسق ہو تو اس پر حجر کا حکم عائد نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ مبذر ہونے سے مال کا ضائع ہونا متحقق ہو جاتا ہے برخلاف فسق کے [چونکہ اس میں مال کا ضائع ہونا متحقق

نہیں ہے] آگے مصنفؒ بلوغ کی علامتیں بیان فرمارہے ہیں: (اور بالغ) شمار (ہوتا ہے) چاہے مذکر ہو یا مؤنث (منی نکلنے سے) چاہے بحالتِ نیند منی کا خروج ہو یا بحالتِ جماع یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور وقت میں منی کا خروج ہو بالغ شمار ہو گا کیونکہ مدار خروجِ منی پر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ (سورۂ نور ۵۹) اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے [جن کا حکم اوپر آیا ہے] حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں (ترجمۂ قرآن) حلم یعنی: احتلام، لغت میں: نائم جو دیکھے اسے احتلام کہتے ہیں، اور اس سے مراد یہاں خروج منی ہے چاہے خروج نیند میں ہو یا بحالت جماع یا کسی اور وقت میں خروج ہو (یا) بالغ شمار ہوتا ہے قمری اعتبار سے (پندرہ سال مکمل ہونے سے) ابن عمرؓ کی حدیث کی وجہ سے کہ مجھے احد کے دن نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا میری عمر چودہ سال تھی مجھے نبی کریم ﷺ نے شریک نہ ہونے دیا اور بالغ نہیں سمجھا اور خندق کے دن پیش کیا گیا جب میری عمر پندرہ سال تھی تو مجھے شریک کیا اور بالغ سمجھا (یا بالغہ شمار ہو گی حیض سے اور حاملہ ہونے سے)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْحَوَالَةِ)

(يُشْتَرَطُ فِيهَا رِضَا الْمُحِيلِ وَقَبُوْلُ الْمُحْتَالِ دُوْنَ رِضَا الْمُحَالِ عَلَيْهِ وَلَاتَصِحُّ عَلٰى مَنْ لَادَيْنَ عَلَيْهِ وَتَصِحُّ بِدَيْنٍ لَازِمٍ عَلٰى دَيْنٍ لَازِمٍ بِشَرْطِ الْعِلْمِ بِمَايُحَالُ بِهِ وَعَلَيْهِ وَتَسَاوِيْهِمَا جِنْساً وَقَدْراً وَصِحَّةً وَتَكْسِيْراً وَحُلُوْلاً وَاَجلاً وَيَبْرَأُ بِهَا الْمُحِيْلُ مِنْ دَيْنِ الْمُحْتَالِ وَالْمُحَالُ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنِ الْمُحِيْلِ وَيَتَحَوَّلُ حَقُّ الْمُحْتَالِ اِلٰى ذِمَّةِ الْمُحَالِ عَلَيْهِ فَاِنْ تَعَذَّرَ عَلَى الْمُحْتَالِ اَخذُهُ مِنَ الْمُحَالِ عَلَيْهِ لِفَلَسِ الْمُحَالِ عَلَيْهِ اَوْ جَحْدِهِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ لَمْ يَرْجِعْ اِلَى الْمُحِيْلِ)

(باب الحوالة)

(حوالہ کا بیان)

حوالہ کی تعریف

لغت میں: حوالہ تحول وانتقال کو کہتے ہیں،

شرع میں: وہ عقد جو دین کو ایک کے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کرنے کا تقاضا کرتا ہے اسے حوالہ کہتے ہیں،

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص مالدار کا حوالہ دے تو اسے چاہئے کہ حوالہ کو قبول کرے،

(حوالہ) کے صحیح ہونے (میں شرط ہے محیل کا راضی ہونا اور محتال کا قبول کرنا، محال علیہ کا راضی ہونا) شرط (نہیں ہے، اس شخص کا حوالہ دینا صحیح نہیں جس کے ذمہ قرض نہ ہو) یعنی زید عمرو کا حوالہ اسی وقت دے سکتا ہے جب عمرو پر زید کا قرض ہو، عمرو پر قرض نہ ہو تو حوالہ نہیں دے سکتا،

(اور) محتال کے (لازمی دین کا حوالہ صحیح ہوگا اس دین پر جو محیل کا محال علیہ پر لازم ہو بشرطیکہ اس چیز کا علم ہو جس کا حوالہ دیا جارہا ہے اور جس پر) یعنی جس پر حوالہ دیا جارہا ہے اس کا بھی علم ہونا شرط ہے (اور دونوں قرض کے برابر ہونے کا) علم ہونا شرط ہے،

(جنس) کے اعتبار سے جیسے سونا ہے یا چاندی اور (مقدار) کے اعتبار سے جیسے دس ہے یا پانچ وغیرہ اور (صحت) کے اعتبار سے، صحت یعنی کامل، غیر ٹوٹا ہوا، اور (تکسیر) کے اعتبار سے (تکسیر) یعنی ٹوٹا ہوا، اور (حلول) کے اعتبار سے حلول، یعنی فوری (اور اجل کے اعتبار سے) یعنی تاخیری اعتبار سے ادا کرنے کی جو مدت ہو اس مدت کا بھی علم ہونا شرط ہے، اگر ان کو نہ جانے تو حوالہ صحیح نہ ہو گا،

مثال ملاحظہ فرمائیں جس سے ہر ایک اصطلاحی لفظ کی تعریف کا علم ہو گا، مثلاً عبد اللہ کا قرض زید پر ہے، زید عبد اللہ سے کہے کہ میرا قرض عمر پر ہے تم عمر سے لے لو، اس میں عبد اللہ "محتال" زید "محیل" "عمر" محال علیہ "عبد اللہ کا قرض جو زید پر ہے یہ دین للمحتال علی المحیل اور زید کا جو عمر پر ہے وہ دین للمحیل علی المحال علیہ ہے،

(اور حوالہ دینے سے محیل محتال کے دین سے بری ہو گا اور محال علیہ محیل کے دین سے) بری ہو گا، اوپر کی مثال سے سمجھ کہ اس مثال میں زید نے عبد اللہ کو عمر کا جو حوالہ دیا اس حوالہ سے زید [محیل] عبد اللہ [محتال] کے قرض سے بری ہوا اور عمر [محال علیہ] زید [محیل] کے قرض سے بری ہوا (اور) حوالہ دینے سے (محتال کا حق) یعنی عبد اللہ کا قرض جو زید پر ہے وہ (محال علیہ) یعنی عمر (کے ذمہ میں منتقل ہو جاتا ہے اگر محتال پر محال علیہ سے دین کو لینا دشوار ہو محال علیہ کے تنگ دست ہونے) کی بنا پر (یا انکار کرنے کی بنا پر یا ان کے علاوہ کسی اور سبب کی بنا پر محال علیہ سے دین کو لینا دشوار ہو جیسے محال علیہ کی موت واقع ہو (تو محتال محیل کی طرف رجوع نہ کرے گا) اوپر کی مثال سے سمجھ لیجئے کہ زید نے عبد اللہ کو عمر کا جو حوالہ دیا اس حوالہ سے عبد اللہ محتال کا حق جو زید پر تھا وہ عمر محال علیہ کے ذمہ میں منتقل ہو گیا، اب اگر عبد اللہ محتال کے لئے عمر محال علیہ سے دین کو لینا مذکورہ وجوہات کی بنا پر دشوار ہو تو بھی عبد اللہ محتال اپنا حق لینے کے لئے زید محیل کی طرف رجوع نہ ہو گا،

اس لئے کہ زید محیل کے حوالہ دینے سے اور عبد اللہ محتال کے قبول کرنے سے زید محیل عبد اللہ محتال کے قرض سے بری ہو گیا، اور اگر عبد اللہ محتال شرط لگائے کہ عمر محال علیہ سے قرض ملنا دشوار ہو تو میں تجھ [یعنی محیل] سے مطالبہ کروں گا تو حوالہ صحیح نہ ہو گا [شرط لگانے کی وجہ سے] (اقناع ج۱ ص۲۸۷)

حوالہ کے معاملہ میں خیارِ شرط اور خیار مجلس کا ثبوت ہے یا نہیں

ولا یثبت فی عقدھا خیار شرط- ولا خیار مجلس فی الاصح (اقناع ج۱ ص۲۸۷)

حوالہ کے عقد [معاملہ] میں خیار شرط کا ثبوت نہیں ہے اور نہ خیار مجلس کا ثبوت ہے اصح قول کے مطابق، خیار شرط کا ثبوت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حوالہ قبول کرنا ہے یا نہیں اسی وقت کہہ دے اور خیار مجلس کا مطلب یہ ہے کہ حوالہ ہو جانے کے بعد فسخ نہیں کر سکتا جیسے بیع کو فسخ کر دیتا ہے،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الضَّمَانِ)

(يَصِحُّ ضَمَانُ مَنْ يَصِحُّ تَصَرُّفُهُ فِيْ مَالِهِ فَلاَ يَصِحُّ مِنْ صَبِيٍّ وَ مَجْنُوْنٍ وَ سَفِيْهٍ وَ عَبْدٍ لَمْ يَأْذَنْ لَهُ سَيِّدُهُ وَ يَصِحُّ مِنْ مَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ بِفَلَسٍ وَ مِنْ عَبْدٍ اَذِنَ لَهُ سَيِّدُهُ وَ يَشْتَرِطُ مَعْرِفَةُ الْمَضْمُوْنِ لَهُ وَ لاَ يُشْتَرَطُ رِضَاهُ وَ لاَ رِضَا الْمَضْمُوْنِ عَنْهُ وَ لاَ مَعْرِفَتُهُ وَ يُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَضْمُوْنُ دَيْناً ثَابِتاً مَعْلُوْماً وَ اَنْ يَأْتِيَ بِلَفْظٍ يَقْتَضِي الْاِلْتِزَامَ كَضَمِنْتُ دَيْنَكَ اَوْ تَحَمَّلْتُهُ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ وَ لاَ يَجُوْزُ تَعْلِيْقُهُ عَلٰى شَرْطٍ مِثْلُ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَقَدْ ضَمِنْتُ وَ يَصِحُّ ضَمَانُ الدَّرَكِ بَعْدَ قَبْضِ الثَّمَنِ وَ هُوَ اَنْ يَضْمَنَ لِلْمُشْتَرِي الثَّمَنَ اِذَا خَرَجَ الْمَبِيْعُ مُسْتَحَقًّا اَوْ مَعِيْباً وَ لِلْمَضْمُوْنِ لَهُ مُطَالَبَةُ الضَّامِنِ وَ الْمَضْمُوْنِ عَنْهُ فَاِنْ ضَمِنَ عَنِ الضَّامِنِ ضَامِنٌ آخَرُ طَالَبَ الْكُلَّ وَ اِنْ طَالَبَ الضَّامِنَ فَلِلضَّامِنِ مُطَالَبَةُ الْاَصِيْلِ بِتَخْلِيْصِهِ اِنْ ضَمِنَ بِاِذْنِهِ فَاِنْ اَبْرَاَ الْاَصِيْلَ بَرِئَ الضَّامِنُ وَ اِنْ اَبْرَاَ الضَّامِنَ لَمْ يَبْرَاِ الْاَصِيْلُ وَ اِنْ قَضَى الضَّامِنُ الدَّيْنَ رَجَعَ بِهِ عَلَى الْاَصِيْلِ اِنْ كَانَ ضَمِنَ بِاِذْنِهِ وَ اِلاَّ فَلاَ سَوَاءٌ قَضَاهُ بِاِذْنِهِ اَمْ لاَ وَ لاَ يَصِحُّ ضَمَانُ الْاَعْيَانِ كَالْمَغْصُوْبِ وَ الْعَوَارِيْ)

(باب الضمان)

(ضمانت کا بیان)

ضمانت کی تعریف

لغت میں: ضمانت اپنے ذمہ لازم کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً: دوسرے کے ذمہ ثابت حق کو اپنے ذمہ لازم کرنے کو ضمانت کہتے ہیں۔

یا[یہ تعریف کا دوسرا جزء ہے] جس چیز کی ضمانت لی گئی ہے اسے حاضر کرنے کو ضمانت کہتے ہیں[مثلاً کتاب وغیرہ]

یا[یہ تعریف کا تیسرا جزء ہے] جس آدمی کا حاضر ہونا لازم ہو اسے حاضر کرنے کی ذمہ داری لینے کو ضمانت کہتے ہیں[جیسے کورٹ وغیرہ میں ہوتا ہے]

حدیث: آپ ﷺ نے ایک شخص کی طرف سے دس دینار کی ذمہ داری لی،

(اس شخص کا ضامن بننا صحیح ہو گا جس کا تصرف اس کے مال میں صحیح ہو) یعنی یہ کہ ضامن اہل تبرع میں سے ہو [یعنی کسی کو ہدیہ وغیرہ کر سکتا ہو] یہ ضامن بننے کی شرط ہے،

آگے مصنفؒ اس شرط کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں: (بچہ) کا اور (پاگل) کا ضامن بننا صحیح نہیں اس لئے کہ ان میں تبرع کی اہلیت نہیں ہے اور (سفیہ) کا ضامن بننا صحیح نہیں جس پر حجر لگایا گیا ہو اس لئے کہ یہ اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا اور جس کا تصرف اپنے مال میں صحیح ہو اس کا ضامن بننا صحیح ہے (اور) اس (غلام کا) ضامن بننا (صحیح نہیں جس کو اس کے آقا نے) ضامن بننے کی (اجازت نہ دی ہو) اس لئے کہ غلام میں تبرع کی اہلیت نہیں ہے (اور جس پر تنگ دستی کی وجہ سے حجر لگایا گیا ہو اس کا) ضامن بننا صحیح ہے (اور) اس (غلام کا) ضامن بننا (صحیح ہے جس کو اس کے آقا نے اجازت دی ہو اور) ضمانت صحیح ہونے کے لئے (شرط ہے مضمون لہ کو پہچاننا مضمون لہ کی رضامندی شرط نہیں ہے) اس لئے کہ ضامن بننا محض التزام ہے (اور مضمون عنہ کی رضامندی) شرط (نہیں ہے) اس لئے کہ جب دوسرے کے دین کو اس کی اجازت کے بغیر ادا کرنا جائز ہے تو ادا کرنے کی ذمہ داری لینا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے (اور) جس طرح مضمون عنہ کی رضامندی شرط نہیں ہے اسی طرح (مضمون عنہ کو پہچاننا) بھی شرط (نہیں ہے اور شرط یہ ہے کہ ضمانت میں لی ہوئی چیز دین) ہو اور وہ دین (ثابت) یعنی لازم ہو اور (معلوم ہو اور) شرط ہے (یہ کہ ضامن ایسے لفظ کو استعمال کرے جو) لفظ (التزام کا تقاضا کرتا ہو) مطلب یہ ہے کہ ضامن ایسا صریح یا کنایہ لفظ استعمال کرے جس سے اپنے ذمہ لازم کرنا معلوم ہو، ضمانت سے متعلق ضامن کی تحریر قبول ہو گی بشرطیکہ تحریر سے ضمانت کی نیت ہو اور التزام کا علم ہو، اور گونگے کا مفہم اشارہ بھی ضمانت کے لئے قبول ہو گا (جیسے) ضامن کہے (میں تیرے) اس (دین کا ضامن بنا) جو فلاں پر ہے (یا) ضامن کہے (میں نے) تیرے (اس) دین (کی

ذمہ داری اٹھالی) جو فلاں پر ہے (اور ان کے مانند) ضامن کوئی لفظ استعمال کرے جیسے کہے: میں نے تیرے اس دین کو جو فلاں پر ہے اپنے ذمہ لازم کیا تو اس طرح الفاظ استعمال کرنے سے ضامن بننا صحیح ہو گا، اور یہ سب الفاظ صریح ہیں اس لئے کہ ان الفاظ میں مال کا ذکر ہے، ایک مثال ذکر کر رہا ہوں جس سے ہر ایک اصطلاحی لفظ جیسے ضامن وغیرہ کی تعریف کا علم ہو گا مثلاً زید نے بکر کے پاس سے ہزار روپے لئے تھے، اب عبد اللہ نے ہزار روپے کی ضمانت لی کہ زید کی طرف سے یہ دے گا، اس مثال میں عبد اللہ "ضامن"، بکر "مضمون لہ" زید "مضمون عنہ" جس چیز کی ضمانت لی گئی وہ "مضمون بہ" اور اس معاملہ سے متعلق جو بات چیت ہوئی وہ صیغہ ہے (اور ضمانت کو معلق کرنا کسی شرط پر جائز نہیں ہے مثلاً) کہے (جب رمضان آئے تو میں ضامن بنوں گا اور ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ضمان درک صحیح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کے لئے قیمت کا ضامن بنے اگر مبیع میں کوئی) دوسرا (مستحق نکل آئے یا) مبیع (عیب دار) نکل آئے، اور بائع کے لئے مبیع کا ضامن بنے اگر قیمت میں دوسرا مستحق نکل آئے، مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید نے بکر کو مبیع کی قیمت ادا کی تو عمر زید سے [جو مشتری ہے] کہے میں تیرے لئے بکر کی طرف سے [جو بائع ہے] ضامن بنتا ہوں کہ مبیع میں کسی اور کا حق ثابت ہو یا مبیع میں عیب ہو تو بکر (جو بائع ہے) تیری قیمت ادا کرے گا ورنہ میں ادا کروں گا،

اسی طرح عبد اللہ بائع نے مبیع دیدی تو خالد عبد اللہ سے (جو بائع ہے) کہے کہ میں تیرے لئے عمرو کی طرف سے (جو مشتری ہے) ضامن بنتا ہوں کہ عمرو جو قیمت ادا کرے گا اگر اس میں کسی اور کا حق ثابت ہوا تو عمرو تیری قیمت ادا کرے گا ورنہ میں ادا کروں گا،

(اور مضمون لہ کے لئے جائز ہے ضامن اور مضمون عنہ) دونوں (سے) قرض کا (مطالبہ کرنا) وہ اس طرح کہ یا تو دونوں سے پورے قرض کا مطالبہ کرے یا دونوں میں سے کسی ایک سے کرے یا ایک سے بعض کا اور دوسرے سے باقی قرض کا مطالبہ کرے، یہ سب صورتیں جائز ہیں،

(اگر ضامن کی طرف سے دوسرا ضامن ضمانت لے) اس طرح کہ دوسرا ضامن کہے میں مضمون عنہ کا اس ضامن کی طرف سے ضامن بنتا ہوں (تو مضمون لہ کا دونوں ضامن اور اصیل سے مطالبہ جائز ہے) وہ اس طرح کہ یا تو تینوں سے پورے قرض کا مطالبہ کرے یا تینوں میں سے کسی ایک سے کرے یا ایک سے بعض کا اور دوسروں سے باقی قرض کا مطالبہ کرے (اور اگر صاحبِ دین) یعنی مضمون لہ (ضامن سے مطالبہ کرے تو ضامن کے لئے جائز ہے مقروض) یعنی مضمون عنہ (سے اپنی تخلیص کا مطالبہ کرنا اگر مضمون عنہ کی اجازت سے ضامن بنا ہو تو)

(اگر دین کا مستحق) یعنی مضمون لہ (مقروض) یعنی مضمون عنہ (کو بری کرے تو ضامن) ضمانت سے (بری ہو گا اور اگر دین کا مستحق) یعنی مضمون لہ (ضامن کو) ضمانت سے (بری کرے تو مقروض) یعنی مضمون عنہ قرض سے (بری نہ ہو گا) بلکہ مضمون لہ کے لئے مقروض سے اپنا قرض طلب کرنے کا حق باقی رہے گا، اس لئے کہ وثیقہ کے اسقاط سے دین کا اسقاط لازم نہیں آتا،

(اور اگر ضامن قرض ادا کر دے تو ادا کرنے کی وجہ سے ضامن مقروض) یعنی مضمون عنہ (پر رجوع کرے گا) اور ادا کردہ قرض کا مطالبہ کرے گا (اگر مضمون عنہ کی اجازت سے ضامن بنا ہو تو ورنہ) یعنی مضمون عنہ کی اجازت کے بغیر ضامن بنا ہو تو رجوع (نہیں کرے گا) اس لئے کہ مضمون عنہ کی اجازت کے بغیر ضامن بن کر مضمون لہ کا قرض ادا کرنا بطورِ تبرع [احسان] ہوا لہذا رجوع نہیں کر سکتا (چاہے ضامن نے قرض مضمون عنہ کی اجازت سے ادا کیا ہو یا اجازت کے بغیر) ادا کیا ہو، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا،

(چیزوں کا ضامن بنا صحیح نہیں جیسے غصب کی ہوئی) چیز کو اس کے مالک تک پہنچانے کا ضامن بنا صحیح نہیں (اور عاریت پر لی ہوئی چیز) کو واپس لوٹانے کا ضامن بنا صحیح نہیں، اس

لئے کہ جس چیز کی ضمانت لی جائے اس کا دین ہونا ضروری ہے [اور یہ اعیان ہے دین نہیں ہے] اس مسئلہ سے ضمان درک کا مسئلہ [جو ماقبل میں مذکور ہے] مستثنیٰ ہے، عاریت اور غصب سے متعلق مسائل آگے مذکور ہیں۔

(وَتَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِبَدَنِ مَنْ عَلَيْهِ مَال اَوْ عُقُوْبَة لِآدَمِيٍّ كَالْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ بِإِذْنِ الْمَكْفُوْلِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ حَدّ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَا تَصِحُّ ثُمَّ إِذَا صَحَّتِ الْكَفَالَةُ فَاَطْلَقَ طُوْلِبَ بِهِ فِي الْحَالِ وَإِنْ شَرَطَ اَجَلاً طُوْلِبَ بِهِ عِنْدَ الْاَجَلِ وَإِنِ انْقَطَعَ خَبَرُهُ لَمْ يُطَالَبْ بِهِ حَتّٰى يَعْرِفَ مَكَانَهُ وَيُمْهَلُ مُدَّةَ الذَّهَابِ وَالْعَوْدِ فَإِنْ لَمْ يُحْضِرْهُ حُبِسَ وَلَا تَلْزَمُهُ غَرَامَةُ مَا عَلَيْهِ وَإِنْ مَاتَ الْمَكْفُوْلُ سَقَطَتِ الْكَفَالَةُ لٰكِنْ إِنْ طُوْلِبَ بِإِحْضَارِهِ قَبْلَ الدَّفْنِ لِيَشْهَدَ عَلٰى عَيْنِهِ وَاَمْكَنَهُ ذٰلِكَ لَزِمَهُ)

(اور اس مکفول کی طرف سے بدنی کفیل بنا صحیح ہے جس کی اجازت ہو اور اس کے ذمہ) اللہ تعالیٰ کا حق جیسے زکوۃ اور کفارہ کا (مال ہو) یا آدمی کا مال جیسے ودیعت ہو اور اس کو دینے سے انکار کرے تو اس کی طرف سے بدنی کفیل بنا یعنی مکفول کو حاضر کرنے کی ذمہ داری لینا صحیح ہے (یا آدمی کی عقوبت جیسے قصاص اور حد قذف) ہو مطلب یہ ہیکہ جس آدمی کے ذمہ میں قصاص اور زنا کی تہمت لگانے کی حد ہو تو اس کی طرف سے بدنی کفیل بنا صحیح ہے، مکفول کا نائب اگر اجازت دے کفیل بننے کی تو بھی صحیح ہے،

(اور اگر کسی آدمی پر اللہ تعالیٰ کی حد ہو تو) اس کی طرف سے کفیل بنا (صحیح نہیں ہے) جیسے کسی آدمی کے شراب پینے اور زنا وغیرہ کرنے کی بنا پر اس پر حد لاگو ہو گئی ہو تو اس کی طرف سے کفیل بنا صحیح نہیں ہے (پھر جب کفالت صحیح ہو اور عقد کو مطلق رکھے) مطلب یہ ہیکہ کفیل ارکان وشرائط کے ساتھ کفیل بنے لیکن مکفول کو حاضر کرنے کی مدت بیان نہ کرے بلکہ مطلق رکھے (تو کفیل سے مکفول کو مکفول لہ کے پاس فوراً حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا) اس لئے کہ ہر وہ عقد جو حال اور مؤجل دونوں اعتبار سے صحیح ہوتا ہے اس کو اگر مطلق

رکھے تو وہ حالی ہوتا ہے (اور اگر کفیل نے تاخیر کی شرط لگائی ہو تو کفیل سے مکفول کو مقررہ وقت آنے پر) حاضر کرنے کا (مطالبہ کیا جائے گا)

مالی ضمانت کے ارکان

مالی ضمانت یعنی مال کے اعتبار سے ضمانت لینے کے ارکان یہ ہیں (۱) ضامن (۲) مضمون لہ (۳) مضمون عنہ (۴) مضمون بہ (۵) صیغہ (اقناع) اس میں مضمون بہ کے سوا جو ارکان ہیں وہی ارکان کفالۃ البدن کے بھی ہیں (حاشیۂ اقناع)

کفالۃ البدن کی شرطیں

(۱) کفیل بننے کے لئے مکفول کو جاننا (۲) مکفول لہ کو جاننا (۳) مکفول کا متعین ہونا (۴) کفیل بننے سے مکفول راضی ہو [یعنی مکفول کی اجازت ہو] اگر بچہ یا پاگل ہو تو ان کے ولی کی اجازت ہو (حاشیۂ اقناع) مثال ملاحظہ فرمائیں جس سے ہر ایک اصطلاحی لفظ کی تعریف کا علم ہو گا: مثلاً زید نے بکر کو مارا اور بکر نے مقدمہ دائر کیا تو عبد اللہ نے زید کی کفالت لی [یعنی ضامن بنا] اس مثال میں عبد اللہ کفیل [کفالت لینے والا] زید مکفول [جس کی طرف سے کفالت لی گئی] بکر مکفول لہ [جس کے لئے کفالت لی گئی]

(اور اگر مکفول کی خبر منقطع ہو) یعنی مکفول کہاں چلا گیا پتہ نہ ہو (تو کفیل سے مکفول کو مکفول لہ کے پاس حاضر کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ کفیل کو مکفول کی اس جگہ کا علم ہو جائے جس میں وہ ساکن ہے) مطلب یہ ہیکہ مکفول کا پتہ ہی نہ ہو تو کفیل سے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ احضار ممکن نہیں لیکن جب کفیل کو مکفول کا ٹھکانہ معلوم ہو (تو کفیل کو) اس جگہ تک (جانے) کی (اور) اس جگہ سے واپس (لوٹنے کی مدت چھوڑ دی جائے گی) تا کہ مکفول کو حاضر کرے (اگر) آنے جانے کی مدت چھوڑ دینے کے باوجود (کفیل مکفول کو حاضر نہ کرے تو کفیل کو قید کیا جائے گا) یہاں تک کہ مکفول کو حاضر کرے اس لئے کہ اس

صورت میں کفیل مکفول کو حاضر کرنے پر قادر ہے (اور جو قرض مکفول کے ذمہ ہو وہ کفیل پر لازم نہیں ہو گا) مطلب یہ ہیکہ مکفول کے ذمہ [مثلاً] ودیعت ہو تو اس کو مالک تک پہنچانا کفیل پر لازم نہیں ہے (اور اگر مکفول مر جائے تو کفالت ساقط ہو گی) یعنی کفیل سے کفالت کی ذمہ داری ساقط ہو گی یعنی کفالت کا معاملہ ختم ہو جائے گا اس لئے کہ احضار [یعنی مکفول کو حاضر کرنے] کا تعلق حیات سے تھا (لیکن اگر مکفول کی لاش کو حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جائے دفن سے پہلے تا کہ) شاہد (مکفول کی ذات پر گواہی دے اور کفیل پر مکفول کی لاش کو حاضر کرنا ممکن ہو تو کفیل پر لازم ہو گا) حاضر کرنا، اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً: زید کے عمرو پر سو دینار ہوں اور اس پر گواہ بھی ہوں لیکن گواہ عمرو کے نام ونسب کو نہ جانتے ہوں بلکہ صرف صورت پہچانتے ہوں اور بکر عمرو کو حاضر کرانے کی کفالت لے لیکن حاضر کرانے سے پہلے ہی عمرو کا انتقال ہو جائے تو اب صاحب حق یعنی زید کے لئے جائز ہو گا اگر ممکن ہو تو کہ کفیل پر لازم قرار دے کہ قاضی کے پاس مکفول کی لاش کو حاضر کرے تا کہ گواہی دینے والے مکفول کی صورت پر گواہی دیں اور صاحب حق کا حق ثابت ہو اور مکفول کے ترکہ سے اس کے حق کو ادا کیا جائے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الشَّرِكَةِ)

(تَصِحُّ مِنْ كُلِّ جَائِزِ التَّصَرُّفِ وَهِيَ اَنْوَاعٌ اَرْبَعَةٌ وَاِنَّمَا تَصِحُّ مِنْهَا شَرِكَةُ الْعِنَانِ خَاصَّةً وَهِيَ اَنْ يَأْتِيَ كُلٌّ مِنْهُمَا بِمَالٍ وَتَصِحُّ عَلَى النُّقُوْدِ وَعَلٰى مِثْلِيٍّ وَيُشْتَرَطُ اَنْ يُخْلَطَ الْمَالَانِ بِحَيْثُ لَا يَتَمَيَّزَانِ وَاَنْ يَكُوْنَ مَالُ أَحَدِهِمَا مِنْ جِنْسِ مَالِ الْآخَرِ وَعَلٰى صِفَتِهِ فَلَوْ كَانَ لِهٰذَا ذَهَبٌ وَلِهٰذَا فِضَّةٌ اَوْ لِهٰذَا حِنْطَةٌ وَلِهٰذَا شَعِيْرٌ اَوْ لِهٰذَا صَحِيْحٌ وَلِهٰذَا مُكَسَّرٌ لَمْ يَصِحَّ، وَيُشْتَرَطُ اَنْ يَأْذَنَ كُلٌّ مِنْهُمَا لِلْآخَرِ فِي التَّصَرُّفِ فَيَتَصَرَّفُ كُلٌّ مِنْهُمَا بِالنَّظَرِ وَالْاِحْتِيَاطِ فَلَا يُسَافِرُ بِهِ وَلَا يَبِيْعُ بِمُؤَجَّلٍ وَلَا يُشْتَرَطُ تَسَاوِي الْمَالَيْنِ وَيَكُوْنُ الرِّبْحُ وَالْخُسْرَانُ بَيْنَهُمَا عَلٰى قَدْرِ الْمَالَيْنِ فَاِنْ شَرَطَا خِلَافَ ذٰلِكَ بَطَلَتْ فَاِنْ عَزَلَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ عَنِ التَّصَرُّفِ انْعَزَلَ وَلِلْآخَرِ التَّصَرُّفُ اِلٰى اَنْ يَعْزِلَهُ صَاحِبُهُ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا فَسْخُهَا مَتٰى شَاءَ، وَاَمَّا شَرِكَةُ الْاَبْدَانِ فَبَاطِلَةٌ كَشَرِكَةِ الْحَمَّالَيْنِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ ذَوِي الْحِرَفِ عَلٰى اَنْ يَكُوْنَ الْكَسْبُ بَيْنَهُمْ، وَشَرِكَةُ الْوُجُوْهِ وَالْمُفَاوَضَةِ اَيْضاً بَاطِلَتَانِ)

(باب الشرکۃ)

(تجارت میں شرکت کا بیان)

شرکت کی تعریف

لغت میں: ملانے کو شرکت کہتے ہیں،

شرعاً: کسی چیز میں دو یا زائد کا حق ثابت ہو حصوں کے طریقہ پر اسے شرکت کہتے ہیں،

اور اولیٰ یہ ہے کہ کہا جاوے: شرکت اس عقد کو کہتے ہیں جس سے مذکورہ حق کے ثبوت کا تقاضا کرے،

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں دو شریک کا تیسرا ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے اور جب خیانت کرتا ہے تو میں نکل جاتا ہوں ان سے، مطلب یہ ہیکہ میں ان دونوں کے ساتھ نگہبانی اور مدد میں ہوں پس میں ان دونوں کے اموال میں

بروتری کرتا ہوں اور برکت نازل کرتا ہوں ان کی تجارت میں پھر جب ان میں خیانت واقع ہوتی ہے تو برکت اور اعانت اٹھالی جاتی ہے،

(ہر اس شخص کی شرکت صحیح ہوتی ہے جس کا تصرف جائز ہو) اس لئے کہ اس صورت میں جائز التصرف شخص کو اپنے مال میں حق ملک کی وجہ سے تصرف کا حق حاصل ہو تا ہے، بچہ، پاگل اور سفیہ کی جس کے مال میں حجر لگایا گیا ہو شرکت صحیح نہ ہو گی [اس لئے کہ ان میں اہلیت نہیں ہے]

(شرکت کی چار قسمیں ہیں اور ان چار قسموں میں سے صرف شرکت عنان) والی قسم (صحیح ہوتی ہے اور شرکت عنان یہ ہے کہ شریکین میں سے ہر ایک) شرکت کے ارادہ کے وقت اپنے اپنے (مال کو لے آئے) یعنی دونوں کا مال ملا کر تجارت کریں، آگے مصنفؒ مال کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں:

(اور شرکت صحیح ہوتی ہے نقود) یعنی سونے چاندی (میں) یعنی مال چاہے وہ نقود ہو شرکت صحیح ہو گی (اور) شرکت صحیح ہوتی ہے (مثلی چیز میں) بھی مثلی یعنی ایک کی چیز دوسرے کی چیز کے مانند ہو،

(اور) شرکت صحیح ہونے کے لئے (شرط ہے کہ دونوں کے مال کو اس طرح ملائے کہ ان میں تمیز نہ ہو سکے) تاکہ شرکت کا معنی متحقق ہو جائے اس طور پر کہ ہر ایک اپنے مال کو نہ پہنچانے اور نہ اپنا مال کسی دوسرے کے مال سے تمیز کر سکے (اور) شرکت صحیح ہونے کے لئے (یہ) بھی شرط ہے (کہ شریکین میں سے ایک کا مال دوسرے کے مال کے ہم جنس) ہو جیسے ایک کا سونا ہو تو دوسرے کا بھی سونا ہو، ایک کے گیہوں ہوں تو دوسرے کے بھی گیہوں ہوں وغیرہ، جنس مختلف ہو جیسے ایک کا سونا اور دوسرے کی چاندی ہو یا ایک کے گیہوں ہوں اور دوسرے کے چاول تو شرکت صحیح نہ ہو گی (اور) ایک کا مال دوسرے کے مال کے (ہم صفت ہو) جیسے ایک کا صحیح ہو تو دوسرے کا بھی صحیح ہو،

شرکت صحیح ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ دونوں کا مال عقد شرکت سے پہلے ملائے (اگر ایک کا سونا اور دوسرے کی چاندی ہو یا ایک کا گیہوں اور دوسرے کا جَو) ہو (یا ایک کا) نقد (صحیح اور دوسرے کا) نقد (ٹوٹا ہوا ہو تو) عقد شرکت (صحیح نہ ہو گا) مذکورہ تمام صورتوں میں دونوں کے مال میں تمیز ہونے کی بنا پر، کیونکہ دونوں کے مال میں تمیز کا نہ ہونا شرط ہے، پہلے دینار سونے کا سکہ ہوتا تھا تو کبھی تو وہ سالم ہوتا تھا اور کبھی اس میں سے کچھ کاٹ لیتے تھے اس کو مکسر کہا گیا ہے (اور) شرکت صحیح ہونے کے لئے یعنی مشترک مال میں تصرف صحیح ہونے کے لئے (شرط ہے کہ شریکین میں سے ہر ایک شریک دوسرے شریک کو تصرف کی اجازت دے) اس شرط کی بنیاد پر، آگے مصنفؒ فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں: (شریکین میں سے ہر ایک شریک) مشترک مال میں (سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے تصرف کرے) یعنی نہ غبن فاحش سے بیچے اور نہ خریدے، مصنفؒ نے جو **بالنظر والاحتیاط** کی قید ذکر فرمائی ہے اس قید کے مفہوم کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں: (شریکین میں سے کوئی شریک مال مشترک کے ساتھ سفر نہ کرے) اس لئے کہ اس میں اندیشہ ہے (اور) شریکین میں سے کوئی شریک کسی چیز کو (ادھار نہ بیچے) چاہے ادھار کی مدت کم ہو یا زیادہ، اس لئے کہ اس سے دوسرے شریک کے مال میں دھوکہ ہے (اور) شرکت صحیح ہونے کے لئے (شریکین کے مال کا) مقدار میں (برابر ہونا شرط نہیں ہے) بلکہ عقد شرکت صحیح ہو اگرچہ مقدار میں تفاوت ہو، لہٰذا ایک کا مال ثلث اور دوسرے کا دو ثلث ہو [وغیرہ] تب بھی شرکت صحیح ہو گی (لیکن) اس صورت میں (نفع اور نقصان شریکین کے درمیان ان کے مال کی مقدار کے مطابق ہو گا) مثلاً ایک کا مال ثلث ہو اور دوسرے کا دو ثلث تو نفع اور نقصان بھی ایک کے ثلث اور دوسرے کے دو ثلث کے مطابق رہے گا،

(اگر شریکین اس کے مخالف شرط لگائیں تو شرکت باطل ہو گی) مثلاً ایک کا مال ثلث ہو اور دوسرے کا دو ثلث لیکن نفع اور نقصان میں برابری کی شرط لگائے تو شرکت باطل ہو گی یا یہ کہ دونوں کا مال برابر ہو لیکن نفع و نقصان میں ایک کے لئے ثلث کی اور دوسرے کے لئے دو ثلث کی شرط لگائے تو بھی شرکت باطل ہو گی،

(اگر شریکین میں سے کوئی ایک دوسرے کو تصرف سے معزول کر دے تو وہ معزول ہو گا) لہٰذا اس کا تصرف نافذ نہ ہو گا (لیکن دوسرے کے لئے) یعنی معزول کرنے والے کے لئے (تصرف کرنا جائز ہو گا یہاں تک کہ اس کا ساتھی) یعنی جو معزول کر دیا گیا ہے وہ (اسے) یعنی معزول کرنے والے کو (معزول کر دے اور شریکین میں سے ہر ایک کے لئے جب چاہے) تب (شرکت کو فسخ کرنا جائز ہے) اس لئے کہ یہ جائز عقد ہے، فسخ کے وقت اس طرح کہا جائے: میں نے عقد شرکت کو فسخ اور باطل کیا، اور عقد شرکت دونوں کی یا کسی ایک کی موت سے فسخ ہوتا ہے اس طرح دونوں کے یا دونوں میں سے کسی ایک کے جنون سے فسخ ہوتا ہے، یہاں تک شرکت عنان کا حکم ہوا، آگے مصنفؒ شرکت ابدان وغیرہ کو ذکر کر رہے ہیں: (بہر حال) شرکت کی چار قسموں میں سے دوسری قسم: (شرکت ابدان) ہے جو (باطل ہے) دو آدمی جو محنت کر کے کماتے ہوں مل جائیں جیسے دو درزی یا ایک درزی اور دوسرا نائی وغیرہ، اور یہ معاہدہ کریں کہ جو کمائی ہو گی وہ آپس میں تقسیم کریں گے برابری یا کمی زیادتی کے ساتھ اسے شرکت ابدان کہتے ہیں [یہ باطل ہے لہٰذا اگر کوئی ایسا کرے تو جو جتنا کمائے گا اتنا اسی کا ہو گا، شرکت کے اعتبار سے تقسیم نہیں ہو گی] آگے مصنفؒ شرکت ابدان کی مثال بیان فرمار ہے ہیں: یہ مثال ایسی ہے (جیسے دو حمال) یا دو سے زائد حمال کی شرکت (اور ان کے علاوہ کاری گر) آپس میں (اس شرط پر مل جائیں کہ) ابدان سے حاصل شدہ (کمائی آپس میں) برابری یا کمی زیادتی کے ساتھ (تقسیم ہو گی)

بطلان کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے بدن کے اعتبار سے کمائی میں متمیز ہے، لہٰذا شرکت باطل ہوگی،

(اور شرکت وجوہ اور) شرکتِ (مفاوضہ یہ دونوں بھی باطل ہیں) جیسے شرکت ابدان باطل ہے اس لئے کہ ان تمام میں دھوکہ ہے،

شرکتِ وجوہ: دو شریک تجارت کے لئے مال یا روپے نہ نکالیں بلکہ دونوں ادھار خریدیں اور پھر دونوں وہ چیز بیچے اور منافع تقسیم کریں، اسے شرکت وجوہ کہتے ہیں (ترشیح ص ۲۵۱)

دوسری تعریف: دو یا زائد بڑے آدمی [مراد جن کا بازار میں بول بالا ہو] ادھار خریدیں اپنے بڑے مرتبہ کی وجہ سے اور بیچ کر منافع تقسیم کریں اسے شرکتِ وجوہ کہتے ہیں، (الفقه على المذاهب الربعة ج۳ ص٧٦)

شرکتِ مفاوضہ: دو یا زائد آدمی الگ الگ تجارت کریں اپنے مال کو نہ ملائیں اور یہ معاہدہ کریں کہ منافع اور نقصان میں دونوں شریک، اسے شرکتِ مفاوضہ کہتے ہیں (الفقه على المذاهب الربعة ج۳ ص٧٦)

شرکتِ عنان کے ارکان

(۱)،(۲) عاقدان یعنی شرکاء کا ہونا، بائع اور مشتری کے جو شرائط کتاب البیع میں مذکور ہیں وہی شرائط شرکاء کے لئے ہوں گے (۳) معقود علیہ کا ہونا [مراد مال] (۴) عمل [مراد کام] (۵) صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (اقناع ج ۱ ص۲۹۲)

شریک دوسرے شریک سے کہے کہ دھندے میں نقصان یا اتنا فائدہ ہوا یا مال ضائع ہوا تو تینوں صورتوں میں کب بات قبول کی جائے گی

اس میں تفصیل ہے وہ یہ: **فيقبل قوله فى الربح والخسران وفى التلف ان ادعاه بلا سبب او بسبب خفى كالسرقة فان ادعاه بسبب ظاهر كحريق طولب ببينة بالسبب ثم بعد قامتها يصدق فى التلف به بيمينه فان عرف الحريق دون عمومه صدق بيمينه او وعمومه صدق بلايمين** (اقناع ج ۱ ص ١٩٤) شریک دعوی کرے نفع کا یا نقصان کا یا

بلا سبب تلف [یعنی ضائع ہونے] کا یا سبب خفی سے تلف کا جیسے چوری تو اس کی بات قبول کی جائے گی اور اگر سبب ظاہری سے تلف ہونے کا دعویٰ کرے جیسے آگ لگنا تو سبب یعنی آگ لگنے کے گواہ طلب کئے جائیں گے، اگر آگ لگنے کا علم ہو اور عموم کا علم نہ ہو تو بات قبول کی جائے گی قسم کے ساتھ اور اگر عموم کا علم ہو تو بلا یمین بات قبول کی جائے گی،

صاحب ید [جس کے پاس مال ہو وہ] کہے کہ یہ میرا مال ہے اور دوسرا کہے کہ مشترکہ ہے یا صاحب ید کہے کہ یہ مشترکہ ہے اور دوسرا کہے کہ میرا ہے تو کس کی بات قبول کی جائے گی؟

مذکورہ دونوں صورتوں میں صاحب ید کی بات قبول کی جائے گی قسم سے [یعنی صاحب ید اس طرح قسم کھا کر کہے کہ میرے پاس جو مال ہے وہ خدا کی قسم میرا ہے] لیکن صاحب ید کہے کہ مشترکہ مال تھا تقسیم ہوا یہ جو کچھ میرے پاس ہے میرا ہے اور دوسرا کہے مشترکہ ہے تو منکر [یعنی دوسرے] کی بات قبول کی جائے گی قسم سے (أیضاً)

کوئی شریک کہے کہ یہ چیز میں نے شرکت کے لئے خریدی ہے یا کہے کہ اپنی ذات کے لئے اور دوسرا جھٹلائے یعنی اصل خریدنے والا کہے شرکت کے لئے خریدی ہے دوسرا کہے کہ نہیں تیری ذات کے لئے خریدی ہے یا اصل کہے کہ میں نے اپنی ذات کے لئے خریدی ہے دوسرا کہے کہ نہیں شرکت کے لئے خریدی ہے تو کس کی بات قبول کی جائے گی؟

مذکورہ صورت میں خریدنے والے کی بات قبول کی جائے گی اس لئے کہ یہ اپنے ارادہ کو زیادہ جانتا ہے (أیضاً)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْوَكَالَةِ)

(يُشْتَرَطُ فِي الْمُؤَكِّلِ وَالْوَكِيلِ اَنْ يَكُوْنَا جَائِزَيِ التَّصَرُّفِ فِيمَا يُؤَكَّلُ فِيهِ وَتَصِحُّ وَكَالَةُ الصَّبِيِّ فِي الْإِذْنِ فِيْ دُخُوْلِ الدَّارِ وَحَمْلِ الْهَدِيَّةِ وَالْعَبْدِ فِيْ قَبُوْلِ النِّكَاحِ وَيَجُوْزُ التَّوْكِيْلُ فِي الْعُقُوْدِ وَالْفُسُوْخِ وَالطَّلَاقِ وَالْعِتْقِ وَاِثْبَاتِ الْحُقُوْقِ وَاسْتِيْفَائِهَا وَفِيْ تَمْلِيْكِ الْمُبَاحَاتِ كَالصَّيْدِ وَالْحَشِيْشِ وَالْمِيَاهِ وَاَمَّا حُقُوْقُ اللهِ تَعَالىٰ فَاِنْ كَانَتْ عِبَادَةً لَمْ يَجُزْ اِلَّا فِيْ تَفْرِقَةِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَذَبْحِ الْاُضْحِيَةِ وَاِنْ كَانَ حَدّاً جَازَ فِي اسْتِيْفَائِهِ دُوْنَ اِثْبَاتِهِ، وَشَرْطُهَا الْاِيْجَابُ بِاللَّفْظِ مِنْ غَيْرِ تَعْلِيْقٍ كَوَكَّلْتُكَ اَوْ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ وَالْقَبُوْلُ بِاللَّفْظِ اَوِ الْفِعْلِ وَهُوَ امْتِثَالُ مَا وُكِّلَ بِهِ وَلَا يُشْتَرَطُ الْفَوْرُ فِي الْقَبُوْلِ فَاِنْ نَجَّزَهَا وَعَلَّقَ التَّصَرُّفَ عَلٰى شَرْطٍ جَازَ كَقَوْلِهِ وَكَّلْتُكَ وَلَا تَبِعْ اِلٰى شَهْرٍ وَلَيْسَ لِلْوَكِيْلِ اَنْ يُؤَكِّلَ اِلَّا بِاِذْنٍ اَوْ كَانَ مِمَّا لَا يَتَوَلَّاهُ بِنَفْسِهِ اَوْ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ لِكَثْرَتِهِ وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَبِيْعَ مَا وُكِّلَ فِيْهِ لِنَفْسِهِ اَوْ لِابْنِهِ الصَّغِيْرِ وَلَا بِدُوْنِ ثَمَنِ مِثْلِهِ وَلَا بِمُؤَجَّلٍ وَلَا بِغَيْرِ نَقْدِ الْبَلَدِ اِلَّا اَنْ يَاْذَنَ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ وَلَوْ نَصَّ لَهُ عَلٰى جِنْسِ الثَّمَنِ فَخَالَفَ لَمْ يَصِحَّ الْبَيْعُ كَبِعْ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ فَبَاعَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ وَاِنْ نَصَّ عَلَى الْقَدْرِ فَزَادَ مِنَ الْجِنْسِ صَحَّ كَبِعْ بِاَلْفٍ فَبَاعَ بِاَلْفَيْنِ اِلَّا اَنْ يَنْهَاهُ وَلَوْ قَالَ اشْتَرِ لِيْ بِمِائَةٍ فَاشْتَرٰى مَا يُسَاوِيْهَا بِدُوْنَ مِائَةٍ صَحَّ وَاِنِ اشْتَرٰى بِمِائَتَيْنِ مَا يُسَاوِيْ مِائَتَيْنِ فَلَا وَاِنْ قَالَ اشْتَرِ بِهٰذَا الدِّيْنَارِ شَاةً فَاشْتَرٰى بِهِ شَاتَيْنِ تُسَاوِيْ كُلُّ وَاحِدَةٍ دِيْنَاراً صَحَّ وَكَانَتَا لِلْمُؤَكِّلِ فَاِنْ لَمْ تُسَاوِ كُلُّ وَاحِدَةٍ دِيْنَارًا لَمْ يَصِحَّ الْعَقْدُ وَاِنْ قَالَ بِعْ لِزَيْدٍ فَبَاعَ لِغَيْرِهِ لَمْ يَجُزْ وَاِنْ قَالَ اشْتَرِ هٰذَا الثَّوْبَ فَاشْتَرَاهُ فَوَجَدَهُ مَعِيْباً فَلَهُ الرَّدُّ اَوِ اشْتَرِ ثَوْباً لَمْ يَجُزْ شِرَاءُ مَعِيْبٍ، وَيُشْتَرَطُ كَوْنُ الْمُؤَكَّلِ فِيْهِ مَعْلُوْماً مِنْ بَعْضِ الْوُجُوْهِ فَلَوْ قَالَ وَكَّلْتُكَ فِيْ بَيْعِ مَالِيْ وَعِتْقِ عَبْدِيْ وَطَلَاقِ زَوْجَاتِيْ صَحَّ اَوْ فِيْ كُلِّ قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍ اَوْ فِيْ كُلِّ اُمُوْرِيْ لَمْ يَصِحَّ وَيَدُ الْوَكِيْلِ يَدُ اَمَانَةٍ فَمَا يُتْلَفُ مَعَهُ بِلَا تَفْرِيْطٍ لَا يَضْمَنُهُ وَالْقَوْلُ فِي الْهَلَاكِ وَالرَّدِّ وَمَا يُدَّعٰى عَلَيْهِ مِنَ الْخِيَانَةِ قَوْلُهُ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا الْفَسْخُ مَتٰى شَاءَ فَاِنْ عَزَلَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ فَتَصَرَّفَ لَمْ يَصِحَّ التَّصَرُّفُ وَاِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا اَوْ جُنَّ اَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ انْفَسَخَتْ)

(باب الوکالۃ)

(وکالت کا بیان)

وکالت کی تعریف

لغت میں: حفاظت اور سپرد کرنے کو وکالت کہتے ہیں،
شرعاً: کسی شخص کا اپنے ایسے مال اور فعل کو جو نیابت قبول کرتے ہیں دوسرے کے سپرد کرنے کو وکالت کہتے ہیں تاکہ یہ اس کو اپنی زندگی میں انجام دے،
آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَماً مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَماً مِّنْ اَهْلِهَا (سورۂ نساء، ۳۵) اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو (ترجمۂ قرآن)
حدیث: آپ ﷺ نے سعاۃ کو زکوۃ وصول کرنے کے لئے مبعوث فرمایا،

وکالت کے ارکان

(۱) مؤکل [وکیل بنانے والا] (۲) وکیل [جس کو وکیل بنایا جائے] (۳) مؤکل فیہ [جس کام کے لئے وکیل بنایا جائے] (۴) صیغہ [وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے]
(جس چیز میں وکالت دی جارہی ہے اس میں مؤکل اور وکیل دونوں کے تصرف کا جائز ہونا شرط ہے اور بچہ کا وکیل بنا گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے) کے بارے (میں) صحیح ہے یعنی ولی بچہ سے کہے: میں نے تجھے وکیل بنایا اس بات کا کہ جو گھر میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے اس لئے کہ اس معاملہ میں بچہ پر بھروسہ کیا جاتا ہے بلا نکیر (اور) بچہ کا وکیل بننا (ہدیہ پہنچانے میں) صحیح ہے یعنی ولی بچہ سے کہے: یہ چیز لے اور فلاں کو پہنچا (اور غلام کا) وکیل بننا دوسرے کا (نکاح قبول کرنے) کے بارے (میں صحیح

ہے) آقا کی اجازت کے بغیر بھی لیکن غلام ایجاب یعنی نکاح کرانے میں وکیل نہیں بن سکتا جائز نہیں (اور جائز ہے وکیل بنانا عقود) میں جیسے عقد بیع، ہبہ اور نکاح وغیرہ میں اور (فسوخ) میں جیسے بیع کو فسخ کرنے اور عیب کی وجہ سے رد کرنے وغیرہ میں اور (طلاق دینے) میں اور (آزاد کرنے) میں اور، دعوی کی وجہ سے (حقوق کو ثابت کرنے) میں اور گواہ سے حقوق ثابت ہونے کے بعد (حقوق کو وصول کرنے) میں (اور مباح چیزوں کا مالک بننے میں) جیسے شکار (کا اور) گھاس، کا (اور پانی) کا (اور بہر حال اللہ تعالیٰ کے حقوق) اس میں وکیل بنانا جائز ہے یا نہیں تفصیل ہے: (اگر اللہ کے حقوق عبادت ہو) جیسے نماز، طہارت حدث (تو) کسی آدمی کو وکیل بنانا اس کی ادائیگی کے لئے (جائز نہیں) آگے مصنفؒ اس مطلق عبادت سے جو چیزیں مستثنیٰ ہیں ان کو بیان فرمارہے ہیں: (مگر زکوۃ) اور کفارہ (کی تقسیم) میں وکیل بنانا جائز ہے، اس لئے کہ یہ نیابت کو قبول کرتی ہے، زکوۃ کی طرح حکم ہوگا نفل صدقہ کا، اور (حج کرانے) اور عمرہ کرانے میں (اور قربانی کے جانور کو ذبح کرنے میں) ان تمام چیزوں میں وکیل بنانا جائز ہے (اور اگر) اللہ کا حق (حد ہو) یعنی زنا اور شراب پینے وغیرہ کی حد کسی پر ثابت ہو (تو اس کو پورا کرنے میں) یعنی حد جاری کرنے میں وکیل بنانا (جائز ہے نہ کہ) زنا وغیرہ کی (حد کو ثابت کرنے میں) مطلب یہ ہیکہ کوئی آدمی کسی آدمی سے کہے میں نے تجھے وکیل بنایا تاکہ تو فلاں پر زنا کو ثابت کرے تو اس طرح ثابت کرانے میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے (اور وکالت کی شرط ایجاب ہے لفظ سے) صیغہ کی (تعلیق کے بغیر جیسے) مؤکل وکیل سے کہے (میں نے تجھے وکیل بنایا) فلاں چیز میں، مطلب یہ ہیکہ مصنف کی عبارت میں: ''وکلتک'' یہ ایجاب ہے جو لفظاً ہے کیونکہ اس کی ادائیگی لفظاً شرط ہے، وکالت کو معلق کرنا صحیح نہیں جیسے کہے زید آئے تو میں تجھ کو وکیل بناؤں گا فلاں چیز میں لیکن اگر معلق علیہ یعنی زید آنے کے بعد اگر وکیل تصرف کرے تو اس کا تصرف نافذ [صحیح] ہوگا اجازت ہونے کی بناپر (اقناع ج۱ ص۲۹۶) (یا) مؤکل وکیل سے کہے (یہ

کپڑا بیچ) یہ جملہ بھی ایجاب کو شامل ہے (اور) وکالت کی شرط وکیل کی جانب سے (قبول کرنا ہے لفظ) سے (یا فعل سے اور فعل) سے قبول کرنا (کہتے ہیں جس چیز میں وکیل بنایا گیا اسے انجام دینا) قبول کرنے میں مدار عدم رد ہے مطلب یہ ہیکہ وکیل نے اگر وکالت دیتے وقت تردید نہیں کی تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے قبول کیا ہے،

(اور قبول کرنے میں فی الفور) قبول کرنے (کی شرط نہیں ہے) اسی طرح مجلس میں ہی قبول کرنا شرط نہیں ہے (اگر وکالت کا صیغہ ایجاب اور قبول ناجز ہو) یعنی توکیل فوری ہو معلق نہ ہو (اور تصرف کو کسی شرط پر معلق رکھے تو جائز ہے جیسے مؤکل) وکیل سے (کہے میں نے) فلاں چیز بیچنے میں (تجھے وکیل بنایا) یہ فوری توکیل ہے کہ وکیل تو ابھی بنادیا (لیکن) وہ فلاں چیز (تو) ایک (مہینہ تک نہ بیچ) یہ تصرف میں تعلیق ہے یعنی ایک مہینہ کے بعد بیچنا، تو اس صورت میں وکیل حصولِ شرط یعنی ایک مہینہ کے بعد ہی تصرف کرسکتا ہے (اور وکیل کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ) کسی دوسرے کو اس چیز میں (وکیل بنائے) جس میں اس کو وکیل بنایا گیا ہے (مگر) مؤکل کی (اجازت سے یا) وکیل بناسکتا ہے (جبکہ خود وہ کام نہ کرتا ہو) ماہر نہ ہونے کی وجہ سے یا اس کے لائق نہ ہونے کی بنا پر (یا وکیل کے لئے اس کا تنہا کرنا ممکن نہ ہو کثرت کی وجہ سے)

(اور وکیل کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو جس چیز میں وکیل بنایا گیا ہے وہ چیز) وکیل (خود کو بیچے یا اپنے چھوٹے بچہ کو) بیچے جائز نہیں ہے تاکہ تہمت سے حفاظت ہو (اور) صحیح (نہیں ہے) کہ جس چیز میں وکیل بنایا گیا ہے اس چیز کو وکیل (ثمن مثل سے کم میں) بیچے (اور) صحیح (نہیں ہے) کہ (ادھار) بیچے اگرچہ قیمت ثمن مثل سے زیادہ آرہی ہو اس لئے کہ ادھار میں اندیشہ ہے (اور) صحیح (نہیں ہے) کہ (نقدِ بلد کے علاوہ سے) بیچے، یعنی جس جگہ بیع کی اجازت ہے اس کے نقد سے بیچنا لازم ہے، مثلاً سعودی میں بیع کی اجازت ہے تو وہاں ہندوستان کے نقد سے صحیح نہیں،

(مگر یہ کہ وکیل کو ان چیزوں میں) یعنی بدونِ ثمن مثل سے لیکر یہاں تک کی چیزوں میں (مؤکل کی اجازت ہو) تو وکیل کے لئے جائز ہوگا ثمن مثل سے کم میں بیچنا اور ادھار اور نقد بلد کے علاوہ سے بیچنا (اور اگر مؤکل وکیل سے جنس ثمن کی تعیین کردے لیکن وکیل مخالفت کرے تو بیع صحیح نہ ہوگی) آگے مصنفؒ مخالفت کی مثال ذکر کررہے ہیں: (جیسے) مؤکل وکیل سے کہے: یہ چیز ایک (ہزار درہم میں بیچ لیکن وکیل ایک ہزار دینار میں بیچے) تو یہ بیع صحیح نہ ہوگی (اور اگر مؤکل) وکیل سے (مقدار ثمن کی تعیین کردے لیکن وکیل) تعیین کردہ مقدارِ ثمن پر (جنسِ ثمن میں زیادہ کرے تو) بیع (صحیح ہوگی) آگے مصنفؒ اس کی مثال ذکر کررہے ہیں (جیسے) مؤکل وکیل سے کہے: (ہزار میں بیچ لیکن وکیل دو ہزار میں بیچے) تو یہ بیع صحیح ہے (مگر یہ کہ مؤکل نے) وکیل کو (زیادہ میں بیچنے سے منع کیا ہو) تو یہ بیع صحیح نہ ہوگی، مخالفت ہونے کی بنا پر (اور اگر مؤکل) وکیل سے (کہے میرے لئے سو میں خرید پھر جو چیز سو کے برابر ہو وکیل اسے سو سے کم میں خریدے تو صحیح ہے) اس لئے کہ اس سے مؤکل کا مقصد حاصل ہے اور اس طرح کرنا مؤکل کے حق میں بھلائی بھی ہے (اگر وکیل اس چیز کو جو دو سو کے برابر ہو اسے دو سو میں خریدے تو) یہ خریدنا (صحیح نہ ہوگا) مخالفت کی بنا پر ثمن میں حالانکہ دو سو کے برابر چیز کو دو سو میں خریدا لیکن مؤکل کی اجازت کے بغیر سو سے زائد میں خریدا جب کہ مؤکل نے سو میں خریدنے کے لئے کہا تھا (اور اگر مؤکل) وکیل سے (کہے اس دینار سے بکری خرید پھر وکیل اس دینار سے) ایسی (دو بکریاں خریدے) کہ ان دو بکریوں میں سے (ہر ایک) بکری (ایک دینار کے برابر ہو تو) یہ خریدنا (صحیح ہوگا اور دونوں بکریاں مؤکل کے ہوں گے) عروہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا تو میں نے دو بکریاں خریدی ان میں سے ایک دینار کے بدلے بیچ دی اور دینار اور بکری لے کر آیا اور پیش آمدہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بارک اللہ الخ۔

(اگر) ان دو بکریوں میں سے (ہر ایک) بکری (ایک دینار کے برابر نہ ہو تو) یہ (عقد) یعنی خریدنے کا عقد (صحیح نہ ہو گا) مخالفت کی بنا پر وہ مخالفت اس طرح کہ مؤکل نے وکیل سے یہ کہا تھا کہ اس دینار سے بکری خرید تو بکریاں خریدنے کی صورت میں اگر دونوں میں سے ہر ایک بکری ایک دینار کے برابر ہوتی ہے تو خریدی مؤکل کے کہے کے مطابق ہوئی مخالفت نہ ہوئی اور اگر دینار کے برابر نہ ہو تو یہ مخالفت ہوئی اور اس لئے بھی عقد صحیح نہ ہو گا کہ دو بکریوں کا خرچ مؤکل پر زیادہ ہو گا (اور اگر مؤکل) وکیل سے (کہے) مثلاً یہ کپڑا (زید کو بیچ لیکن وکیل دوسرے کو بیچے تو جائز نہیں) یعنی بیع صحیح نہ ہو گی، اس لئے کہ مؤکل کا مقصد زید کو نفع پہنچانا تھا [لیکن وکیل نے دوسرے کو بیچ کر مؤکل کے مقصد کے خلاف کیا] (اور اگر مؤکل) وکیل سے (کہے یہ کپڑا خرید اور وکیل وہ کپڑا خریدے پھر مؤکل خریدے ہوئے کپڑے کو عیب دار پائے تو وکیل کے لئے جائز ہے) اس کپڑے کو بائع پر (واپس لوٹانا یا) مؤکل وکیل سے مطلق کہے کہ (کپڑا خرید) یعنی یہ کپڑا خرید اس طرح کی قید نہ لگائے (تو عیب دار) کپڑا (خریدنا) وکیل کے لئے (جائز نہ ہو گا) یعنی صحیح نہ ہو گا، اس لئے کہ اطلاق محمول ہوتا ہے بے عیب چیز کو خریدنے پر، اگر عیب دار خریدے تو یہ خریدی باطل ہو گی (اور مؤکل فیہ) یعنی جس کام کے لئے وکیل بنایا جائے اس کام (کا معلوم ہونا شرط ہے اگرچہ) معلوم (بعض وجوہات کے اعتبار سے) ہو (لہٰذا اگر مؤکل) وکیل سے (کہے میں نے تجھے وکیل بنایا میرے مال کو بیچنے) میں اور (میرے غلام کو آزاد کرانے) میں (اور میری بیویوں کو طلاق دینے میں تو) یہ وکالت کا عقد (صحیح ہے) یعنی وکیل کا مال کو بیچنا غلام کو آزاد کرنا اور بیویوں کو طلاق دینا صحیح ہو گا اگرچہ پورے مال کا علم نہ ہو اسی طرح تمام بیویوں کا علم نہ ہو (یا) مؤکل وکیل سے کہے میں نے تجھے وکیل بنایا میری (ہر چھوٹی اور بڑی چیز میں یا) کہے (میری تمام چیزوں میں تو) ان تمام صورتوں میں وکیل بنانا (صحیح نہ ہو گا)

اس لئے کہ اس میں بڑا دھوکہ ہے (اور وکیل کا قبضہ) مؤکل فیہ مال پر مطلب یہ ہیکہ مؤکل نے تصرف کے لئے جو وکیل کے قبضہ میں دیا ہے اس پر قبضہ (امانت ہے) لہٰذا مؤکل فیہ مال میں سے (جو مال وکیل کے پاس) وکیل کی (زیادتی کے بغیر ضائع ہو تو اس) ضائع شدہ مال (کا وکیل ضامن نہ ہو گا) وکیل کی زیادتی سے ضائع ہو جیسے وکیل کے استعمال یا حرزِ مثل کے علاوہ جگہ میں رکھنے کی وجہ سے ضائع ہو تو وکیل ضامن ہو گا لیکن اس کی وجہ سے وکیل معزول نہ ہو گا، مؤکل فیہ چیز (ہلاک ہونے) کے دعوے میں اور (لوٹانے) کے دعوے میں (اور وکیل پر خیانت کے دعوے میں) مطلب یہ ہیکہ وکیل کہے مؤکل فیہ ہلاک ہوئی لیکن مؤکل انکار کرے اور وکیل کہے میں نے مؤکل فیہ واپس لوٹا دی لیکن مؤکل انکار کرے اور مؤکل خیانت کا دعویٰ کرے لیکن وکیل انکار کرے تو ان مذکورہ تینوں صورتوں میں (وکیل کا قول) قسم کے ساتھ (مانا جائے گا) پہلی صورت میں اس لئے کہ اس کو مودع اور دوسری امانت کی چیزوں پر قیاس کیا گیا ہے، دوسری میں اس لئے کہ مؤکل نے وکیل پر اعتماد کیا اور امین سمجھا اس کے بر خلاف وکیل مؤکل کے قاصد پر رد کا دعوی کرے تو اس دعوے میں وکیل کا قول نہیں مانا جائے گا، اور تیسری صورت میں اس لئے کہ اصل خیانت کا نہ ہونا ہے (وکیل اور مؤکل دونوں میں سے ہر ایک کے لئے جب چاہے) تب وکالت کے عقد کو (فسخ کرنا جائز ہے) اس لئے کہ عقد شرکت کی طرح یہ بھی دونوں کی طرف سے جائز عقد ہے اور اس لئے بھی کہ اس کو لازم قرار دینے میں وکیل کا ضرر ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ مؤکل فیہ چیز کے لئے وکیل کو فراغت نہ ملے (اگر مؤکل وکیل کو) وکالت سے (معزول کرے) اس طرح کہ کہے: میں نے اس کو [وکالت سے] معزول کیا یا کہے میں نے وکالت کو فسخ کیا یا کہے میں نے وکالت کو باطل کیا (لیکن وکیل کو) معزول ہونے کا (علم نہ ہو اور) جس چیز میں اسے وکیل بنایا گیا تھا اس میں (وہ) بیع وغیرہ

کے ذریعہ (تصرف کرے تو تصرف صحیح نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ فی الواقع تصرف کا مالک نہیں ہے کیونکہ معزول ہو چکا ہے (اور اگر وکیل یا مؤکل دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے یا مجنون ہو جائے) چاہے جنون کا وقت زیادہ ہو یا کم (یا کسی ایک پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو) مذکورہ تمام صورتوں میں اسی وقت (وکالت فسخ ہو جائے گی) کیونکہ مؤکل خود تصرف کا مالک نہ رہا تو اس کی طرف سے مالک تصرف ہونے والا بھی نہ ہوگا یعنی توکیل کا اہل نہ رہا،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْوَدِيْعَةِ)

(لَاتَصِحُّ اِلَّا مِنْ جَائِزِ التَّصَرُّفِ فَاِنْ أَوْدَعَ صَبِيٌّ أَوْ سَفِيْهٌ عِنْدَ بَالِغٍ شَيْئاً فَلَا يَقْبَلُهُ فَاِنْ قَبِلَهُ دَخَلَ فِيْ ضِمَانِهِ وَلَا يَبْرَأُ اِلَّا بِدَفْعِهِ لِوَلِيِّهِ فَلَوْ رَدَّهُ لِلصَّبِيِّ لَمْ يَبْرَأْ وَاِنْ اَوْدَعَ بَالِغٌ عِنْدَ صَبِيٍّ فَتَلِفَ عِنْدَ الصَّبِيِّ لِتَفْرِيْطٍ اَوْ غَيْرِهِ لَمْ يَضْمَنْهُ الصَّبِيُّ وَاِنْ اَتْلَفَهُ ضَمِنَهُ وَمَنْ عَجَزَ عَنْ حِفْظِ الْوَدِيْعَةِ حَرُمَ عَلَيْهِ قَبُوْلُهَا وَاِنْ قَدَرَ وَلَمْ يَثِقْ بِاَمَانَةِ نَفْسِهِ وَخَافَ اَنْ يَخُوْنَ كُرِهَ لَهُ اَخْذُهَا فَاِنْ وَثِقَ اسْتُحِبَّ ثُمَّ يَلْزَمُهُ الْحِفْظُ فِيْ حِرْزِ مِثْلِهَا فَاِنْ اَرَادَ السَّفَرَ اَوْ خَافَ الْمَوْتَ فَلْيَرُدَّهَا اِلٰى صَاحِبِهَا فَاِنْ لَمْ يَجِدْهُ وَلَا وَكِيْلَهُ سَلَّمَهَا اِلَى الْحَاكِمِ فَاِنْ فُقِدَ فَاِلٰى اَمِيْنٍ فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَمَاتَ وَلَمْ يُوْصِ بِهَا اَوْ سَافَرَ بِهَا ضَمِنَهَا اِلَّا اَنْ يَمُوْتَ فَجْأَةً اَوْ يَقَعَ فِي الْبَلَدِ نَهْبٌ اَوْ حَرِيْقٌ وَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ شَيْئٍ مِنْ ذٰلِكَ فَسَافَرَ بِهَا وَمَتٰى طَلَبَهَا الْمَالِكُ لَزِمَهُ الرَّدُّ بِاَنْ يُخَلِّيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَاِنْ اَخَّرَ بِلَا عُذْرٍ اَوْ اَوْدَعَهَا عِنْدَ غَيْرِهِ بِلَا سَفَرٍ وَلَا ضَرُوْرَةٍ اَوْ خَلَطَهَا بِمَالٍ لَهُ اَوْ لِلْمُوْدِعِ اَيْضاً بِحَيْثُ لَا يَتَمَيَّزُ اَوِ اسْتَعْمَلَهَا اَوْ اَخْرَجَهَا مِنَ الْحِرْزِ لِيَنْتَفِعَ بِهَا فَلَمْ يَنْتَفِعْ بِهَا اَوْ حَفِظَهَا فِيْ دُوْنِ حِرْزِهَا اَوْ قَالَ لَهُ الْمَالِكُ احْفَظْهَا فِيْ هٰذَا الْحِرْزِ فَوَضَعَهَا فِيْ دُوْنِهِ وَهُوَ حِرْزُهَا اَيْضاً ضَمِنَهَا وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا الْفَسْخُ مَتٰى شَاءَ فَاِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا اَوْ جُنَّ اَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ انْفَسَخَتْ وَيَدُ الْمُوْدَعِ اَمَانَةٌ فَالْقَوْلُ فِيْ أَصْلِ الْاِيْدَاعِ اَوْ فِي الرَّدِّ اَوِ التَّلَفِ قَوْلُهُ فَلَوْ قَالَ مَا اَوْدَعْتَنِيْ شَيْئًا اَوْ رَدَدْتُهَا اِلَيْكَ اَوْ تَلِفَتْ بِلَا تَفْرِيْطٍ صُدِّقَ بِيَمِيْنِهِ، وَيُشْتَرَطُ لَفْظٌ مِنَ الْمُوْدِعِ كَاسْتَوْدَعْتُكَ وَاسْتَحْفَظْتُكَ وَلَا يُشْتَرَطُ الْقَبُوْلُ بَلْ يَكْفِي الْقَبْضُ)

(باب الودیعة)

(ودیعت کا بیان)

باب الودیعہ کو باب الوکالۃ کے بعد ذکر کرنا اس لئے مناسب ہوا کہ وکیل اور ودیع میں سے ہر ایک امین ہے زیادتی کے سوا ضامن نہیں ہوتے، اور باب الوکالۃ کو باب الشرکۃ کے بعد ذکر کرنا اس لئے مناسب ہوا کہ شریکین میں سے ہر ایک شریک تصرف میں دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اجازت تصرف کے بعد،

ودیعہ کی تعریف

لغت میں: ودیعہ امانت کو کہتے ہیں،
شرعاً: ودیعہ کو مالک یا نائب دوسرے کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھے اسے [شرعاً] ودیعہ کہتے ہیں،(متن الغاية مع كفاية ج۲ ص۱۹)
آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ اِلٰی أَهْلِهَا(سورۂ نساء،۵۸) بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچادیا کرو(ترجمۂ قرآن)
حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت اسے لوٹادو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو،

ودیعت کے ارکان

(۱)ودیعت [یعنی جو چیز رکھی جائے] لغت میں ودیعت کا اطلاق مودَع [یعنی جو چیز رکھی جائے اس] پر ہوتا ہے، (۲)صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (۳)مودِع [ودیعت رکھنے کے لئے دینے والا] (۴)ودیع [جس کے پاس ودیعت رکھی جائے، مودَع کا بھی یہی معنی ہے]
(ودیعت رکھنا صحیح نہیں مگر اس شخص کا) رکھنا (جس کا تصرف جائز ہو) یعنی وہ شخص بالغ، عاقل، آزاد اور رشید ہو، آگے مصنفؒ اس شرط کے مفہوم کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں: (اگر بچہ یانادان) یاپاگل (بالغ شخص کے پاس کسی چیز کو ودیعت رکھے تو وہ بالغ شخص ودیعت کو قبول نہ کرے) **سفیہ** کا معنی: نادان، جو مال کی قدر نہ جانے، مال کو بے جا صرف کرنے والا، ج: **سفهاء**، **سفيهة** کی ج: **سفيهات**(بيان اللسان ص۳٦۸) (اگر اس کو قبول کرے تو وہ ودیعت بالغ شخص کے ضمان میں داخل ہوگی) مطلب یہ ہیکہ اگر ودیعت

ضائع ہو تو ضامن ہو گا اس لئے کہ اس نے اذن معتبر کے بغیر ودیعت کو اپنے قبضہ میں لے لیا (اور ودیع) یعنی جس کے پاس ودیعت رکھی جائے ضمان سے (بری نہ ہو گا مگر ودیعت اس کے) یعنی بچہ کے ولی کو یا نادان یا پاگل کے (ولی کو لوٹانے سے اگر ودیعت بچہ کے) یا نادان یا پاگل کے (پاس واپس لوٹائے تو ودیع) ضمان سے (بری نہ ہو گا) اس لئے کہ جن کا تصرف صحیح نہیں جیسے بچہ وغیرہ ان سے وہ چیز ودیع نے ودیعت کے طریقہ پر لی اور وہ شیٔ ضمان میں داخل ہو گئی، [لہٰذا اب ودیعت ان کے ولی کو پہنچانے سے ودیع ضمان سے بری ہو گا] ہاں اگر کوئی شخص ان سے ان کی کوئی چیز حفاظت کی غرض سے لے نہ کہ ودیعت کے طریقہ پر تو ایسی صورت میں بچہ وغیرہ کے پاس واپس لوٹانے سے اس پر ضمان نہ ہو گا،

(اور اگر بالغ شخص بچہ کے پاس) یا نادان یا پاگل کے پاس (ودیعت رکھے پھر وہ بچہ کے پاس ضائع ہو جائے) بچہ کی (کوتاہی سے) جیسے بچہ [گھر وغیرہ کا] دروازہ کھلا چھوڑ دے اور پھر جانور وغیرہ داخل ہونے کے سبب ودیعت ضائع ہو جائے (یا) بچہ کی (کوتاہی کے بغیر) کسی اور سبب جیسے آسمانی آفت سے ضائع ہو جائے (تو بچہ) یا نادان یا پاگل (اس) ضائع شدہ ودیعت (کا ضامن نہ ہو گا) اس لئے کہ بچہ پر اس کی حفاظت لازم نہیں تھی (اور اگر بچہ تلف کر دے تعدی کے ذریعہ تو ضامن ہو گا) یعنی کوتاہی سے تلف ہو جانے میں اور تعدی سے تلف کرنے میں فرق ہے کوتاہی کی صورت میں وہ خود تلف نہیں کر رہا ہے بلکہ کوئی اور چیز جیسے جانور تلف کر رہی ہے،

(جو شخص ودیعت کی حفاظت کرنے سے عاجز ہو اس کے لئے ودیعت کو قبول کرنا حرام ہے) اس لئے کہ اس صورت میں اس کو قبول کرنا ضائع کرنے کے مترادف ہے (اور اگر کوئی) ودیعت کی حفاظت پر (قادر ہو لیکن اپنے نفس کی امانت پر بھروسہ نہ ہو اور) نفس پر (خوف ہو کہ) ودیعت میں (خیانت کرے گا تو) ایسی صورت میں (اس شخص کے لئے ودیعت کو لینا

مکروہ ہے) خوفِ خیانت کی وجہ سے، مگر ودیعت کا مالک اس شخص کے حال سے واقف ہو تو
پھر اس کے لئے لینا مکروہ بھی نہ ہو گا (اگر کسی شخص کو) اپنے نفس کی امانت پر (بھروسہ ہو)
اور ودیعت کی حفاظت پر قادر ہو (تو) اس شخص کے لئے ودیعت کو لینا (مستحب ہے)
آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد میں رہتے ہیں جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد
میں رہتا ہے، اگر ودیعت کو لینے والا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود ہو تو ورنہ یہ اکیلا ہونے کی
صورت میں اس کے حق میں لینا واجب ہو گا لیکن حفاظت کی اجرت کے ساتھ (پھر ودیع پر
حفاظت لازم ہو گی حرزِ مثل میں) مطلب یہ ہیکہ ودیعت کے مختلف ہونے سے حفاظت کے
مقام بھی مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا اس مذکورہ مسئلہ میں جو چیز ودیعت ہو اس کی بھی حفاظت
ایسی جگہ میں کرنی لازم ہو گی جیسے مقام میں اس کے مانند چیزوں کی حفاظت کی جاتی ہو (اگر
ودیع سفر کا ارادہ کرے یا) ودیع کو (موت کا خوف ہو تو ودیعت کو) دونوں حالتوں میں (اس
کے مالک تک پہنچائے اگر ودیع مالک کو نہ پائے اور نہ اس کے وکیل کو) پائے (تو ودیعت کو
حاکم کے سپرد کر دے) اس لئے کہ حاکم مالک اور وکیل کے قائم مقام ہے (اگر حاکم نہ ہو تو
امین شخص کے) سپرد کرے اور اپنا سفر شروع کرے سفر کو مؤخر کرنے کا مکلف نہ ہو گا،
امانت دار حاکم کے موجود ہوتے ہوئے اگر امین شخص کے سپرد کرے تو ضامن ہو گا ہاں مگر
حاکم تو ہو لیکن امانت دار نہ ہو تو پھر حاکم کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے لہٰذا ایسی صورت میں
امین کے سپرد کرنے سے ضامن نہ ہو گا (اگر) ایسا (نہ کرے) یعنی سفر کا ارادہ کرنے یا موت
کا خوف ہونے پر ودیعت کو سپرد کرنے کا جو طریقہ بیان کیا گیا اس کے مطابق نہ کرے (اور
مر جائے اور ودیعت کی وصیت) بھی (نہ کی ہو یا ودیعت کے ساتھ سفر کیا ہو تو اس کا ضامن
ہو گا) کیونکہ اس صورت میں ودیعت ضائع کرنے کے مترادف ہے (مگر یہ کہ اچانک موت
واقع ہو یا) یہ کہ (شہر میں لوٹ مار جاری ہو یا آگ لگی ہو اور ان میں سے کسی چیز کی

وجہ سے) ودیعت کو سپرد کرنے پر (قادر نہ ہو اور ودیعت کے ساتھ سفر کرے) مطلب یہ ہیکہ "الا ان یموت فجأۃ" سے لیکر یہاں تک مستثنیات میں اگر ودیع وصیت کو ترک کرے یا ودیعت کے ساتھ سفر کرے تو ضامن نہ ہو گا (اور مالک جب ودیعت کو طلب کرے) ودیع یا اس کے وکیل سے (تو ودیع) یا اس کے وکیل (پر لازم ہو گا اس کو واپس لوٹانا) آگے مصنفؒ رد کی صورت بیان فرمارہے ہیں: (اس طرح کہ مالک اور ودیعت کے درمیان راہ چھوڑدے) مطلب یہ ہے کہ ودیع ودیعت کی حفاظت سے اپنے آپ کو سبکدوش کرے (اگر ودیع) ودیعت کو لوٹانے میں (بلا عذر تاخیر کرے) تو ضامن ہو گا کوتاہی کی وجہ سے، لیکن اگر عذر کی وجہ سے تاخیر کرے جیسے مودِع نے جس وقت طلب کیا اس وقت ودیع نماز میں مشغول یا قضاء حاجت وغیرہ میں مشغول تھا تو اس صورت میں مشغول چیز سے فراغت کے بعد ودیعت لوٹانے میں جو تاخیر ہوئی اس کی وجہ سے ضامن نہ ہو گا (یا ودیع ودیعت کو دوسرے کے پاس سفر کئے بغیر اور بنا ضرورت ودیعت رکھے یا ودیع اپنے مال میں ودیعت کو ملائے یا مودِع کے مال میں) ملائے (اس طرح کہ) ملانے کے بعد دونوں کے مال میں (تمیز نہ ہو) مودِع یعنی ودیعت کا مالک [یعنی ودیعت رکھنے کے لئے دینے والا] (یا ودیع ودیعت کو استعمال کرے یا) ودیع (ودیعت کو حفاظت کی جگہ سے نکالے تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرے) جیسے ودیعت جانور ہو تو اس کو اصطبل یعنی جانوروں کے رہنے کی جگہ سے نکالے تاکہ اس پر سوار ہو (لیکن) فائدہ کی غرض سے نکالنے کے بعد (اس سے فائدہ حاصل نہ ہو) اور نہ اس پر سوار ہو، تو بھی ودیعت کا ضامن ہو گا اس لئے کہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے نکالنا خیانت ہے (یا ودیعت کی حفاظت اس کے لائق جگہ سے کمتر درجہ کی جگہ میں کرے) مطلب یہ ہیکہ اس کے مناسب جگہ سے کمتر جگہ میں حفاظت کرے تو ضامن ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں ودیعت کو ضائع کرنے والے کے درجہ میں ہے (یا مالک ودیع

سے کہے ودیعت کی حفاظت اس محفوظ جگہ میں کر لیکن مالک نے جس جگہ میں رکھنے کا حکم دیا تھا اس سے کم درجہ حفاظت کی جگہ میں ودیع ودیعت کو رکھے اور یہ جگہ بھی) جس میں ودیع نے رکھا ہے (ودیعت کی محفوظ جگہ ہو تو) اس میں بھی اور ''فان أخر بلاعذر'' سے لیکر یہاں تک کے تمام مسائل میں (ودیع ودیعت کا ضامن ہو گا)

(مودِع اور ودیع میں سے ہر ایک کے لئے) عقد ودیعت کو (جب چاہے) تب (فسخ کرنا جائز ہے) مگر اس ودیع کے علاوہ دوسرا کوئی وہاں موجود نہ ہو تو پھر اس کے لئے فسخ کرنا جائز نہ ہو گا [کیونکہ اس صورت میں ودیعت کو لینا یعنی اس کی حفاظت اس کے حق میں واجب ہو جاتی ہے جیسا کہ ما قبل میں گزر گیا]

(اگر) مودِع اور ودیع (ان میں سے کسی کی موت واقع ہو یا) ان میں سے (کوئی مجنون ہو یا) ان میں سے (کسی پر بے ہوشی طاری ہو تو ودیعت فسخ ہو گی) اس لئے کہ یہ عقد ہے اور ان چیزوں سے عقد باطل ہو جاتا ہے (اور مودَع کا قبضہ امانت ہے) یہاں مودَع سے مراد ''ودیع'' ہے مطلب یہ ہیکہ مودِع کے ودیع پر کسی چیز کا دعویٰ کرنے کی صورت میں ودیع کی بات قسم سے قبول کی جائے گی، اس لئے کہ ودیع امین ہے [یہ ہی وجہ ہے کہ مصنفؒ نے فرمایا: ودیع کا قبضہ امانت ہے یعنی ودیع نے بطور امانت قبضہ کیا ہے] (اصل ایداع) یعنی فی نفسہ ودیعت (میں) یہ ایک صورت (یا) ودیعت کو مودِع کے پاس (واپس لوٹانے میں) یہ دوسری صورت (یا ضائع ہونے میں) یہ تیسری صورت ان مذکورہ تینوں صورتوں میں (ودیع کا قول مانا جائے گا) پہلی صورت میں اس لئے کہ اصل عدم ایداع ہے، دوسری صورت میں اس لئے کہ مودِع نے ودیعت رکھنے میں ودیع کو امین سمجھا ہے لہٰذا ودیع کا قول مانا جائے گا اور تیسری صورت میں اس لئے کہ ضائع ہونے پر گواہ قائم کرنا دشوار ہے چاہے تلف کا دعویٰ سبب ظاہر کی وجہ سے ہو یا خفی کی وجہ سے (اگر ودیع) مودِع سے (کہے

تونے میرے پاس کوئی چیز ودیعت نہیں رکھی یا) کہے تونے میرے پاس ودیعت رکھی تھی لیکن (میں نے اسے تیرے پاس واپس لوٹادیا یا) ودیع کہے (ودیعت ضائع ہوئی) میری (زیادتی کے بغیر تو) ان تمام مسائل میں (ودیع) کے قول (کی تصدیق کی جائے گی قسم کے ساتھ) اس لئے کہ ان مسائل میں ودیع کا قول قابلِ قبول ہے (اور مودِع کی طرف سے لفظ کا ہونا شرط ہے) جو لفظ طلبِ حفاظت پر دلالت کرتا ہو چاہے پھر وہ لفظ عقد کا صیغہ ہو (جیسے) مودِع کہے ودیع سے (میں نے تیرے پاس) یہ چیز (ودیعت رکھی اور میں نے تجھے) اس چیز پر (محافظ بنایا) یا مودِع کا حفاظت پر دلالت کرنے والا لفظ عقد کا صیغہ نہ ہو جیسے مودع کہے ودیع سے: تو اس چیز کی حفاظت کر یا کہے: یہ چیز تیرے پاس ودیعت ہے (اور) ودیع کا (قبول کرنا شرط نہیں ہے) بلکہ شرط عدم رد ہے جیسا کہ باب الوکالۃ میں گزر گیا اسی لئے مصنفؒ نے فرمایا: (بلکہ) لفظ کے بغیر وکالت کی طرح (قبضہ کرنا کافی ہے) اس لئے کہ یہ توکیل ہے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْعَارِيَّةِ)

(تَصِحُّ مِنْ كُلِّ جَائِزِ التَّصَرُّفِ مَالِكٍ لِلْمَنْفَعَةِ وَلَوْ بِإِجَارَةٍ وَيَجُوزُ إِعَارَةُ كُلِّ مَا يُنْتَفَعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ عَيْنِهِ بِشَرْطِ لَفْظٍ مِنْ أَحَدِهِمَا وَيَنْتَفِعُ بِحَسَبِ الْإِذْنِ فَيَفْعَلُ الْمَأْذُونَ فِيهِ أَوْ مِثْلَهُ أَوْ دُونَهُ إِلَّا أَنْ يَنْهَاهُ عَنِ الْغَيْرِ فَإِنْ قَالَ ازْرَعْ حِنْطَةً جَازَ الشَّعِيرُ لَا عَكْسُهُ فَإِنْ قَالَ ازْرَعْ وَأَطْلَقَ زَرَعَ مَاشَاءَ فَإِنْ رَجَعَ قَبْلَ وَقْتِ الْحَصَادِ بَقِيَ إِلَى الْحَصَادِ لَكِنْ بِأُجْرَةٍ إِنْ أَذِنَ مُطْلَقاً وَبِغَيْرِهَا إِنْ أَذِنَ فِي مُعَيَّنٍ فَزَرَعَهُ وَإِنْ قَالَ اغْرِسْ أَوِ ابْنِ ثُمَّ رَجَعَ فَإِنْ كَانَ شَرَطَ عَلَيْهِ الْقَلْعَ قَلَعَ وَإِنْ لَمْ يَشْرِطْ وَاخْتَارَ الْمُسْتَعِيرُ الْقَلْعَ قَلَعَ وَإِنْ لَمْ يَخْتَرْ فَالْمُعِيرُ بِالْخِيَارِ بَيْنَ تَبْقِيَتِهِ بِأُجْرَةٍ وَبَيْنَ قَلْعِهِ وَضَمَانِ أَرْشِ مَانَقَصَ بِالْقَلْعِ وَلَهُ الرُّجُوعُ فِي الْإِعَارَةِ مَتٰى شَاءَ إِلَّا أَنْ يُعِيرَ أَرْضاً لِلدَّفْنِ فَإِنَّهُ لَا يَرْجِعُ فِيهَا مَالَمْ يَبْلَ الْمَيِّتُ وَالْعَارِيَّةُ مَضْمُونَةٌ فَإِنْ تَلِفَتْ بِغَيْرِ الْإِسْتِعْمَالِ الْمَأْذُونِ فِيهِ وَلَوْ بِغَيْرِ تَفْرِيطٍ ضَمِنَهَا بِقِيمَتِهَا يَوْمَ التَّلَفِ فَإِنْ تَلِفَتْ بِالْإِسْتِعْمَالِ الْمَأْذُونِ فِيهِ لَمْ يَضْمَنْ وَمُؤْنَةُ الرَّدِّ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُعِيرَ)

(باب العارية)

(عاریت کا بیان)

عاریت کی تعریف

عاریّہ یا کی تشدید کے ساتھ یا عاریَہ تخفیف یعنی بلا تشدید کے، عاریہ نام ہے اس چیز کا جو عاریت پر دی جائے [جیسے ڈول وغیرہ] اور کبھی نفس عقد کو عاریت کہتے ہیں، یہ عار سے مشتق ہے جس کے معنی ہے سرعت سے آنا جانا،

شرعاً: عین کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اٹھائے اور بعد میں واپس کردے اسے [شرعاً] عاریت کہتے ہیں (كفاية الأخيار ص ۳۸۱)

آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (سورۂ ماعون،۷) جمہور مفسرین نے ماعون کی تفسیر میں وہ چیزیں بیان کی ہیں جو پڑوسی آپس میں ایک دوسرے سے عاریتاً لیتے ہیں [جیسے کرسی وغیرہ]

حدیث: آپ ﷺ نے حضرت ابی طلحہ سے گھوڑا عاریتاً لیا اور اس پر سوار ہوئے،

عاریت کے ارکان

(۱) مستعیر [عاریت لینے والا] (۲) معیر [عاریت دینے والا] (۳) معار [جو چیز عاریتاً دی جائے] (۴) صیغہ [وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے]

(ہر وہ شخص جس کا تصرف جائز ہو) اور (وہ منفعت کا مالک ہو اگرچہ اجرت سے تو اس کی عاریت صحیح ہوتی ہے) یعنی اس کا عاریتاً دینا صحیح ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ شخص بالغ، عاقل، رشید اور مختار ہو، بچہ اور پاگل کا عاریت دینا صحیح نہیں اور جس پر سفاہت اور تنگ دستی کی وجہ سے حجر لگایا گیا ہو ان کا بھی عاریت دینا صحیح نہیں،

معیر کے حق میں عین کا مالک ہونا شرط نہیں ہے بلکہ منفعت کا مالک ہونا کافی ہے اگرچہ منفعت کا مالک اجرت یا وصیت [وغیرہ] سے ہو،

(اور ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے اس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے اس چیز کو عاریتاً دینا جائز ہے) اور ضروری ہے کہ منفعت مباح ہو جیسے جانور پر سوار ہونا وغیرہ، جس چیز سے انتفاع [فائدہ اٹھانا] ممکن نہ ہو اس کو اور جس چیز کا انتفاع مباح نہ ہو اس کو عاریتاً دینا جائز نہیں، جیسے کھیل کود کے آلات وغیرہ، اور جس کا عین انتفاع کے وقت ختم ہو جاتا ہو جیسے کھانا اس کو عاریتاً دینا جائز نہیں (بشرطیکہ مستعیر اور معیر دونوں میں سے کسی ایک سے) عاریت کا (لفظ ہو) جیسے مستعیر معیر سے کہے: تیری سواری مجھے عاریتاً دیدے تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں پھر معیر اپنی سواری اسے دیدے، یا معیر مستعیر سے کہے: یہ سواری لے اور اس پر سوار ہو کر فائدہ حاصل کر پھر مستعیر اسے لے لے،

جس چیز کا فی الحال نفع نہ ہو ہاں مستقبل میں نفع کی امید ہو تو عاریت پر دینا درست ہے یا نہیں

بلا تعیین وقت یا اتنے وقت کے لئے دینا کہ جس میں فائدہ اٹھانا ممکن ہو درست ہے ورنہ نہیں، واما ما يتوقع نفعه فی المستقبل_ ان كانت مطلقة او مؤقتة بزمن يمكن الانتفاع به صحت والا فلا (اقناع ج ١ ص ٣٠٤) بہر حال مستقبل میں نفع کی امید ہو تو۔ اگر مطلق دینا لینا ہو یا ایسے وقت کے ساتھ مقید ہو جس میں فائدہ اٹھانا ممکن ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، مثلاً کسی چیز سے فائدہ اٹھانا تین مہینے کے بعد ممکن ہو اور دو مہینے تک کے لئے لینا دینا ہو تو صحیح نہیں اگر چار مہینے کے لئے ہو تو صحیح ہے،

(اور اجازت کے مطابق فائدہ اٹھائے لہٰذا وہ کام کرے جس کی اجازت دی ہو) ایسا کام نہ کرے جس میں ماذون فیہ سے زیادہ ضرر ہو (یا ماذون فیہ کے مانند فعل کرے) یعنی ضرر ونقصان میں اس کے برابر ہو (یا ماذون فیہ سے کم) ضرر والا کام کرے (مگر یہ کہ معیر متعین کردہ فعل کے علاوہ سے منع کرے) مطلب یہ ہے کہ معیر نے مستعیر کے لئے فعل متعین کر دیا ہو اور اس کے علاوہ فعل سے منع کر دیا ہو تو مستعیر کے لئے نہ تو ایسا فعل جائز ہوگا جس کا ضرر اس کے برابر ہو اور نہ تو اس سے کم ضرر والے فعل کا کرنا (اگر معیر کہے) اس زمین میں (گیہوں بو) جو میں نے تجھے عاریت پر دی ہے (لیکن) مستعیر (جَو) بوئے (تو جائز ہے) بشرطیکہ غیر کو بونے سے منع نہ کیا ہو جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہے، اس لئے کہ ضرر کے اعتبار سے جَو بونا گیہوں کے بدلہ بہت ہی خفیف ہے (اس کے برعکس جائز نہیں) یعنی معیر کہے جَو بو تو گیہوں بونا جائز نہیں اس لئے کہ ارض معار میں ضرر کے اعتبار سے گیہوں بہ نسبت جو کے اعظم ہے (اگر معیر) مستعیر سے (کہے بیج بو اور) بونے کی اجازت کو (مطلق رکھے تو مستعیر جو چاہے بوئے) جائز ہے اجازت مطلق ہونے کی بناپر (لیکن اگر معیر کاٹنے

کے وقت سے پہلے) اذن مطلق سے (رجوع کرے) یعنی جو چیز بویا ہے اس کے تیار ہونے سے پہلے رجوع کرے یعنی مالک زمین کی واپسی کا مطالبہ کرے (تو کاٹنے تک زرع) یعنی جو بیج بویا ہے وہ (باقی رہے گی لیکن اجرت سے) مطلب یہ ہیکہ رجوع کے بعد معیر جو صبر کرے گا اس کی اجرت زارع یعنی بونے والے پر لازم ہو گی (اگر) بیج بونے کی (اجازت مطلق ہو تو) زارع پر اجرت لازم ہو گی (بلا اجرت صبر کرنا معیر پر لازم نہ ہو گا، اگر معیر نے متعین) چیز سے انتفاع (کی اجازت دی ہو اور مستعیر نے وہ متعین چیز بویا ہو تو) یعنی اس صورت میں اجرت لازم نہ ہو گی، جیسے گیہوں بونے کی اجازت پر گیہوں بویا ہو اور جو بونے کی اجازت پر جو بویا ہو، [وغیرہ]

(اور اگر معیر کہے پودا لگایا) گھر وغیرہ کی (تعمیر کر پھر) اجازت کے بعد معیر (رجوع کرے) اذن سے یعنی واپس لینا چاہے (تو) معار زمین کے بارے میں تفصیل ہے کہ: (اگر معیر نے مستعیر پر شرط لگائی ہو) پودا یا تعمیر (توڑنے کی تو توڑے) اور توڑنا شرط پر عمل کرتے ہوئے مستعیر پر واجب ہو گا اور توڑنے کی وجہ سے زمین میں جو اونچ نیچ پیدا ہوا اس کی برابری بھی کرنا مستعیر پر لازم ہو گی اگر برابر کرنے کی شرط ہو تو (مغنی المحتاج ج۲ص۳۳۵) (اور اگر) مستعیر پر توڑنے کی (شرط نہ لگائی ہو لیکن مستعیر توڑنا پسند کرے تو توڑے) بلا معاوضہ، اور اس کی وجہ سے مستعیر پر زمین کی برابری بھی لازم ہو گی، اس لئے کہ اس نے اپنے اختیار سے توڑا ہے (اور اگر) مستعیر توڑنا (پسند نہ کرے تو معیر کے حق میں اجرت کے بدلہ میں) جو اجرت مستعیر معیر کو دے گا زمین کے بدلہ میں (اس کو) یعنی لگائے ہوئے پودے یا تعمیر کو (باقی رکھنے کے) درمیان (اور توڑنے کے درمیان اختیار رہے گا اور توڑنے کی وجہ سے) قیمت میں (جو کمی آئی اس کی بھرپائی کا) معیر (ضامن ہو گا اور معیر کے لئے عاریت میں جب چاہے) تب (رجوع کرنا جائز ہے) مطلب یہ ہیکہ معار کو

جب چاہے تب واپس لینا جائز ہے، جب مستعیر مر جائے تو اس کے ورثاء پر واجب ہے معار کو واپس لوٹانا اگرچہ معیر نے مطالبہ نہ کیا ہو، آگے مصنفؒ رجوع کے جواز سے استثناء کر رہے ہیں: (مگر یہ کہ زمین تدفین کے لئے عاریت ہو تو اس عاریت میں رجوع جائز نہ ہو گا جبکہ میت بوسیدہ نہ ہوئی ہو) اور اگر بوسیدہ اور مٹی ہو جائے تو اس صورت میں رجوع جائز ہو گا،

(اور عاریت مضمونہ ہے) یعنی عاریت لینے سے مستعیر اس کا ضامن بنتا ہے (لہٰذا) مصنفؒ آگے اس کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں کہ: (اگر عاریت ماذون فیہ استعمال کے علاوہ) میں استعمال کرنے (سے ضائع ہو تو) اس صورت میں (اگرچہ) مستعیر کی (زیادتی کے بغیر) جیسے آسمانی آفت سے ضائع (ہو) تو بھی (مستعیر تلف کے دن کی عاریت کی قیمت کا ضامن ہو گا) مطلب یہ ہیکہ جس دن عاریت تلف ہوئی اس دن عاریت کی جو قیمت ہو گی اس قیمت کا ضامن ہو گا (اور اگر عاریت ماذون فیہ استعمال سے ضائع ہو تو مستعیر ضامن نہ ہو گا) اجازت ہونے کی بنا پر جیسے پہننے کی وجہ سے کپڑا پرانا ہو جائے تو ضامن نہ ہو گا، اس لئے کہ کپڑے کو پہننا ماذون فیہ [یعنی پہننے کی اجازت] کے مطابق پہننا ہے، معار [یعنی جو چیز مستعیر کے پاس عاریت ہے اس] کا خرچ مالک کے ذمہ لازم ہو گا اس لئے کہ مالک کا خرچ کرنا ملکیت کے حقوق میں سے ہے (اور) معار کو مالک سے لیکر مستعیر پر (منتقل کرنے کا خرچ مستعیر کے ذمہ) لازم (ہو گا) اسی طرح (معار) کو مالک پر واپس لوٹانا ہو تو بھی معار کا خرچ مستعیر کے ذمہ لازم ہو گا،

(اور مستعیر کے لئے جائز نہیں ہے کہ معار چیز) دوسرے کو معیر کی اجازت کے بغیر (عاریت دے) اس لئے کہ یہ محل منفعت کا مالک نہیں ہے،

عاریت دیتے وقت تعیین وقت لازم ہے یا نہیں

دونوں بھی صورتیں درست ہیں، وتصح العارية مطلقة ومقيدة بمدة كشهر (الفاظ ابی شجاع مع اقناع) تعیین زمانہ کے بغیر عاریت پر دینا درست ہے اسی طرح تعیین وقت کے ساتھ مثلاً ایک مہینہ کے لئے یہ بھی درست ہے،

کیا مدت معین کے لئے عاریۃً لی ہوئی چیز میں وہ کام مکرر کرسکتے ہیں جس کے لئے وہ چیز لی گئی ہو مثلاً عاریۃً لی ہوئی زمین میں مکرر بناء کرنا یا پودے لگانا جائز ہے یا نہیں

مدت معینہ کے لئے لی ہوئی چیز میں مستعیر وہ کام مکرر کرسکتا ہے جس کام کے لئے اس کو لیا ہو، زمین عمارت بنانے کے لئے یا پودے لگانے کے لئے لی ہو تو اس میں مکرر بناء کرنا اور پودے لگانا جائز ہے جب تک مدت مقررہ ختم نہ ہو یا معیر رجوع نہ کرے [یعنی واپس نہ لے] اگر عاریت مطلق ہو یعنی وقت کی تعیین نہ ہو تو فقط ایک مرتبہ جائز ہے اگر بنائی ہوئی چیز یا پودوں کو اکھیڑ دے تو دوبارہ نہیں کرسکتا از سر نو اجازت لئے بغیر ہاں البتہ یکے بعد دیگرے تجدید کی صراحت کی ہو چاہے اعارہ مطلق ہو یا مؤقت (اقناع ج ۱ ص ۳۰۵)

عاریت کے لوٹانے میں معیر ومستعیر میں اختلاف ہو تو کس کی تصدیق ہوگی

معیر کی تصدیق ہوگی قسم سے، ولو اختلف المعير والمستعير فی رد العارية صدق المعير بيمينه (اقناع ج ۱ ص ۳۰٦) اگر معیر اور مستعیر کا اختلاف ہو جائے عاریت کو لوٹانے کے بارے میں تو معیر کی بات مانی جائے گی قسم سے،

جس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو وہ اس چیز کے مالک سے کہے کہ تو نے مجھے یہ چیز عاریت دی ہے اور مالک کہے میں نے تجھے اجرت پر دی ہے یا کہے تو نے غصب کی ہے تو ایسی صورت میں کس کی بات مانی جائے گی

مذکورہ صورت میں مالک کی بات مانی جائے گی (اقناع ج ۱ ص ۳۰٦)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْغَصْبِ)

(هُوَ الْاِسْتِیْلاءُ عَلٰی حَقِّ الْغَیْرِ عُدْوَانًا فَمَنْ غَصَبَ شَیْئًا لَہٗ قِیْمَۃٌ وَاِنْ قَلَّتْ لَزِمَہٗ رَدُّہٗ اِلَّا اَنْ یَتَرَتَّبَ عَلٰی رَدِّہٖ تَلَفُ حَیَوَانٍ اَوْ مَالٍ مَعْصُوْمَیْنِ مِثْلُ اَنْ غَصَبَ لَوْحًا فَسَمَّرَہٗ عَلٰی خَرْقِ سَفِیْنَۃٍ فِیْ وَسَطِ الْبَحْرِ وَفِیْہَا مَالٌ لِغَیْرِ الْغَاصِبِ اَوْ حَیَوَانٌ مَعْصُوْمٌ فَاِنْ تَلِفَ عِنْدَہٗ اَوْ اَتْلَفَہٗ فَاِنْ کَانَ مِثْلِیًّا ضَمِنَہٗ بِمِثْلِہٖ فَاِنْ تَعَذَّرَ الْمِثْلُ فَبِالْقِیْمَۃِ اَکْثَرَ مَا کَانَتْ مِنَ الْغَصْبِ اِلٰی تَعَذُّرِ الْمِثْلِ وَاِنْ کَانَ مُتَقَوَّمًا ضَمِنَہٗ بِقِیْمَتِہٖ اَکْثَرَ مَا کَانَتْ مِنَ الْغَصْبِ اِلَی التَّلَفِ حَتّٰی لَوْ زَادَ عِنْدَ الْغَاصِبِ بِاَنْ سَمِنَ لَزِمَہٗ قِیْمَتُہٗ سَمِیْنًا سَوَاءٌ ھَزِلَ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْ لَا فَاِنِ اخْتَلَفَا فِیْ قَدْرِ الْقِیْمَۃِ اَوْ فِی التَّلَفِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْغَاصِبِ اَوْ فِی الرَّدِّ فَقَوْلُ الْمَالِکِ وَاِنْ رَدَّہٗ نَاقِصَ الْعَیْنِ اَوِ الْقِیْمَۃِ لِعَیْبٍ اَوْ نَاقِصَہُمَا ضَمِنَ الْاَرْشَ وَاِنْ نَقَصَتِ الْقِیْمَۃُ بِانْخِفَاضِ السِّعْرِ فَقَطْ لَمْ یَلْزَمْہُ شَیْءٌ وَاِنْ کَانَ لَہٗ مَنْفَعَۃٌ ضَمِنَ اُجْرَتَہٗ لِلْمُدَّۃِ الَّتِیْ قَامَ فِیْ یَدِہٖ سَوَاءٌ اِنْتَفَعَ بِہٖ اَمْ لَا لٰکِنْ لَا یَلْزَمُہٗ مَھْرُ الْجَارِیَۃِ الْمَغْصُوْبَۃِ اِلَّا اَنْ یَطَأَھَا وَھِیَ غَیْرُ مُطَاوِعَۃٍ وَالْمِثْلِیُّ ھُوَ مَا حَصَرَہٗ کَیْلٌ اَوْ وَزْنٌ وَجَازَ فِیْہِ السَّلَمُ کَالْحُبُوْبِ وَالنُّقُوْدِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ وَالْمُتَقَوَّمُ غَیْرُ ذٰلِکَ کَالْحَیَوَانَاتِ وَالْمُخْتَلَطَاتِ کَالْھَرِیْسَۃِ وَکُلُّ یَدٍ تَرَتَّبَتْ عَلٰی یَدِ الْغَاصِبِ فَھِیَ یَدُ ضَمَانٍ سَوَاءٌ عَلِمَتْ بِالْغَصْبِ اَمْ لَا فَلِلْمَالِکِ اَنْ یُضَمِّنَ الْاَوَّلَ وَالثَّانِیَ لٰکِنْ لَوْ کَانَتِ الْیَدُ الثَّانِیَۃُ عَالِمَۃً بِالْغَصْبِ اَوْ جَاھِلَۃً وَھِیَ یَدُ ضَمَانٍ کَغَصْبٍ اَوْ عَارِیَۃٍ اَوْ لَمْ تَکُنْ وَبَاشَرَتِ الْاِتْلَافَ فَقَرَارُ الضِّمَانِ عَلَی الثَّانِیْ اَیْ اِذَا غَرَّمَہُ الْمَالِکُ لَا یَرْجِعُ عَلَی الْاَوَّلِ وَاِنْ غَرَّمَ الْاَوَّلَ رَجَعَ عَلَیْہِ وَاِنْ جَھِلَتِ الْغَصْبَ وَھِیَ یَدُ اَمَانَۃٍ کَوَدِیْعَۃٍ فَالْقَرَارُ عَلَی الْاَوَّلِ وَاِنْ غَرِمَ الْاَوَّلُ فَلَا وَاِنْ غَصَبَ کَلْبًا فِیْہِ مَنْفَعَۃٌ اَوْ جِلْدَ مَیْتَۃٍ اَوْ خَمْرًا مِنْ ذِمِّیٍّ اَوْ مِنْ مُسْلِمٍ وَھِیَ مُحْتَرَمَۃٌ لَزِمَہُ الرَّدُّ فَاِنْ اَتْلَفَ ذٰلِکَ لَمْ یَضْمَنْہُ فَاِنْ دُبِغَ الْجِلْدُ اَوْ تَخَلَّلَتِ الْخَمْرَۃُ فَھُمَا لِلْمَغْصُوْبِ مِنْہُ)

(باب الغصب)

(غصب کا بیان)

غصب کی تعریف

لغت میں: ظلماً کسی چیز کے لینے کو غصب کہتے ہیں،

شرعی تعریف خود مصنف ؒ نے شروع میں ہی بیان فرمائی ہے،

غصب کا حکم

غصب گناہ کبیرہ ہے اگرچہ مغصوب [غصب کی ہوئی چیز] تھوڑی ہو،

آیت: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (سورۂ نساء ۲۹) اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ (ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: جو ظلماً ایک بالشت زمین پر قبضہ کرے تو اسے [قیامت کے دن] ساتوں زمین کا طوق پہنایا جائے گا،

(ناحق دوسرے کے حق پر قبضہ کرنے کو غصب کہتے ہیں) یہ غصب کی شرعی تعریف ہے (جو شخص ایسی چیز کو غصب کرے جس کی قیمت ہو) یعنی وہ چیز قیمت والی ہو (اگرچہ) قیمت (تھوڑی) ہو (تو غاصب) یعنی غصب کرنے والے (پر اس مغصوب کو واپس لوٹانا لازم ہو گا) اور واپس لوٹانے سے غاصب اس وقت ذمہ سے بری ہو گا جبکہ مالک یا اس کے وکیل کے پاس پہنچائے، اگر غاصب مودع یا مرتہن کے پاس سے غصب کرے تو مودع یا مرتہن کے پاس واپس لوٹانے سے اصح قول کے مطابق بری ہو گا،

اعتراض اور جواب

اعتراض: مغصوب چیز متقوم [یعنی قیمت والی] ہو یا نہ ہو غاصب پر لوٹانا لازم ہے پھر مصنفؒ نے "له قيمة" کی قید ذکر فرما کر مغصوب چیز کا واپس لوٹانا متقوم چیز کے ساتھ کیوں خاص کیا؟

جواب: مصنفؒ کی ذکر کردہ قید "له قيمة" یہ حقیقت میں تقیید کے معنی میں نہیں ہے بلکہ مراد اس سے وہی ہے جو شارح فرماتے ہیں کہ: أي لزم الغاصب له رد المغصوب المذكور وان لم يكن متمولا سواء كان مالا كحبة برام لا ككلب نافع وزبل الخ (فیض ج ۲ ص ۵۹) غاصب پر لازم ہے مغصوب چیز کو واپس لوٹانا اگرچہ مغصوب چیز متمول [متقوم] نہ

ہو چاہے غصب کردہ مال گیہوں کا ایک دانہ ہو یا مغصوب چیز متمول نہ ہو جیسے نافع کتا اور گوبر۔(مگر یہ کہ) مغصوب چیز (واپس لوٹانے پر محترم جانور یا محترم مال کا ضائع ہونا لازم آتا ہو) تو مغصوب چیز واپس لوٹانا لازم نہ ہوگا، آگے مصنف ؒ اس کی مثال بیان فرمارہے ہیں: (مثلاً یہ کہ غاصب بیچ سمندر میں تختہ کو غصب کرے اور اس) مغصوب تختہ (کو) واپس نہ کرتے ہوئے (کشتی کے پھٹن پر چسپاں کردے اور کشتی میں غاصب کے علاوہ کا مال ہو یا محترم جانور) ہو مطلب یہ ہیکہ مذکورہ صورت میں مغصوب چیز واپس لوٹانے سے مال یا محترم جانور کا ضائع ہونا لازم آئے گا اسی لئے ایسی صورت میں مغصوب چیز کو واپس نہ لوٹاتے ہوئے اس کی قیمت دینا لازم ہوگا، لیکن کشتی اگر صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ جائے تو اس غصب کردہ تختہ کو نکال کر مالک کے سپرد کرے اور دی ہوئی قیمت واپس لے لے،

(اگر مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہو) آفت سماوی سے یہ ایک صورت (یا غاصب مغصوب کو ضائع کرے) یہ دوسری صورت (تو) ان دونوں صورتوں میں تفصیل ہے کہ: (اگر مغصوب چیز مثلی ہو) یعنی مغصوب چیز کی جیسی دوسری چیز موجود ہو (تو غاصب مغصوب چیز کی مثل کا) یعنی مغصوب جیسی دوسری چیز کا (ضامن ہوگا اگر مثلی چیز) کو واپس لوٹانا (دشوار ہو) اس وجہ سے کہ یا تو اس کا وجود ہی نہ ہو یا وجود تو ہو لیکن ثمن مثل سے زیادہ میں ملتی ہو (تو غصب سے لیکر مثل کے تعذر تک جتنی قیمتیں ہوں گی ان میں سب سے زیادہ قیمت لازم ہوگی) مطلب یہ ہیکہ قیمت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اتنے وقت میں ہونے والی مختلف قیمتوں میں سے اعلیٰ قیمت لازم ہوگی (اور اگر) مغصوب مثلی نہ ہو بلکہ (قیمتی ہو تو غصب سے تلف ہونے تک ہونے والی قیمتوں میں اکثر و اعلیٰ کا ضامن ہوگا، یہاں تک کہ

اگر غاصب کے پاس مغصوب میں اضافہ ہو اس طور پر کہ) مغصوب جانور ہو تو اچھا چارہ کھلانے کی وجہ سے (موٹا ہو تو غاصب پر مغصوب کی قیمت موٹے پن کے ساتھ لازم ہو گی چاہے موٹا ہونے کے بعد دبلا ہوا ہو یا) دبلا (نہ ہوا ہو اگر غاصب اور مالک کا) مغصوب کی (قیمت کی مقدار میں) اختلاف ہو جائے، یہ ایک صورت (یا) غاصب اور مالک کا مغصوب (ضائع ہونے کے بارے میں اختلاف ہو جائے) یہ دوسری صورت (تو غاصب کا قول مانا جائے گا) قسم کے ساتھ مذکورہ دونوں صورتوں میں، پہلی صورت میں اس لئے کہ اصل غاصب کا زیادتی سے بری ہونا ہے اور دوسری صورت میں اس لئے کہ ہو سکتا ہے وہ صادق ہو اور گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو (یا) غاصب اور مالک کا مغصوبہ چیز کو (واپس لوٹانے کے بارے میں) اختلاف ہو جائے (تو مالک کا قول مانا جائے گا) اور تصدیق کی جائے گی عدم رد میں، اس لئے کہ اصل عدم رد ہے (اور اگر غاصب عین مغصوبہ کو واپس کرے درانحالیکہ اس میں نقص ہو) جیسے غاصب نے زیتون کے تیل کو غصب کر کے جوش دینے کی وجہ سے تیل میں نقص ہوا نہ کہ اس کی قیمت میں، یہ ایک صورت (یا) غاصب عین مغصوبہ کو واپس کرے درانحالیکہ (عیب کی بنا پر) عین مغصوبہ کی (قیمت میں) نقص ہو یہ دوسری صورت (یا) غاصب عین مغصوبہ کو واپس کرے درانحالیکہ اس کے (عین اور قیمت دونوں میں نقص ہو) یہ تیسری صورت (تو) تینوں صورتوں میں (بھرپائی کا ضامن ہو گا) پہلی صورت میں صرف عین مغصوبہ میں نقص کا ضامن ہو گا دوسری صورت میں صرف عین مغصوبہ کی قیمت میں نقص کا اور تیسری صورت میں فی نفسہ عین مغصوبہ میں نقص کی اور اس کی قیمت میں نقص کی دونوں کی بھرپائی کا ضامن ہو گا (اور اگر) مغصوبہ کی (قیمت میں نقص صرف بازار میں قیمت کی کمی کی وجہ سے ہو تو غاصب پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی اور اگر مغصوب کے لئے منفعت ہو) یعنی مغصوب چیز ایسی ہو جس سے ایسا فائدہ ہو جس کے بدلہ میں اجرت حاصل ہوتی ہو

جیسے گھر[اور زمین]وغیرہ (توغاصب مغصوبہ چیز کی اتنی مدت کی اجرت کاضامن ہوگا جتنی مدت وہ) مغصوبہ چیز (غاصب کے قبضہ میں رہی چاہے غاصب نے مغصوبہ سے فائدہ اٹھایاہو یانہ اٹھایاہو) اس لئے کہ اعیان کی طرح منافع بھی متقوم ہوتے ہیں، مطلب یہ ہیکہ جس طرح فی نفسہ چیزوں سے قیمت حاصل ہوتی ہے اسی طرح منافع سے بھی قیمت حاصل ہوتی ہے (لیکن غاصب پر مغصوبہ باندی کی مہر لازم نہ ہوگی مگر یہ کہ غاصب نے باندی سے وطی کی ہو اور باندی وطی پر راضی نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ یاتو باندی سوئی ہوئی ہو اور غاصب نے اس حالت میں وطی کی ہو یا یہ کہ جبراً وطی کی ہو تو غاصب پر باندی کی مہر لازم ہوگی، اگر باندی راضی ہو وطی پر[یعنی بہ رضاور غبت باندی بھی ہمبستر ہوئی ہو]توغاصب پر مہر لازم نہ ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں باندی زانیہ ہے اور زانیہ کی مہر نہیں ہے،

آگے مصنف ؒ مثلی چیز کاضابطہ بیان فرمارہے ہیں:

(مثلی اس چیز کو کہتے ہیں جس کاحساب وضبط ناپ یاوزن سے کیاجاتاہو اور جس میں بیع سلم جائز ہو جیسے غلہ) اس میں گیہوں، جو، چاول اور حبوب کی جو بھی قسم ہو شامل ہے، یہ مثال کیل کی ذکر ہوئی (اور نقود) یعنی سوناچاندی، یہ مثال وزن کی ذکر ہوئی (اور نقود کے علاوہ) چیزیں بھی وزن میں شامل ہیں جیسے تانبا[پیتل] ہر قسم کامیوہ وغیرہ (اور متقوم چیزیں مثلی چیزوں کے علاوہ ہیں) متقوم چیزوں میں نہ ناپ اور نہ کیل سے حساب کیاجاتاہے اور نہ ان میں بیع سلم جائز ہوتی ہے (جیسے حیوانات اور مختلطات) مختلف اجزاء ملاکر جو چیز بنائی جائے اسے مختلطات کہتے ہیں (جیسے ہریسہ) اس کی تعریف باب السلم میں مذکور ہے (ید غاصب پر مرتب ہونے والا ہر ید یدِ ضمان ہے چاہے ید ثانیہ کو غصب کاعلم ہو یانہ ہو) جیسے کسی آدمی نے غاصب سے مغصوب کو خریدا تو مشتری ضامن ہوگا (اور مالک کو اختیار ہے چاہے تواول) یعنی غاصب (کوضامن بنائے یاثانی) یعنی مشتری (کو) ضامن بنائے (لیکن اگر ید

ثانیہ غصب کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور حال یہ ہو کہ اس کا ید)یعنی قبضہ (یدِ ضمان ہو جیسے اس نے غاصب سے غصب کیا ہو یا عاریت پر لیا ہو یا ید) ید ضمان (نہ ہو لیکن اس نے خود اس کو تلف کر دیا ہو تو ضمان دوسرے پر ثابت ہو گا یعنی اگر مالک تاوان ثانی سے لے تو ثانی اول سے وصول نہیں کرے گا اور اگر مالک اول سے تاوان لے تو اول ثانی سے وصول کرے گا، اگر ید ثانی کو غصب کا علم نہ ہو)یعنی دوسرے فرد کو پتہ نہ ہو کہ اول نے غصب کی ہے (اور حال یہ ہو کہ ید ثانی ید امانت ہو جیسے ودیعت ہو تو ضمان اول پر ثابت ہو گا اگر مالک اول سے)یعنی غاصب سے (تاوان لے تو اول ثانی سے وصول نہیں کرے گا)

(اور اگر کوئی) ایسے (کتے کو غصب کرے جس میں منفعت ہو) یعنی اس کتے سے نگہبانی یا شکار کا فائدہ ہو یہ ایک صورت (یا مردہ کی کھال کو) غصب کرے یہ دوسری صورت (یا ذمی سے شراب کو) غصب کرے یہ تیسری صورت (یا مسلمان سے) شراب کو غصب کرے (درانحالیکہ شراب محترم ہو) مطلب یہ ہیکہ چیز جو شراب بنی اس میں مسلمان کا شراب بنانے کا قصد نہیں تھا بلکہ قصد وارادہ تو سرکہ بنانے کا تھا اور وہ چیز شراب بن گئی اس لئے اسے محترم کہا گیا (تو) مذکورہ تمام صورتوں میں (غاصب پر لازم ہو گا) مغصوب کو (واپس لوٹانا) لیکن کتے میں منفعت نہ ہو تو اس کو واپس لوٹانا واجب نہ ہو گا، اور پالنے کے لئے رکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر شراب غیر محترم ہو یعنی مسلمان نے شراب شراب ہی کے قصد سے بنائی ہو یا شراب کو کافر ذمی نے بیع وغیرہ کے لئے ظاہر کی ہو تو اس کو بھی واپس لوٹانا واجب نہ ہو گا بلکہ شراب کو بہادے (اگر غاصب اس کو)یعنی مذکورہ تین چیزیں کتا، مردہ کی کھال اور شراب ان میں سے کسی چیز کو (ضائع کرے تو اس ضائع کردہ چیز کا ضامن نہ ہو گا) اس لئے کہ یہ چیز نہ مال ہے اور نہ اس کی قیمت ہے (غاصب اگر غصب کردہ کھال کو دباغت دے یا غصب کردہ شراب)خود بخود (سرکہ بن جائے تو) اس صورت میں بھی

(یہ دونوں چیزیں جس سے غصب کی تھیں اسی کے ہونگے) اس لئے کہ یہ سرکہ اور دباغت والی جلد مغصوب منہ کے ساتھ مختص چیز کی فرع ہے یعنی بنی ہوئی ہے،

کیادوسرے کے مال کو اپنامال سمجھ کرلیناغصب میں داخل ہے

ہاں مذکورہ صورت غصب میں داخل ہے مگر گناہ نہ ہو گا، **ودخل فی التعریف المذکور مالو اخذمال غیرہ یظنہ مالہ فانہ غصب وان لم یکن فیہ اثم** (اقناع ج۱ ص۳۰۷) مذکورہ تعریف کے اعتبار سے اگر کوئی دوسرے کامال اپنا سمجھ کرلے تو یہ غصب میں داخل ہو گا اگرچہ اس میں گناہ نہ ہو گا، لیکن علم ہونے کے بعد دوسرے کامال وغیرہ واپس لوٹانا لازم ہو گا اور جان بوجھ کر تاخیر کرنے سے گنہگار ہو گا،

کیاکسی دوسرے کی سواری پر سوار ہونااور بستر پر بیٹھناغصب ہے

ہاں غصب ہے اگرچہ منتقل نہ کیاہو اور ناحق قبضہ کرنے کا قصد نہ ہو، **فلو رکب دابۃ لغیرہ أو جلس علی فراشہ فغاصب وان لم ینقل ذلک ولم یقصد الاستیلاء** (اقناع ج۱ ص۳۰۷) اگر دوسرے کے جانور [سواری] پر سوار ہو یا بستر پر بیٹھے تو یہ غاصب ہے اگرچہ اس کو منتقل نہ کرے اور نہ تو قبضہ کا قصد ہو۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ

(بَابُ الشُّفْعَةِ)

(اِنَّمَا تَجِبُ فِیْ جُزْءٍ مُشَاعٍ مِنْ اَرْضٍ تَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ اِذَا مُلِکَتْ بِمُعَاوَضَةٍ فَيَأْخُذُهَا الشَّرِيْکُ اَوِ الشُّرَکَاءُ عَلٰی قَدْرِ حِصَصِهِمْ بِالْعِوَضِ الَّذِی اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْعَقْدُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِیْ فِیْ قَدْرِهٖ وَيُشْتَرَطُ اللَّفْظُ کَتَمَلَّکْتُ اَوْ اَخَذْتُ بِالشُّفْعَةِ وَيَجِبُ مَعَ ذٰلِکَ اِمَّا تَسْلِيْمُ الْعِوَضِ اِلَی الْمُشْتَرِیْ اَوْ رِضَاهُ بِکَوْنِهٖ فِیْ ذِمَّةِ الشَّفِيْعِ اَوْ قَضَاءُ الْقَاضِیْ لَهٗ بِالشُّفْعَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَمْلِکُ فَاِنْ کَانَ مَابَذَلَهُ الْمُشْتَرِیْ مِثْلِيًّا دَفَعَ مِثْلَهٗ وَاِلَّا فَقِيْمَتُهٗ حَالَ الْبَيْعِ اَمَّا الْمِلْکُ الْمَقْسُوْمُ کَالْبِنَاءِ وَالْغِرَاسِ اِذَا بِيْعَا مُنْفَرِدَيْنِ اَوْ مَاتَبْطُلُ بِالْقِسْمَةِ مَنْفَعَتُهُ الْمَقْصُوْدَةُ کَالْبِئْرِ وَالطَّرِيْقِ الضَّيِّقِ اَوْ مَامُلِکَ بِغَيْرِ مُعَاوَضَةٍ کَالْمَوْهُوْبِ اَوْ مَالَمْ يُعْلَمْ قَدْرُ ثَمَنِهٖ فَلَاشُفْعَةَ فِيْهِ وَاِنْ بِيْعَ الْبِنَاءُ وَالْغِرَاسُ مَعَ الْاَرْضِ اَخَذَهٗ بِالشُّفْعَةِ تَبَعاً لَهَا وَالشُّفْعَةُ عَلَی الْفَوْرِ فَاِذَا عَلِمَ فَلْيُبَادِرْ عَلَی الْعَادَةِ فَاِنْ اَخَّرَ بِلَاعُذْرٍ سَقَطَتْ اِلَّا اَنْ يَکُوْنَ الثَّمَنُ مُؤَجَّلاً فَيَتَخَيَّرُ اِنْ شَاءَ عَجَّلَ وَاَخَذَ وَاِنْ شَاءَ صَبَرَ حَتّٰی يَحِلَّ وَيَأْخُذَ وَلَوْ بَلَغَهُ الْخَبَرُ وَهُوَ مَرِيْضٌ اَوْ مَحْبُوْسٌ فَلْيُوَکِّلْ فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ بَطَلَتْ فَاِنْ لَمْ يَقْدِرْ اَوْ کَانَ الْمُخْبِرُ صَبِيًّا اَوْ غَيْرَ ثِقَةٍ اَوْ اَخْبَرَ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَسَارَ فِیْ طَلَبِهٖ فَهُوَ عَلٰی شُفْعَتِهٖ وَاِنْ تَصَرَّفَ الْمُشْتَرِیْ فَبَنٰی اَوْ غَرَسَ تَخَيَّرَ الشَّفِيْعُ بَيْنَ تَمَلُّکِ مَابَنَاهُ بِالْقِيْمَةِ وَبَيْنَ قَلْعِهٖ وَضَمَانِ اَرْشِهٖ وَاِنْ وَهَبَ الْمُشْتَرِی الشِّقْصَ اَوْ وَقَفَهٗ اَوْ بَاعَهٗ اَوْ رَدَّهٗ بِالْعَيْبِ فَلَهٗ اَنْ يَفْسَخَ مَا فَعَلَهُ الْمُشْتَرِیْ وَلَهٗ اَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْمُشْتَرِی الثَّانِیْ بِمَا اشْتَرٰی بِهٖ وَاِذَا مَاتَ الشَّفِيْعُ فَلِلْوَرَثَةِ الْاَخْذُ فَاِنْ عَفَا بَعْضُهُمْ اَخَذَ الْبَاقُوْنَ الْکُلَّ اَوْ يَدَعُوْنَ)

(باب الشفعة)

(شفعہ کا بیان)

شفعہ کی تعریف

لغت میں: شفعہ ملانے کو کہتے ہیں،

شرعاً: شریک قدیم [یعنی جو پہلے سے شریک ہو] کے لئے جبراً مالک بننے کا حق ثابت ہو شریک جدید [نئے شریک] پر اس چیز میں جس کا شریک جدید مالک بنا ہے معاوضہ سے [مثلاً دو بھائیوں کی آپس میں زمین ہے ایک بھائی نے اپنے حصہ کی زمین دوسرے کو بیچ دی

اب دوسرا جس نے خریدی شریک جدید ہوا ایسی صورت میں شریک قدیم کے لئے حق شفعہ حاصل ہونے کی وجہ سے جبراً شریک جدید کو نکال کر اس حصہ کو یعنی اپنے فروخت کرنے والے بھائی کے حصہ کو لے کر شریک جدید کو اس کا معاوضہ واپس کر کے اس حصہ پر بھی قبضہ کر لے]

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ چیز جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو اس میں حق شفعہ ہے جب حد بندی [یعنی تقسیم] ہو جائے اور راستے جدا ہو جائیں تو پھر حق شفعہ نہیں ہے،

شفعہ کے ارکان

(۱) حق شفعہ لینے والا (۲) جس سے حق شفعہ لیا جائے اور جو چیز لی جائے (۳) صیغہ،

(زمین کا وہ مشترک حصہ جس میں تقسیم ہو سکتی ہو اس میں حق شفعہ ثابت ہو گا جب کہ) زمین کے مشترک حصہ کا (معاوضہ سے مالک بنا ہو) اگر معاوضہ کے بغیر مالک بنا ہو تو اس میں حق شفعہ ثابت نہ ہو گا جیسے وراثت میں ملی ہوئی چیز، وصیت میں ملی ہوئی چیز اور ہبہ میں جس کا بدل نہ ہو (اقناع ج٢ ص٣) [مثلاً زید کو عمر نے پلاٹ کا حصہ ہبہ کیا اور زید نے عمر کو اس کے بدلہ کوئی چیز ہبہ نہ کی تو عمر کے قدیم شریک کو پلاٹ کے اس حصہ میں حق شفعہ نہ ملے گا] (لہٰذا مشترک زمین کا حصہ شریک یا) زائد ہو تو (شرکاء اپنے اپنے حصوں کے مطابق اس عوض کے بدلہ میں لے لے جس عوض پر سودا طے ہوا) [مثلاً ایک زمین میں تین حصے دار ہیں جس میں ایک کا حصہ نصف دوسرے کا ثلث تیسرے کا سدس ہو اور نصف حصہ والا اپنا حصہ فروخت کرے تو اس میں سے ثلث حصہ والے کے لئے شفعہ میں دو حصے اور سدس حصہ والے کے لئے ایک حصہ ملے گا، اس مثال میں نصف حصہ والے کا مشتری سے جتنی رقم میں سودا طے ہوا تھا اتنی ہی رقم میں شریک [یعنی شفیع] یا شرکاء [یعنی شفعاء] اپنا حق شفعہ خریدیں گے، ایک سے زائد شریک ہونے کی صورت میں اگر

ان کا حق شفعہ مختلف ہو جیسے مثالِ مذکورہ میں ایک کا ثلث ہے اور دوسرے کا سدس تو ثلث والا ثلث کے مطابق اور سدس والا سدس کے مطابق رقم ادا کرے گا خریدی کے لئے](اور عوض کی مقدار میں مشتری کا قول مانا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ مشتری کہے میں نے ایک لاکھ روپے کے عوض میں خریدا ہے اور شفیع کہے نہیں بلکہ پچاس ہزار روپے میں خریدا ہے تو اس اختلاف میں مشتری کی بات مانی جائے گی (اور لفظ ہونا شرط ہے) یعنی شفیع حق شفعہ لیتے وقت ایسا لفظ استعمال کرے جو تملیک پر دلالت کرتا ہو (جیسے) شفیع کہے (میں مالک بنایا میں نے حق شفعہ لے لیا اور لفظ) تملیک (کے ساتھ واجب ہے یا تو) شفیع (عوض مشتری کے سپرد کرے یا مشتری شفیع کے ذمہ میں) بنا سود (عوض باقی رہنے سے راضی ہو یا قاضی شفیع کے لئے حق شفعہ کا فیصلہ کرے) اس کی صورت یہ ہے کہ جب شفیع قاضی کی مجلس میں حاضر ہو جائے اور قاضی کے نزدیک حق شفعہ شفیع کے لئے ثابت ہو اور شفیع طلب کرے تو قاضی شفیع کے لئے فیصلہ کرے (تو ایسی) مذکورہ تینوں صورتوں میں سے جو بھی صورت حاصل ہو اس (صورت میں شفیع) حق شفعہ کا (مالک ہو گا، اگر مشتری نے بائع کو ثمن میں مثلی چیز دی ہو تو شفیع مثل دے) اگر میسر ہو (ورنہ) یعنی اگر مشتری کی دی ہوئی چیز مثلی نہ ہو یا مثلی ہو لیکن مثل میسر نہ ہو تو (بیع کے وقت قیمت ادا کرے)

آگے مصنفؒ ان چیزوں کو بیان فرمارہے ہیں جن میں حق شفعہ نہیں ہے: (بہر حال قابلِ تقسیم ملکیت) میں حق شفعہ نہیں ہے (جیسے مکان اور درخت جبکہ صرف) مکان اور درخت (ان دونوں کو ہی بیچے) زمین کو نہ بیچے (یا وہ چیز جس کی منفعت مقصودہ تقسیم کرنے سے ختم ہو جاتی ہو اس چیز میں) حق شفعہ نہیں ہے (جیسے کنواں اور تنگ راستہ) اس لئے کہ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک چیز کی تقسیم ناممکن ہے (یا وہ چیز جس کا معاوضہ کے بغیر مالک بنا ہو اس میں) حق شفعہ نہیں ہے (جیسے ہبہ میں ملی ہوئی) وہ (چیز) جس کا بدل

واہب کو ہبہ لینے والے نے نہ دیا ہو (یا وہ چیز جس کی قیمت کی مقدار کو نہ جانے اس چیز میں) مطلب یہ ہیکہ مشتری کہے یہ زمین میں نے اس ٹیبل پر رکھے ہوئے پیسوں کے بدلہ میں خریدی اور مالکِ زمین نے گنا نہیں تو اس صورت میں مقدار معلوم نہ ہوئی،

اور اس سے پہلے الملک المقسوم سے لیکر یہاں تک ہر چیز میں (حق شفعہ نہیں ہے اور اگر مکان اور درخت کو زمین کے ساتھ بیچے تو شفیع) زمین میں،(حق شفعہ ہونے کی وجہ سے) مکان اور درخت کو (لے لے) جائز ہے، مکان اور درخت میں شفیع کو حق شفعہ کا حاصل ہونا (زمین کے تابع قرار دیتے ہوئے) ہے (اور حق شفعہ کو طلب کرنا فی الفور ہے) آگے مصنفؒ اس کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں: (جب شفیع کو) بیع کا (علم ہو تو اس کو چاہئے کہ عادت کے مطابق) حق شفعہ طلب کرنے میں (جلدی کرے) اگرچہ وکیل کے ذریعہ (اگر) حق شفعہ طلب کرنے میں (بلاعذر تاخیر کرے تو) اس کی کوتاہی کی وجہ سے (حق شفعہ ساقط ہو گا مگر یہ کہ قیمت) کی ادائیگی (مؤخر ہو) یعنی شریک نے اپنا حصہ مشتری کو ادھار بیچا ہو (تو شفیع کو اختیار رہے گا) وہ یہ کہ (اگر شفیع چاہے تو قیمت فوراً ادا کرے اور) حق شفعہ کو (لے لے اور اگر چاہے تو صبر کرے یہاں تک کہ مقررہ وقت آجائے اور پھر شفیع) مشتری کو قیمت ادا کرنے کے بعد حق شفعہ (لے لے، اگر شفیع کو خبر پہنچے) کہ شریک نے اپنے حصہ میں بیع یا نکاح وغیرہ کے ذریعہ تصرف کیا ہے (اور شفیع) اس وقت (بیمار) ہو (یا قید میں ہو تو اس کو چاہئے کہ وکیل بنائے) یعنی اس کام کے لئے کسی کو وکالت دینا اس پر لازم ہے اگر وکالت دینے پر قادر ہو تو، خود شفیع کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے (اور اگر) ایسا (نہ کرے) یعنی وکالت دینے کی قدرت ہونے کے باوجود وکالت نہ دے (تو شفعہ باطل ہو گا) یعنی حق شفعہ کا مطالبہ باطل ہو گا، اگر شفیع وکالت دینے سے عاجز ہو تو اس پر گواہ رکھنا واجب ہو گا، گواہ رکھنے کی قدرت ہونے کے باوجود اگر گواہ نہ رکھے تو حق شفعہ

کا مطالبہ باطل ہو گا اس کی کوتاہی ہونے کی بنا پر (اگر شفیع) وکالت دینے پر (قادر نہ ہو) یعنی یہ کہ وکالت کے قابل شخص کو نہ پائے (یا) قادر ہو لیکن (مُخبِر) یعنی شفیع کو خبر پہنچانے والا (بچہ ہو یا) مُخبر بچہ تو نہ ہو لیکن (غیر معتبر) ہو (یا) شفیع کو معتبر آدمی (خبر دے اور شفیع سفر میں ہو اور) پھر عادت کے مطابق (حق شفعہ کی طلب میں چلے تو) **فإن لم يقدر** سے لیکر یہاں تک کی تمام صورتوں میں (شفیع اپنے حق شفعہ پر) باقی (رہے گا) یعنی شفیع کے حق میں حق شفعہ کا مطالبہ باقی رہے گا (اور اگر مشتری) شریک سے خریدے ہوئے حصہ میں (تصرف کرے یعنی مکان بنائے یا درخت لگائے تو شفیع کو مشتری کے خریدے ہوئے حصہ پر بنائے ہوئے مکان کا) یا لگائے ہوئے درخت کا (قیمت کے بدلہ میں مالک بننے کے درمیان اور اس) بنائے ہوئے مکان یا لگائے ہوئے درخت (کو توڑنے کے درمیان اختیار رہے گا اور شفیع مقلوع) یعنی توڑی ہوئی چیز (کی بھرپائی کا ضامن ہو گا) اس لئے کہ توڑنے کی وجہ سے اس کی جو اصل قیمت تھی اس قیمت میں کمی آئے گی (اور اگر مشتری) شریک سے خریدے ہوئے (حصہ کو ہبہ کرے یا وقف) کرے (یا بیچے یا) جس شریک سے خریدا تھا اسی کو (عیب کی وجہ سے واپس کرے تو شفیع کے لئے جائز ہو گا کہ مشتری نے) مذکورہ تصرفات میں سے (جو تصرف کیا ہے اس کو فسخ کرے) اور فسخ حاصل ہو گا لینے سے، مطلب یہ ہیکہ جس کو ہبہ یا وقف کیا ہے یا بیچا ہے اس سے وہ حصہ لے لینے سے فسخ حاصل ہو گا، اس لئے کہ پہلے حق اس کا ہے (اور شفیع کے لئے) یہ بھی (جائز ہے کہ مشتری ثانی سے) جو اس نے مشتری اول سے حصہ خریدا ہے وہ حصہ کو (اس قیمت کے بدلہ میں لے لے جس قیمت میں مشتری ثانی نے مشتری اول سے خریدا ہے) اس کی صورت یہ ہے کہ شریکین میں سے کوئی ایک اپنا حصہ مثلاً زید کو بیچے پھر زید اپنا خریدا ہوا حصہ عمرو کو بیچے تو دوسرے شریک [یعنی شفیع] کے لئے جائز ہو گا مشتری ثانی عمرو سے اس قیمت کے بدلہ

میں خریدنا جس قیمت میں عمرو نے مشتری اول زید سے خریدا تھا (اور جب شفیع) حق شفعہ لینے سے پہلے (مرجائے تو) اس کے (ورثاء کے لئے جائز ہوگا) حق شفعہ (لینا) اس لئے کہ یہ مالی اور لازمی حق ہے لہٰذا ورثاء کی طرف منتقل ہوجاتا ہے (اگر ورثاء میں سے بعض ورثاء) حق شفعہ لینے کو (درگزر کردے تو باقی ورثاء پورا) کے پورا حق شفعہ (لے لے) جائز ہے (یا) پورا کے پورا (چھوڑدے) تب بھی جائز ہے ہاں البتہ کچھ لینا اور کچھ نہ لینا درست نہیں،

حق شفعہ خلطۂ شیوع میں ہے یا خلطۂ جوار میں

حق شفعہ خلطۂ شیوع میں ہے نہ کہ جوار میں، پڑوسی کے لئے حق شفعہ نہیں ہے اگرچہ دونوں ملے ہوئے ہوں، **والشفعة واجبة بالخلطة دون لجوار فلاتثبت للجار ولو ملاصقالخبری البخاری** (ألفاظ أبی شجاع مع اقناع ج۲ ص۲) حق شفعہ ثابت ہے خلطہ میں نہ کہ جوار میں، لہٰذا پڑوسی کے لئے حق شفعہ ثابت نہیں ہے اگرچہ دونوں ملے ہوئے ہوں حدیث بخاری کی بنا پر، روم وغیرہ کھلا ہو کوئی پاٹیشن وغیرہ نہ ہو اس کو خلطۂ شیوع کہتے ہیں اور پاٹیشن وغیرہ ہو تو اس کو خلطۂ جوار کہتے ہیں، بخاری کی حدیث ملاحظہ فرمائیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے حق شفعہ کا فیصلہ کیا اس میں جس میں تقسیم نہیں کی گئی تھی پھر جب حدیں قائم ہوجائیں اور راستے جدا ہوجائیں تو شفعہ نہیں ہے (اقناع ج۲ ص۲)

حنفی شخص پڑوسی کے لئے حق شفعہ کا فیصلہ کرے حالانکہ شافعی اس کا قائل نہیں ہے تو کیا اس کے حکم کو توڑا جائے گا

نہیں مذکورہ حکم کو توڑا نہیں جائے گا اگرچہ یہ فیصلہ شافعی کے لئے کیا ہو، **ولو قضی بالشفعة للجار حنفی لم ینقض حکمه ولو کان القضاء بها لشافعی کنظیره من المسائل الاجتهادیة** (أیضا) اور اگر پڑوسی کے لئے حق شفعہ کا فیصلہ کرے حنفی شخص تو اس کے

حکم کو توڑا نہیں جائے گا اگرچہ شافعی کے لئے فیصلہ کیا ہو جیسے کہ اس جیسے مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے، اور فقہی قاعدہ ہے: **الاجتهاد لاينقض بالاجتهاد**(الأشباه والنظائر ص۱۰۱)اجتہاد نہیں ٹوٹتا اجتہاد سے،

منفعت کی وجہ سے شریک کے لئے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں

صرف منفعت کی وجہ سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا[مثلاً کوئی شخص کسی کو گھر کا ایک حصہ رہنے کے لئے دیدے تو اس شخص کو حق شفعہ ثابت نہ ہو گا چونکہ یہ منفعت کا مالک بنا ہے نہ کہ اس جگہ کا](اقناع ج۲ص۲)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْقِرَاضِ)

(هُوَ اَنْ يَدْفَعَ اِلٰى رَجُلٍ مَالاً لِيَتَّجِرَ فِيْهِ وَيَكُوْنَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا وَيَجُوْزُ مِنْ جَائِزِ التَّصَرُّفِ مَعَ جَائِزِ التَّصَرُّفِ وَشَرْطُهُ اِيْجَاب وَقَبُوْل وَكَوْنُ الْمَالِ نَقْداً خَالِصاً مَضْرُوْباً مَعْلُوْمَ الْقَدْرِ مُعَيَّناً مُسَلَّماً اِلَى الْعَامِلِ بِجُزْءٍ مَعْلُوْمٍ مِنَ الرِّبْحِ كَالنِّصْفِ وَالثُّلُثِ فَلَا يَجُوْزُ عَلٰى عُرُوْضٍ وَمَغْشُوْشٍ وَسَبِيْكَةٍ وَلَا عَلٰى اَنْ يَكُوْنَ الْمَالُ عِنْدَ الْمَالِكِ وَلَا عَلٰى اَنَّ لِاَحَدِهِمَا رِبْحَ نِصْفٍ مُعَيَّنٍ وَلَا عَشَرَةُ دَرَاهِمَ وَلَا عَلٰى اَنَّ الرِّبْحَ كُلَّهُ لِاَحَدِهِمَا وَلَا عَلٰى اَنَّ الْمَالِكَ يَعْمَلُ مَعَهُ وَوَظِيْفَةُ الْعَامِلِ التِّجَارَةُ وَتَوَابِعُهَا بِالنَّظَرِ وَالْاِحْتِيَاطِ فَلَا يَبِيْعُ وَلَا يَشْتَرِىْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ وَلَا نَسِيْئَةٍ وَلَا يُسَافِرُ بِلَا اِذْنٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَلَوْ شَرَطَ عَلَيْهِ اَنْ يَشْتَرِىَ حِنْطَةً فَيَطْحَنُ وَيَخْبِزُ اَوْ غَزْلاً فَيَنْسِجُ وَيَبِيْعُ اَوْ اَنْ لَا يَتَصَرَّفَ اِلَّا فِىْ كَذَا وَهُوَ عَزِيْزُ الْوُجُوْدِ اَوْ لَا يُعَامِلَ الْعَامِلُ اِلَّا زَيْداً فَسَدَ فَحَيْثُ فَسَدَ نَفَذَ تَصَرُّفُ الْعَامِلِ بِاُجْرَةِ الْمِثْلِ اِلَّا اِذَا قَالَ الْمَالِكُ الرِّبْحُ كُلُّهُ لِىْ وَيَكُوْنَ الرِّبْحُ كُلُّهُ لِلْمَالِكِ فَلَا شَيْءَ لِلْعَامِلِ وَمَتٰى فَسَخَهُ اَحَدُهُمَا اَوْ جُنَّ اَوْ اُغْمِىَ عَلَيْهِ انْفَسَخَ الْعَقْدُ فَيَلْزَمُ الْعَامِلَ تَنْضِيْضُ رَاْسِ الْمَالِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْعَامِلِ فِىْ قَدْرِ رَاْسِ الْمَالِ وَفِىْ رَدِّهِ وَفِيْمَا يَدَّعِىْ مِنْ هَلَاكٍ وَفِيْمَا يُدَّعٰى عَلَيْهِ مِنَ الْخِيَانَةِ وَاِنِ اخْتَلَفَا فِىْ قَدْرِ الرِّبْحِ الْمَشْرُوْطِ تَحَالَفَا وَلَا يَمْلِكُ الْعَامِلُ حِصَّتَهُ مِنَ الرِّبْحِ اِلَّا بِالْقِسْمَةِ)

(باب القراض)

(قراض کا بیان)

قراض کی تعریف

لغت میں: قراض مشتق ہے قرض سے اور قرض کاٹنے کو کہتے ہیں (تحقیق علی عمدة ص١٥٩)

شرعی تعریف خود مصنفؒ نے شروع میں ہی بیان فرمایا ہے،

قراض کو مضاربت اور مقارضہ بھی کہا جاتا ہے (تحقیق علی عمدة ص٢٦٥)

حدیث: نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر تجارت کے لئے شام تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کو آپ ﷺ کے ساتھ روانہ کیا۔

قراض کی صحت پر صحابہ کا اجماع ہے (تحقیق علی عمدۃ ص۲٦٥) اور حاجت اس کی طرف داعی ہے۔

قراض کو قراض کیوں کہتے ہیں

قراض مشتق ہے قرض سے اور قرض کے معنی ہے کاٹنا لہٰذا مالک منافع میں سے ایک حصہ نکال کر عامل کو دیتا ہے اس لئے قراض کو قراض کہتے ہیں۔

قراض کے ارکان

(۱)مالک [رقم دینے والا] (۲)عامل [تجارت کرنے والا] (۳) عمل [تجارت کرنا] (۴) نفع (۵)صیغہ [وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (٦)مال [رقم]

(قراض) شرعاً (کہتے ہیں یہ کہ مالک عامل کو مال دے تاکہ وہ اس مال میں خرید و فروخت کرے اور نفع دونوں کے درمیان) مشترک (ہو) مالک عامل کو نفع میں سے حصہ متعین کرے اس طور پر کہ کہے جو منافع ہو گا اس کا نصف نصف حصہ ہو گا یا دو ثلث تیرے لئے ایک ثلث میرے لئے وغیرہ، اگر کہے کہ ہزار روپے تیرے لئے یا ہزار روپے میرے لئے یا کم و بیش اسی طرح مبہم کہے کہ بعد میں تقسیم کریں گے یا کہے کہ جو کچھ بھی ہو گا مناسب اعتبار سے کریں گے تو مضاربت صحیح نہ ہو گی،

(اور جائز التصرف شخص کا قراض جائز التصرف شخص کے ساتھ صحیح ہو گا) یعنی مالک اور عامل دونوں کا غیر سفیہ ہونا ضروری ہے (اور قراض) صحیح ہونے (کی شرط ایجاب و قبول ہے) ایجاب مالک کی طرف سے ہو گا وہ اس طرح کہ مالک عامل سے کہے گا میں نے تجھ سے عقد قراض کیا لہٰذا یہ لاکھ روپے لے اور قبول عامل کی طرف سے لفظا ہو گا وہ اس طرح کہ عامل مالک سے کہے گا میں نے قبول کیا یا میں نے مقارضہ کیا (اور) شرط ہے کہ (مال نقد) یعنی سونے یا چاندی کے دراہم یا دنانیر (ہو) اور (خالص) نقد ہو یعنی اس میں کسی چیز کی

ملاوٹ نہ ہو اگرچہ ملاوٹ شدہ دراہم یا دنانیر رائج ہوں مطلب یہ ہیکہ تب بھی ان دراہم یا دنانیر میں عقد قراض صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ خالص نقد کا ہونا شرط ہے اور نقد (مضروب) ہو یعنی دراہم یا دنانیر ڈھلے ہوئے ہوں اگر اس کے زیور بنائے گئے ہوں یا سونا چاندی ڈھلا ہوا ہو یا غیر ڈھلا ہوا تو قراض صحیح نہ ہو گا، اور شرط ہے کہ مال کی (مقدار معلوم) ہو جنس وصفت کے اعتبار سے مطلب یہ ہے کہ مال کتنا ہے معلوم ہو اور اگر ہندوستانی روپیہ ہیں یا دینار ہے یا ریال وغیرہ تو کتنے ہیں معلوم ہو اگر جنس یا صفت کے اعتبار سے مقدار معلوم نہ ہو تو قراض صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ عقد قراض جواز فسخ پر اور راس المال کو علیٰ حالہ رد کرنے پر موضوع ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مقدار کا معلوم نہ ہونا صفتِ قراض کے منافی ہے اور شرط ہے کہ مال (معین) ہو غیر معین مال پر عقد قراض صحیح نہ ہو گا جیسے کہے کہ میں نے تجھ سے عقد قراض کیا اس مال پر جو ذمہ میں ہے دین یا دین کے علاوہ ہاں اگر کہے ان ہزار [روپے] پر میں نے تجھ سے مقارضہ کیا جو تیرے ذمہ میں نقد ہے اور پھر مجلس میں ان ہزار کی تعیین کرے تو قراض صحیح ہو گا اور شرط ہے کہ (مال عامل کے سپرد کیا ہو) تا کہ وہ اس میں تجارت کر سکے، غیر عامل کے پاس مال رکھنے کی شرط ہو تو قراض صحیح نہ ہو گا اور مال میں یہ بھی شرط ہے کہ (نفع کا حصہ معلوم ہو جیسے نصف اور ثلث) وغیرہ وضاحت ماقبل میں مذکور ہے (اور) تجارت کے (سامان پر) قراض صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ قراض کے مال کا نقد ہونا شرط ہے اور (ملاوٹ شدہ دراہم یا دنانیر) پر قراض صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ خالص ہونا شرط ہے (اور سونے یا چاندی کے ٹکڑوں پر قراض صحیح نہ ہو گا) اس لئے کہ نقد کا مضروب ہونا شرط ہے،

(اور قراض جائز نہیں ہے مال کے مالک کے پاس رہنے کی شرط پر) اس لئے کہ مال کا عامل کے سپرد کرنا شرط ہے (اور قراض اس شرط پر جائز نہیں کہ دونوں میں سے کسی ایک کے

لئے صنفِ متعین نفع ہو) جیسے کہے کپڑے کا نفع تیرے لئے اور جانور کا نفع میرے لئے یا کہے تیرے لئے اس چیز کا نفع جس کو تو دراہم سے خریدے اور میرے لئے اس چیز کا نفع جس کو تو دنانیر سے خریدے (اور) دونوں میں سے کسی ایک کے لئے (دس دراہم) کی شرط پر قراض (جائز نہیں) یعنی کسی ایک کے لئے یہ شرط لگائے کہ اس کے لئے دس دراہم ہونگے جائز نہیں،

(اور قراض اس شرط پر جائز نہیں کہ پورا نفع دونوں میں سے کسی ایک کے لئے ہو) جیسے کہے کہ میں نے تجھ سے مقارضہ کیا اس شرط پر کہ پورا نفع میرے لئے ہو گا یا پورا نفع تیرے لئے ہو گا جائز نہیں اس لئے کہ عقد قراض نفع میں اشتراک کا تقاضا کرتا ہے اور کسی کے لئے خاص کرنا عقد قراض کے مقتضی کے منافی ہے لہٰذا ناجائز قرار دیا گیا (اور جائز نہیں اس شرط پر کہ مالک عامل کے ساتھ محنت کرے گا) اس لئے کہ قراض میں محنت تنہا عامل کی ہوتی ہے تاکہ جب چاہے عمل کرسکے (عامل کا کام تجارت اور) ہر تجارت کی طرف (نظر کرتے ہوئے تجارت کے) وہ (توابع ہیں) جن کو عادۃً خود تاجر کرتا ہے مثلاً کپڑے کی تجارت ہو تو کپڑے کو کھولنا اور لپیٹنا (اور) تجارت کے معاملہ میں (احتیاط کرنا) ہے (عامل نہ غبن فاحش سے بیچے اور نہ) غبن فاحش سے (خریدے) مطلب یہ ہیکہ نہ کم دام میں بیچے اور نہ زیادہ دام میں خریدے اس لئے کہ عامل وکیل ہے اور وکیل فائدہ و مصلحت سے ہی تصرف کرسکتا ہے (اور) عامل (نہ ادھار بیچے اور عامل کے لئے جائز نہیں) مالک کی (اجازت کے بغیر) مال کے ساتھ (سفر کرنا) اس لئے کہ اس میں اندیشہ ہے (اور ان کے مانند) مطلب یہ ہیکہ جن صورتوں میں عامل کو خرید وفروخت سے منع کیا ہے اس طرح کی کوئی خرید وفروخت نہ ہو جیسے اس غلام کو نہ خریدے جو خریدتے ہی مالک پر آزاد ہو جاتا ہو،

(اگر مالک عامل پر شرط لگائے کہ وہ گیہوں خریدے پھر) اسے (پیسے اور) اس کی (روٹی پکائے) یہ ایک صورت (یا) مالک عامل پر شرط لگائے کہ وہ (اون) خریدے اور (پھر اسے بُونے اور بیچے) یہ دوسری صورت (یا) مالک عامل پر شرط لگائے (یہ کہ تصرف نہ کرے مگر فلاں چیز میں درانحالیکہ اس کا وجود کم ہو) جیسے سیاہ سفید داغوں والے گھوڑے یہ تیسری صورت (یا) مالک عامل پر یہ شرط لگائے کہ (عامل معاملہ نہ کرے مگر زید سے) یعنی زید کے علاوہ کو نہ بیچے اور زید کے علاوہ سے نہ خریدے، یہ چوتھی صورت (تو عقد قراض فاسد ہو گا) پہلی اور دوسری صورت میں اس لئے کہ مالک کی لگائی ہوئیں شرطیں تجارت سے متعلق نہیں ہیں بلکہ ان اعمال سے متعلق ہیں جن پر اجرت دی جاتی ہے، اخیری دونوں صورتوں میں اس لئے فاسد ہو گا کہ مالک نے شرط لگا کر عامل پر امر کو تنگ کر دیا جو قراض کے منافی ہے (اور جب قراض میں معتبر چیزوں کے مفقود ہونے کی بنا پر قراض فاسد ہو گا تو عامل کا تصرف اجرت مثل کے اعتبار سے نافذ ہو گا) اجرت مثل یعنی عامل نے جو محنت کی اس کی جو مزدوری ہو سکتی ہے وہ اس کو دی جائے گی،

نفع کس کا ہو گا آگے مصنفؒ اس کو بیان فرما رہے ہیں:

(مگر جب مالک نے) مذکورہ چار صورتوں میں سے کسی صورت میں شرط لگاتے وقت (کہا ہو پورا نفع میرے لئے تو پورا نفع مالک کا ہو گا) اس لئے کہ یہ اضافہ مالک کا ہے (عامل کے لئے کچھ نہیں ہو گا) مطلب یہ ہیکہ عامل اجرت مثل کا بھی مستحق نہیں ہو گا اس لئے کہ اس نے بلا امید اجرت عمل کیا ہے (اور مالک اور عامل ان دونوں میں سے کوئی ایک جب قراض کو فسخ کرے تو فسخ ہو گا یا) ان دونوں میں سے کوئی ایک (مجنون ہو) تو فسخ ہو گا (یا) دونوں میں سے (کسی ایک پر بے ہوشی طاری ہو تو عقد قراض فسخ ہو گا) اس لئے کہ یہ جائز عقد ہے عقد وکالہ کی طرح اور عامل وکیل کے درجہ میں ہے اور مالک مؤکل کے درجہ میں، عقد

قراض فسخ ہونے کے بعد (عامل پرلازم ہے راس المال کو نقدی میں بدلنا) یعنی اگر سامان ہے
تو اس کو دراہم یا دنانیر (جو مال دیا تھارأس المال کے طور پر) بنانالازم ہو گا اس لئے کہ اس
کے ذمہ رأس المال لوٹانا ہے (اور رأس المال کی مقدار کے بارے میں عامل کا قول ماناجائے
گا) قسم کے ساتھ مثلاً مالک کہے میں نے ایک لاکھ روپے دئے تھے اور عامل کہے نہیں بلکہ
اسّی ہزار روپے دئے تھے تو اس اختلاف میں عامل کی بات مانی جائے گی قسم سے اس لئے کہ
اصل زائد نہ دینا ہے (اور رأس المال کو لوٹانے کے بارے میں) عامل کا قول ماناجائے گا قسم
سے اس لئے کہ مودع کی طرح یہ بھی امین ہے (اور اس چیز کے بارے میں جس کے ہلاک
ہونے کا عامل دعویٰ کرے) عامل کا قول مانا جائے گا [قسم سے] اس لئے کہ عامل امین ہے
(اور اس چیز کے بارے میں جس میں عامل پر خیانت کا دعوی کیا جائے) جیسے مالک عامل سے
کہے تو نے یہ غلام خریدا میرے اس کو خریدنے سے منع کرنے کے بعد تو اس میں عامل کا قول
مانا جائے گا [قسم سے] اس لئے کہ خیانت کا نہ ہونا اصل ہے (اور اگر مالک اور عامل دونوں کا)
عامل کے لئے (مقرر کردہ نفع کی مقدار میں اختلاف ہو جائے) مثلاً عامل کہے میرے لئے
نصف نفع مقرر کیا گیا تھا اور مالک کہے نصف نہیں بلکہ تیرے لئے ثلث مقرر کیا گیا تھا (تو)
اس اختلاف میں (دونوں قسم کھالیں) بائع اور مشتری کے ثمن کی مقدار میں اختلاف کی
طرح یعنی جس طرح بائع اور مشتری کو ثمن کی مقدار میں اختلاف ہونے پر قسم کھانا ہے اسی
طرح مالک اور عامل مذکورہ اختلاف میں قسم کھالیں پھر جب دونوں قسم کھالیں تو پورا نفع
مالک کا ہو گا اور عامل کے لئے اس کے عمل کرنے کی اجرت مثل ہو گی (اور عامل اپنے نفع
کے حصہ کا مالک نہیں ہو گا مگر تقسیم کرنے سے) مالک ہو گا، نفع کے ظاہر ہونے سے نہیں
اس لئے کہ اگر ظہور سے مالک مان لے تو مال میں شریک ہو گا اور بعد میں ہونے والے
نقصان میں دونوں کو شریک ہونا ہو گا حالانکہ ایسا ہوتا نہیں،

مالک اور عامل کا اختلاف ہو جائے کہ مالک کہے فائدہ ہوا ہے اور عامل کہے نہیں ہوا ہے تو کس کی بات مانی جائے گی؟

ویصدق العامل فی عدم الربح (اقناع ج۲ص۱۱) مذکورہ صورت میں عامل کے بات کی تصدیق کی جائے گی نفع نہ ہونے میں، یہ تو ظاہری فیصلہ ہو گا لیکن اگر حقیقت میں نفع ہوا ہو اور انکار کرے تو یہ شخص گنہگار ہو گا اور آخرت میں اس کی گرفت اور پکڑ ہو گی،

مالک کا مال تھوڑا یا زیادہ ضائع ہو تو عامل پر ضمان ہو گا یا نہیں

ولا ضمان علی العامل الا بالعدوان (متن الغایۃ) عامل کی زیادتی سے ضائع ہو تو ضمان ہو گا ورنہ نہیں،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْمُسَاقَاةِ)

(تَصِحُّ مِمَّنْ يَصِحُّ قِرَاضُهُ عَلٰى كَرْمٍ وَنَخْلٍ خَاصَّةً مَغْرُوسَيْنِ اِلٰى مُدَّةٍ يَبْقٰى فِيهَا الشَّجَرُ وَيُثْمِرُ غَالِباً بِجُزْءٍ مَعْلُومٍ مِنَ الثَّمَرَةِ كَثُلُثٍ وَرُبُعٍ كَالْقِرَاضِ وَيَمْلِكُ حِصَّتَهُ مِنَ الثَّمَرَةِ بِالظُّهُوْرِ وَوَظِيفَتُهُ اَنْ يَعْمَلَ مَا فِيهِ صَلَاحُ الثَّمَرَةِ كَتَلْقِيحٍ وَسَقْيٍ وَتَنْقِيَةِ سَاقِيَةٍ وَقَطْعِ حَشِيْشٍ مُضِرٍّ وَنَحْوِهِ وَعَلَى الْمَالِكِ مَا يَحْفَظُ الْاَصَلَ كَبِنَاءِ حَائِطٍ وَحَفْرِ نَهْرٍ وَنَحْوِهِ وَالْعَامِلُ اَمِيْن فَاِنْ ثَبَتَتْ خِيَانَتُهُ ضَمَّ اِلَيْهِ مُشْرِفاً لِاَنَّ الْمُسَاقَاةَ لَازِمَة لَيْسَ لِاَحَدِهِمَا فَسْخُهَا كَالْاِجَارَةِ فَاِنْ لَمْ يَتَحَفَّظْ بِالْمُشْرِفِ اسْتُؤْجِرَ عَلَيْهِ مَنْ يَعْمَلُ عَنْهُ)

(باب المساقاة)

(مساقات کا بیان)

مساقاۃ کی تعریف

مساقاۃ ماخوذ ہے "سقی" سے اور اس میں عموماً وغالباً "سقی" کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے کہ یہ مساقاۃ کے اعمال میں بہت ہی نافع ہوتا ہے اور خرچ بھی اس میں کثیر ہوتا ہے،

مساقاۃ لغت میں ماخوذ ہے سقی سے [یعنی لغت میں: پانی پلانے کو مساقات کہتے ہیں] (تحقیق على عمدة ص ١٦٠)

شرعاً: دوسرے کے درختوں کی پانی پلانے وغیرہ کے ذریعہ نگرانی کرنا اس شرط پر کہ پھل دونوں میں تقسیم ہوں گے اسے [شرعاً] مساقات کہتے ہیں،

حدیث: آپ ﷺ نے خیبر کو یہودیوں کے سپرد کیا اس شرط پر کہ پھل اور کھیتی کی جو پیداوار ہوگی اس کا نصف ان کو دیا جائے گا،

مساقاۃ کے ارکان

(۱) درختوں کا مالک (۲) عامل [یعنی درختوں کو پانی پلانے والا] (۳) عمل (۴) پھل (۵) صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (۶) مورد عمل [یعنی کن درختوں کو پانی دینا ہے]

(جس شخص کا قراض صحیح ہوتا ہے اس شخص کی طرف سے مساقات صحیح ہوتا ہے زمین میں موجود صرف انگور اور کھجور کے درختوں میں اس مدت تک کے لئے جس) مدت (میں درخت باقی رہتا ہو اور غالباً) اس مدت میں (پھل دیتا ہو) مساقات صرف انگور اور کھجور کے درختوں میں جائز ہے ان کے علاوہ میں جائز نہیں ہے جیسے انجیر، سیب، کدو، ککڑی، خربوزہ وغیرہ، زمین میں درخت کا موجود ہونا شرط ہے، درخت لگا کر پھل کے تقسیم میں شرکت کا معاہدہ کیا جائے تو مساقات صحیح نہیں، مساقات کی وہ مدت متعین ہونا شرط ہے جس میں غالباً پھل ہوتے ہیں، اگر ہمیشہ کے لئے مساقات کی شرط لگائے یا مدت متعین کئے بغیر تو صحیح نہیں یا پھل نکلنے تک کی مدت متعین کرے تو بھی صحیح نہیں چونکہ ہوسکتا ہے پھل جلدی بھی آئے یا تاخیر سے (لالفاظ ابی شجاع مع قناع ج٢ ص١٢)

اور (پھل کا معلوم حصہ متعین ہو جیسے ثلث اور ربع قراض کی طرح) مطلب یہ ہیکہ جیسے قراض میں نفع کا معلوم حصہ متعین ہونا شرط ہے اسی طرح یہاں پھل کا معلوم حصہ متعین ہونا شرط ہے (اور عامل اپنے پھل کے حصہ کا مالک ہوگا) صرف (پھل کے ظاہر ہونے سے) اس کے برخلاف قراض میں عامل نفع کا مالک ہوگا تقسیم کرنے کے بعد، عامل پر اپنے حصہ کے پھل کی زکوۃ لازم ہوگی اگر وہ نصاب کی مقدار ہو تو، آگے مصنفؒ اس چیز کو بیان فرمارہے ہیں جو عامل کے ذمہ ہے:

(عامل کا کام ہے ان امور کو انجام دینا جن میں پھلوں کی صلاح اور فائدہ ہو، جیسے تلقیح) یعنی نر کھجور کے شگوفہ کو مادہ کھجور کے شگوفہ میں ڈالنا [تاکہ پیداوار میں کثرت ہو] (اور پانی پلانا اور صاف کرنا نالیوں کو اور پانی بہنے کی جگہوں کو مٹی وغیرہ سے اور نقصان دہ گھاس کاٹنا اور گھاس کے مانند) جیسے گڑھے کو درست کرنا جس میں پانی جمع ہوتا ہے تاکہ درخت پانی جذب کرے،

آگے مصنفؒ اس چیز کو بیان فرما رہے ہیں جو مالک کے ذمہ ہے:

(اور اصل چیز یعنی درختوں کی حفاظت کرنے والے امور مالک کے ذمہ ہے جیسے) مثلاً باغ ہو تو اس کی حفاظت کے لئے (دیوار بنانا اور نہر کھودنا اور ان کے مانند) وہ چیز کرنا مالک کے ذمہ ہے جس سے اصل چیز کی حفاظت یا اس کا نفع ہو (اور عامل) اس چیز میں جس میں وہ دعویٰ کرے (امین ہے) اس لئے کہ مالک اس پر بھروسہ کر چکا ہے (اگر عامل کی خیانت) مالک کے پاس (ثابت ہو تو مالک عامل کے لئے نگراں مقرر کرے) تاکہ وہ نگرانی کرتا رہے (اس لئے کہ مساقات لازم ہو چکا ہے) دونوں کی طرف سے (دونوں میں سے کسی ایک کے لئے) بھی (جائز نہیں ہے اس کو فسخ کرنا اجارہ کی طرح) یعنی جس طرح اجارہ میں دونوں کی طرف سے لزوم ہونے کے بعد فسخ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی جائز نہیں ہے (اگر عامل) پھر بھی (خیانت سے پرہیز نہ کرے تو حاکم اور ایک عامل مقرر کرے جو اس کی طرف سے عمل کرے اور اس عامل کے عمل کی اجرت پہلے عامل کے مال میں سے دی جائے گی) مالک کی موت سے مساقات فسخ نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے اور مالک کی جگہ مالک کا وارث قائم مقام ہوتا ہے۔

(فصل)

(اَلْعَمَلُ فِی الْاَرْضِ بِبَعْضِ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا اِنْ کَانَ الْبُذْرُ مِنَ الْمَالِکِ سُمِّیَ مُزَارَعَةً اَوْ مِنَ الْعَامِلِ سُمِّیَ مُخَابَرَةً وَهُمَا بَاطِلَتَانِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ النَّخِیْلِ وَشَجَرُ الْعِنَبِ بَیَاض وَاِنْ کَثُرَ فَتَصِحُّ الْمُزَارَعَةُ عَلَیْهِ تَبَعاً لِلْمُسَاقَاةِ عَلَی النَّخِیْلِ وَاِنْ تَفَاوَتَ الْمَشْرُوْطُ فِی الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ بِشَرْطِ اَنْ یَتَّحِدَ الْعَامِلُ فِی الْاَرْضِ وَالنَّخِیْلِ وَیَعْسُرَ اِفْرَادُ النَّخْلِ بِالسَّقْیِ وَالْبَیَاضِ بِالْعِمَارَةِ وَاَنْ یُقَدَّمَ لَفْظُ الْمُسَاقَاةِ فَیَقُوْلُ سَاقَیْتُکَ وَزَارَعْتُکَ وَاَنْ لَا یَفْصِلَ بَیْنَهُمَا وَلَا تَجُوْزُ الْمُخَابَرَةُ تَبَعاً لِلْمُسَاقَاةِ)

(فصل)

مزارعہ اور مخابرہ کے بیان میں

مزارعہ اور مخابرہ کی تعریف

زمین لگانا اس شرط پر کہ جو غلہ ہوگا اس کو باہم تقسیم کریں گے تو اس میں بیج مالک کی طرف سے ہو تو اس کو مزارعہ کہتے ہیں اور اگر عامل کی طرف سے ہو تو مخابرہ کہتے ہیں،

(زمین لگانا اس سے حاصل شدہ غلہ میں سے بعض) غلہ (کے بدلہ میں) مطلب یہ ہیکہ عامل زمین لگائے اس شرط پر کہ اس سے جو غلہ حاصل ہوگا اس میں سے بعض جیسے ربع یا خمس وغیرہ میرا ہوگا (اگر) اس میں (بیج مالک کی طرف سے ہو تو) اس کو (مزارعہ کہتے ہیں اور اگر عامل کی طرف سے ہو تو) اس کو (مخابرہ کہتے ہیں یہ دونوں باطل ہیں) بخاری و مسلم میں وارد احادیث میں منع کرنے کی بنا پر اور امام نووی نے اسی قول کو مختار کہا ہے، ابن منذر کی اتباع میں،

آگے مصنفؒ عدم صحت سے مزارعہ کا استثناء کررہے ہیں: (مگر یہ کہ کھجور) کے درخت (اور انگور کے بیلوں کے درمیان خالی زمین ہو) بیاض یعنی وہ زمین جس میں نہ کھیتی ہو اور نہ درخت یعنی خالی زمین، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کھجور کے درخت اور انگور کے بیلوں کے درمیان خالی زمین ہو تو اس جگہ کے لئے مزارعت صحیح ہے (اگرچہ) بیاض (زیادہ ہو پس) اس صورت میں (کھجور) کے درخت اور انگور کے بیلوں (میں بیاض پر مزارعہ مساقاۃ کی اتباع میں صحیح ہے اگرچہ مساقات اور مزارعہ میں مشروط کا فرق ہو) مطلب یہ ہے کہ عامل کو مزارعہ میں مثلاً ثلث حصہ طے ہوا ہو اور مساقات میں مثلاً خمس حصہ تو بھی صحیح ہے کوئی حرج نہیں (بشرطیکہ مساقات اور مزارعہ کا عامل ایک ہو اور) اس شرط کے ساتھ کہ (تنہا کھجور) کے درخت اور انگور کے بیلوں (کو پانی پلانا دشوار ہو اور) تنہا (بیاض پر کھیتی کرنا) دشوار ہو اگر تنہا تنہا دونوں کام ممکن ہوں تو مزارعہ جائز نہ ہوگی،

(اور یہ) شرط ہے (کہ) عقد کے وقت (مساقات کا لفظ) مزارعہ سے (مقدم ہو) تاکہ مزارعہ مساقات کے تابع بنے (لہذا مالک کہے میں نے تجھ سے مساقات اور مزارعہ کیا اور یہ) شرط ہے (کہ مساقات اور مزارعہ ان دونوں لفظوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو) اس لئے کہ اگر فاصلہ ہوگا تو ہر ایک عقد الگ الگ شمار ہوگا حالانکہ دونوں کا متحد ہونا شرط ہے تاکہ مزارعہ مساقات کے تابع رہے (اور مخابرہ مساقاۃ کے تابع قرار دیتے ہوئے) بھی (جائز نہیں ہے) یعنی کسی بھی صورت میں مخابرہ جائز نہیں ہے،

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْإِجَارَةِ)

(تَصِحُّ مِمَّنْ يَصِحُّ بَيْعُهُ وَشَرْطُهَا اِيْجَاب مِثْلُ أٰجَرْتُکَ هٰذَا اَوْ مَنَافِعَهُ اَوْ اَکْرَیْتُکَ وَقَبُوْل وَهِیَ عَلٰی قِسْمَیْنِ اجَارَۃُ ذِمَّۃٍ وَاِجَارَۃُ عَیْنٍ وَاِجَارَۃُ الذِّمَّۃِ اَنْ یَقُوْلَ اسْتَأْجَرْتُ مِنْکَ دَابَّۃً صِفَتُهَا کَذَا اَوِ اسْتَأْجَرْتُکَ لِتُحْصِلَ لِیْ خِیَاطَۃَ ثَوْبٍ اَوْ رُکُوْبِیْ اِلٰی مَکَّۃَ وَاِجَارَۃُ الْعَیْنِ مِثْلَ اسْتَأْجَرْتُ مِنْکَ هٰذِهِ الدَّابَّۃَ اَوِ اسْتَأْجَرْتُکَ لِتَخِیْطَ لِیْ هٰذَا الثَّوْبَ، وَشَرْطُ اِجَارَۃِ الذِّمَّۃِ قَبْضُ الْاُجْرَۃِ فِی الْمَجْلِسِ، وَشَرْطُ اِجَارَۃِ الْعَیْنِ اَنْ تَکُوْنَ الْعَیْنُ مُعَیَّنَۃً مَقْدُوْراً عَلٰی تَسْلِیْمِهَا یُمْکِنُ اسْتِیْفَاءُ الْمَنْفَعَۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ مِنْهَا وَیَتَّصِلَ اسْتِیْفَاءُ مَنْفَعَتِهَا بِالْعَقْدِ وَلَا یَتَضَمَّنَ الْاِنْتِفَاعُ اسْتِهْلَاکَ عَیْنِهَا وَاَنْ یَعْقِدَ اِلٰی مُدَّۃٍ تَبْقٰی فِیْهَا الْعَیْنُ غَالِباً وَلَوْ مِائَۃَ سَنَۃٍ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَصِحُّ اِجَارَۃُ اَحَدِ الْعَبْدَیْنِ وَلَا غَائِبٍ وَآبِقٍ وَلَا عَلٰی أَرْضٍ لَا مَاءَ لَهَا وَلَا یَکْفِیْهَا الْمَطَرُ لِلزَّرْعِ وَلَا اِجَارَۃُ حَائِضٍ اَوْ نُفَسَاءٍ لِکَنْسِ مَسْجِدٍ وَلَا مَنْکُوْحَۃٍ لِلرَّضَاعِ بِلَا اِذْنِ زَوْجٍ وَلَا اسْتِئْجَارُ الْعَامِ الْمُسْتَقْبَلِ لِغَیْرِ الْمُسْتَأْجِرِ وَیَجُوْزُ لَهُ وَلَا الشَّمْعِ لِلْوُقُوْدِ وَلَا مَا لَا یَبْقٰی اِلَّا سَنَۃً مَثَلاً اَکْثَرَ مِنْهَا، وَشَرْطُهَا اَنْ تَکُوْنَ الْمَنْفَعَۃُ مُبَاحَۃً مُتَقَوَّمَۃً مَعْلُوْمَۃً کَقَوْلِهٖ اٰجَرْتُکَ لِتَزْرَعَ اَوْ لِتَبْنِیَ اَوْ آجَرْتُکَ الدَّابَّۃَ لِتَحْمِلَ قِنْطَارَ حَدِیْدٍ اَوْ قُطْنٍ فِیْ مُدَّۃٍ مَعْلُوْمَۃٍ وَبِأُجْرَۃٍ مَعْلُوْمَۃٍ وَلَوْ بِالرُّؤْیَۃِ جُزَافاً اَوْ مَنْفَعَۃً أُخْرٰی فَلَا تَصِحُّ عَلٰی زَمْرٍ وَلَا عَلٰی حَمْلِ خَمْرٍ لِغَیْرِ اِرَاقَتِهَا وَلَا لِکَلِمَۃِ بَیَّاعٍ لَا کُلْفَۃَ فِیْهَا وَاِنْ رَوَّجَتِ السِّلْعَۃَ وَلَا حَمْلٍ لَمْ یُعَیِّنْ مَا هُوَ وَلَا عَلٰی اَنَّ کُلَّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ یُبَیِّنْ جُمْلَۃَ الْمُدَّۃِ وَلَا بِالطُّعْمَۃِ وَالْکِسْوَۃِ ثُمَّ الْمَنْفَعَۃُ قَدْ لَا تُعْرَفُ اِلَّا بِالزَّمَانِ کَالسُّکْنٰی وَالرَّضَاعِ وَقَدْ لَا تُعْرَفُ اِلَّا بِالْعَمَلِ کَالْحَجِّ وَنَحْوِهٖ وَقَدْ تُعْرَفُ بِهِمَا کَالْخِیَاطَۃِ وَالْبِنَاءِ وَتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ فَتُقَدَّرُ بِاَحَدِهِمَا فَاِنْ قُدِّرَتْ بِهِمَا فَقَالَ لِتَخِیْطَ لِیْ هٰذَا الثَّوْبَ بَیَاضَ هٰذَا الْیَوْمِ لَمْ یَصِحَّ)

(بَابُ الْإِجَارَةِ)

(اجارہ کا بیان)

اجارہ کی تعریف

اجارہ میں لفظ ہمزہ اِکسرہ، فتح اور ضمہ کے ساتھ ہیں لیکن کسرہ اِکے ساتھ زیادہ مشہور ہے،

لغت میں: اجارہ اجرت کو کہتے ہیں،

شرعاً: عوض کے بدلہ منفعت کا مالک بنانے کو[شرعاً] اجارہ کہتے ہیں،

آیت: فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ(سورۂ طلاق ٦) پھر اگر وہ دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو دو ان کو ان کا بدلہ(ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: تم مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو،

اجارہ کے ارکان

(۱)صیغہ[یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے](۲)اجرت (۳)منفعت[یعنی اجرت سے لی ہوئی چیز کا فائدہ](۴)عاقد[یعنی اجرت پر دینے اور لینے والا]

(جس شخص کی بیع صحیح ہو اس کا اجارہ صحیح ہوگا)مطلب یہ ہیکہ جس آدمی کی خرید وفروخت صحیح ہو اس آدمی کا اجرت پر لینا دینا صحیح ہوگا(اور اجارہ) صحیح ہونے(کی شرط)مکری یعنی کرایہ پر دینے والے کی طرف سے (ایجاب ہے) یعنی مکری ایسا لفظ استعمال کرے جو منفعت کا مالک بنانے پر دلالت کرتا ہو(مثلاً)مکری کہے(میں نے تجھے یہ چیز اجرت پر دیا) کہے میں نے تجھے(اس چیز کے منافع)اجرت پر دئے(یا)کہے(میں نے تجھے)یہ گھر(کرایہ پر دیا)یا کہے اس گھر کے منافع کرایہ پر دئے یا کہے میں نے تجھے اس کے منافع کا مالک بنایا (اور)اجارہ صحیح ہونے کی شرط مکتری یعنی کرایہ پر لینے والے کی طرف سے (قبول) ہے

(اجارہ کی دو قسمیں ہیں)(۱)(اجارۂ ذمہ اور)(۲)(اجارۂ عین)

آگے مصنفؒ اجارۂ ذمہ کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

(اجارۂ ذمہ یہ ہے کہ مستاجر)یعنی اجرت پر لینے والا(کہے میں نے تجھ سے جانور)سواری کے لئے (اجرت پر لیا) مثلاً (اس) جانور (کی نوع ایسی ہے) جیسے بخاتی اونٹ وغیرہ (یا)مستاجر کہے(میں نے تجھے اجرت پر لیا تاکہ میرا کپڑا اسلا کردے چاہے خود سئے یا کسی اور

سے سلائے یا) مستاجر کہے میں نے تجھے اجرت پر لیا تا کہ (مجھے مکہ تک سوار کرکے پہنچا دے)یعنی تو مجھے مکہ تک سواری کے ذریعہ پہنچا،

آگے مصنفؒ اجارۂ عین کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

(اور اجارۂ عین) یہ ہے کہ (مثلاً) مستاجر کہے (میں نے تجھ سے یہ جانور اجرت پر لیا یا) مستاجر کہے (میں نے تجھے اجرت پر لیا تا کہ تو خود میرے لئے یہ کپڑا سی کر دے) اجارۂ عین میں دابہ وغیرہ متعین ہوتے ہیں اور اجارۂ ذمہ میں ذمہ میں لازم ہوتا ہے، دابہ وغیرہ متعین نہیں ہوتے،

(اور اجارۂ ذمہ کی صحت کے لئے شرط ہے مجلس میں اجرت پر قبضہ کرنا اور اجارۂ عین کی شرط یہ ہے کہ وہ عین) مراد عین مستاجرہ یعنی وہ چیز جو اجرت پر دی جائے (متعین) ہو (اس کے سپرد کرنے پر قادر) ہو اور (عین مستاجرہ سے ذکر کردہ منفعت کو حاصل کرنا ممکن) ہو اور (عین مستاجرہ کی منفعت کا حاصل کرنا عقد سے متصل) ہو اگر عقد اجارہ کے وقت عین مستاجرہ کو ایک مہینہ کے بعد سپرد کرنے کی شرط لگائے تو عقد فاسد ہو گا (اور) عین مستاجرہ سے (فائدہ اٹھانا عین مستاجرہ کی ہلاکت کو مستلزم نہ ہو) یعنی عین مستاجرہ سے فائدہ اٹھانا اس کی ہلاکت کا باعث نہ ہو (اور یہ کہ اجارہ کا عقد اتنی مدت تک کے لئے ہو جتنی مدت غالباً عین مستاجرہ باقی رہ سکتی ہو اگرچہ) وہ مدت مقررہ (زمین کے لئے سو سال) ہو مطلب یہ ہیکہ جو چیز غالباً جتنی مدت باقی رہ سکتی ہو اس چیز میں اتنی مدت تک کے لئے اجارہ کا عقد درست ہے، یہ مذکورہ اجارۂ عین کے شرائط ہیں، آگے مصنفؒ ان شرائط کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(دو غلاموں میں سے ایک غلام کا اجارہ صحیح نہ ہو گا) مطلب یہ ہیکہ کہے دو غلاموں میں سے ایک غلام اجرت پر دیا تو اس طرح اجارہ صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ عین مستاجرہ کا متعین ہونا

شرط ہے اور اس صورت میں عبد متعین نہیں (اور) مجلس عقد سے (غائب چیز) کا اجارہ صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ معین ہونے کے لئے مرئی ہونا لازم ہے (اور بھاگے ہوئے غلام کا) اجارہ (صحیح نہ ہو گا) اس لئے کہ اس کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے اور قادر ہونا شرط ہے (اور اس زمین کا) اجارہ (صحیح نہ ہو گا جس) کی شادابی (کے لئے غالباً پانی میسر نہ ہوتا ہو اور حال یہ ہو کہ بارش کا پانی) اس زمین کی (کھیتی کے لئے ناکافی ہو) چونکہ اس صورت میں عین مستاجرہ سے منفعت کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور حصول منفعت کا امکان شرط ہے (اور) مسلمہ (حائضہ اور نفاس والی کو مسجد میں جھاڑو دینے کے لئے اجارہ پر لینا صحیح نہ ہو گا) اور نہ مسجد کی کسی اور خدمت کے لئے اجارہ پر لینا درست ہو گا کیونکہ عین مستاجرہ سے منفعت کے حصول کا عقد اجارہ سے متصل ہونا شرط ہے اور اس صورت میں عقد اجارہ سے متصل عین مستاجرہ سے منفعت کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ عقد اجارہ کے وقت مسلمہ کا حیض یا نفاس کی وجہ سے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے لہٰذا منفعت متصل نہ ہو گی،

(اور شادی شدہ عورت کا) اجارہ دو سال سے کم عمر بچہ کو (دودھ پلانے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر صحیح نہ ہو گا) اس لئے کہ بیوی کے تمام اوقات شوہر کے لئے متمتع ہونے [یعنی فائدہ اٹھانے] کے اعتبار سے محیط ہیں تو بیوی کا اجازت کے بغیر دودھ پلانا شوہر کے حق کو فوت کرنا ہے (اور آئندہ سال کے لئے چیز کو کرایہ پر لینا صحیح نہیں دوسرے مستاجر کے لئے) اس لئے کہ منفعت عقد سے متصل نہیں (اور جس مستاجر نے اس سال لیا ہے وہی اس چیز کو آئندہ سال کے لئے لے تو جائز ہے) اس لئے کہ دونوں مدتیں متصل ہیں،

(اور موم بتی کو) کرایہ پر لینا (روشن کرنے کے لئے صحیح نہ ہو گا) اس لئے کہ اس کو روشن کرنے کی صورت میں عین مستاجرہ یعنی موم بتی باقی نہیں رہے گی بلکہ ختم ہو جائے گی اور عین مستاجرہ کا انتفاع سے ہلاک و ختم نہ ہونا شرط ہے (اور اس چیز کا) اجارہ پر لینا (صحیح نہ

ہو گا جو باقی نہ رہتی ہو مگر ایک سال اور کرایہ پر لیا ہو ایک سال سے زیادہ کے لئے) تو اس چیز میں اجارہ صحیح ہو گا، اس لئے کہ جو چیز غالباً جتنی مدت باقی رہ سکتی ہو جیسے ایک سال ایک مہینہ یا ایک دن وغیرہ تو اتنی مدت تک کے لئے اس میں اجارہ کا عقد صحیح ہو گا، اس سے زیادہ کا نہیں، مصنفؒ اجارۂ عینیہ کے ذکر کردہ شرائط سے زائد شرائط آگے بیان فرمارہے ہیں:

(اور اجارۂ عینیہ کی شرط یہ ہے کہ منفعت مباح) ہو حرام نہ ہو اور شرط یہ ہے کہ منفعت (متقوم) ہو یعنی جس کے لئے قیمت ہو (اور) منفعت (معلوم ہو) عین اور مقدار کے اعتبار سے اس لئے کہ یہ بیع ہے اور بیع میں یہ چیزیں مشروط ہیں، یہ تین شرائط اجارہ عینیہ کی ہیں لیکن یہ منفعت کے شرائط ہیں عین کے نہیں (جیسے مؤجر) اجرت پر دینے والا مستأجر سے (کہے میں نے تجھے) زمین (اجرت پر دی تاکہ تو کھیتی کرے یا) مؤجر مستاجر سے کہے میں نے تجھے جگہ اجرت پر دی (تاکہ تو مکان بنائے یا) مؤجر کہے (میں نے تجھے چوپایہ کرایہ پر دیا بقدر قنطار لوہا یا روئی) کپاس (لادنے کے لئے اور) اجارہ (مدت معلومہ میں ہو) یعنی دونوں کو مدت کا علم ہو (اور) اجارہ (اجرت معلومہ کے بدلہ میں ہو) یعنی دونوں کو اجرت کا علم ہو (اگرچہ) اجرت کا علم (اندازاً دیکھنے سے ہو یا) اجرت (دوسری منفعت ہو) جیسے مستاجر جانور کی اجرت غلام کی منفعت ہو جو اس کی مثال کے طور پر ایک مہینہ خدمت کرے،

قنطار: ایک وزن کا نام ہے جس کی مقدار مختلف زمانوں میں مختلف رہی، ۱۰۰ ارطل (منجد الطلاب ص ۶۱۷)

آگے مصنفؒ ذکر کردہ شرائط کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(بانسری بجانے پر) اجارہ (صحیح نہ ہو گا) اس لئے کہ یہ حرام ہے اور منفعت کا مباح ہونا شرط ہے (اور شراب کو بہانے کے علاوہ کے لئے اٹھانے پر) اجارہ (صحیح نہ ہو گا) مطلب یہ ہیکہ شراب کو بہانے کے لئے اٹھانے پر اجارہ صحیح ہو گا اور بہانے کے علاوہ کے لئے صحیح نہ ہو گا اس لئے

کہ یہ حرام ہے اور اس پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہے جیسے میتہ کہ اس پر بھی معاوضہ لینا جائز نہیں (اور دلال کے کلمہ کا) اجارہ (جس کلمہ میں مشقت نہ ہوتی ہو صحیح نہ ہو گا اگرچہ وہ کلمہ سامان کو رائج کر دیتا ہو) یعنی لوگوں میں اس کے خریدنے کی رغبت پیدا کر دیتا ہو جیسے دلال آواز لگائے کہ یہ سامان ایسا ہے جس کی کوئی مثال نہیں مطلب یہ ہے کہ سامان بہت ہی عمدہ ہے اگرچہ ایسی آواز سامان کے لئے لگائی جاتی ہو تب بھی اس پر اجارہ صحیح نہ ہو گا، اس لئے کہ اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور منفعت کی شرط یہ ہے کہ وہ متقوم ہو یعنی اس کی قیمت ہو، ہاں البتہ مشقت اور تعب ہوتی ہو تو اجارہ صحیح ہو گا، (مغنی المحتاج ج۲ ص٤١٤) ((اور) چوپایہ کو کرایہ پر دینا (جائز نہیں) اس قنطار کو (اٹھانے کے لئے جو متعین نہ ہو کہ کیا ہے) لوہا یا کچھ اور، جنس محمول کے مجہول ہونے کی وجہ سے (اور اجارہ اس طرح بھی صحیح نہ ہو گا کہ ہر ماہ ایک درہم کے بدلہ میں اور مکمل مدت بیان نہ کرے) مثلاً ایک سال یا دو سال (اور کھانے اور پہننے کا) اجارہ (صحیح نہ ہو گا) مطلب یہ ہیکہ کسی کو مثلاً ایک مہینہ خدمت کے لئے رکھے اور خدمت کے دوران خادم کے کھانے اور پہننے کو اس کی اجرت مقرر کرے تو اجارہ صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ اجرت میں جہل ہے یعنی کھانے کی مقدار معلوم نہیں اسی طرح پہننے کی،

مصنفؒ اجارۂ ذمہ اور عین سے فارغ ہوئے اب آگے منفعت سے متعلق احکام بیان فرمارہے ہیں چاہے وہ منفعت اجارۂ ذمہ کی ہو یا عین کی:

(پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ منفعت پہچانی نہیں جاتی مگر زمانہ سے جیسے) گھر میں (رہنا) تو اس صورت میں منفعت کی مقدار متعین کرنا ضروری ہے تعیین مدت کے ذریعہ (اور دودھ پلانا) یعنی آزاد عورت کا شوہر کی اجازت سے اور باندی کا آقا کی اجازت سے چھوٹے بچہ کو دودھ پلانا تو اس منفعت کی مقدار متعین کرنا ضروری ہے تعیین مدت کے ذریعہ جیسے

دوسال وغیرہ (اور کبھی منفعت پہچانی نہیں جاتی مگر عمل سے جیسے حج کرنا) یعنی اجرت دیکر حج بدل کروانا (اور اس کے مانند) جیسے جانور لینا سواری کے لئے کرایہ پر مکہ تک جانے کے لئے، (مغنی المحتاج) (اور کبھی منفعت زمانہ اور عمل دونوں سے پہچانی جاتی ہے جیسے کپڑا سلانا) اس میں زمانہ اور عمل دونوں سے معرفت ہوسکتی ہے مثلاً کہے کہ میرے لئے ایک ماہ تک کپڑے سیتا رہے، اور (مکان بنانا) اسی طرح اس میں بھی دونوں سے معرفت ہوسکتی ہے (اور قرآن کی تعلیم دینا) مکمل یا بعض قرآن کی، اس میں بھی زمانہ اور عمل دونوں سے معرفت ہوسکتی ہے (تو اس صورت میں) منفعت کی (تقدیر و تعیین دونوں میں سے ایک سے کرنی ہوگی، اگر) بیک وقت (دونوں امر سے) منفعت کی (تعیین کی جائے تو) اجارہ صحیح نہ ہوگا اس کی صورت یہ ہوگی کہ: (مستاجر کہے گا) میں نے تجھے اجرت پر لیا (تاکہ تو میرے لئے یہ کپڑا اس دن کا سورج غروب ہونے تک سلا کردے تو یہ صحیح نہ ہوگا) اس لئے کہ اس میں زمانہ (هذا اليوم) اور عمل (لتخيط لى هذا الثوب) دونوں جمع ہیں،

(وَتُشْتَرَطُ مَعْرِفَةُ الرَّاكِبِ بِمُشَاهَدَةٍ اَوْ وَصْفٍ تَامٍّ وَكَذَا مَايَرْكَبُ عَلَيْهِ مِنْ مَحْمَلٍ وَغَيْرِهِ وَفِيْ اِجَارَةِ الذِّمَّةِ ذِكْرُ جِنْسِ الدَّابَّةِ وَنَوْعِهَا وَكَوْنُهَا ذَكَراً اَوْ اُنْثٰى لِلرُّكُوْبِ لَا لِلْحَمْلِ اِلَّا اَنْ كَانَ لِنَحْوِ زُجَاجٍ وَمَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ لِلتَّمَكُّنِ مِنَ الْاِنْتِفَاعِ كَالْمِفْتَاحِ وَالزِّمَامِ وَالْحِزَامِ وَالْقَتَبِ وَالسَّرْجِ فَهُوَ عَلَى الْمُكْرِيْ اَوْلِكَمَالِ الْاِنْتِفَاعِ كَالْمَحْمَلِ وَالْغِطَاءِ وَالدَّلْوِ وَالْحَبْلِ فَعَلَى الْمُكْتَرِيْ وَعَلَى الْمُكْرِيْ فِيْ اِجَارَةِ الذِّمَّةِ الْخُرُوْجُ مَعَهُ وَالتَّحَمُّلُ وَالْحَطُّ وَاِرْكَابُ الشُّيُوْخِ وَاِبْرَاكُ الْجَمَلِ لِلْمَرْاَةِ وَالضَّعِيْفِ وَلِلْمُكْتَرِيْ اَنْ يَسْتَوْفِيَ الْمَنْفَعَةَ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ مِثْلَهَا اِمَّا بِنَفْسِهِ اَوْ بِمِثْلِهِ فَاِذَا اسْتَأْجَرَ لِيَزْرَعَ حِنْطَةً زَرَعَ مِثْلَهَا اَوْ لِيَرْكَبَ اَرْكَبَ مِثْلَهُ وَاِنْ جَاوَزَ الْمَكَانَ الْمُكْتَرِى اِلَيْهِ لَزِمَهُ الْمُسَمّٰى فِى الْمَكَانِ وَاُجْرَةُ الْمِثْلِ لِلزَّائِدِ وَيَجُوْزُ تَعْجِيْلُ الْاُجْرَةِ وَتَاْجِيْلُهَا فَاِنْ اَطْلَقَا تَعَجَّلَتْ وَيَجُوْزُ فِيْ اِجَارَةِ الذِّمَّةِ تَعْجِيْلُ الْمَنْفَعَةِ وَتَأْجِيْلُهَا وَاِنْ تَلِفَتِ الْعَيْنُ الْمُسْتَأْجَرَةُ انْفَسَخَتْ فِى الْمُسْتَقْبَلِ وَاِنْ تَعَيَّبَتْ تَخَيَّرَ فَاِنْ كَانَتِ الْاِجَارَةُ فِى الذِّمَّةِ لَمْ تَنْفَسِخْ وَلَمْ يَتَخَيَّرْ بَلْ لَهُ طَلَبُ بَدَلِهَا لِيَسْتَوْفِيَ الْمَنْفَعَةَ وَاِنْ تَلِفَتِ الْعَيْنُ الَّتِى اسْتُؤْجِرَ عَلَى الْعَمَلِ

فِيهَا فِيْ يَدِ الْاَجِيْرِ اَوِ الْعَيْنُ الْمُسْتَأْجَرَةُ فِيْ يَدِ الْمُسْتَأْجِرِ بِلاَعُدْوَانٍ لَمْ يَضْمَنْهَا وَاِنْ مَاتَ اَحَدُ الْمُتَكَارِيَيْنِ وَالْعَيْنُ الْمُسْتَأْجَرَةُ بَاقِيَةٌ لَمْ تَنْفَسِخْ وَاِذَاانْقَضَتِ الْمُدَّةُ لَزِمَ الْمُسْتَأْجِرَ رَدِّ الْعَيْنِ وَعَلَيْهِ مُؤْنَةُ الرَّدِّ وَاِذَا عَقَدَ عَلٰى مُدَّةٍ اَوْ مَنْفَعَةٍ مُعَيَّنَةٍ فَسَلَّمَ الْعَيْنَ وَانْقَضَتِ الْمُدَّةُ اَوْ زَمَنٍ يُمْكِنُ فِيْهِ اسْتِيْفَاءُ الْمَنْفَعَةِ اسْتَقَرَّتِ الْاُجْرَةُ وَوَجَبَ رَدُّ الْعَيْنِ وَتَسْتَقِرُّ فِى الْاِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ اُجْرَةُ الْمِثْلِ حَيْثُ يَسْتَقِرُّ الْمُسَمّٰى فِى الصَّحِيْحَةِ)

(اور) اجارۃ العین اور اجارۂ ذمہ میں (شرط ہے سوار کی معرفت اور پہچان چاہے معرفت دیکھنے سے ہو، یا وصف تام سے) راکب کو وصف تام سے پہنچاننے کا مطلب یہ ہیکہ اس کا موٹا یا دبلا ہونا بیان کیاجائے (اور اسی طرح) اجارۃ العین اور ذمہ میں شرط ہے (راکب جس چیز پر سوار ہو گا اس کو) پہچانا (جیسے کجاوہ) کو پہچانا (اور اس کے علاوہ) جیسے زین اور پالان کو پہچانا شرط ہے مشاہدہ اور وصف تام سے،

(اور اجارۃ الذمہ میں) شرط ہے (ذکر کرنا جانور کی جنس) کو کہ جانور اونٹ ہے یا گدھا وغیرہ، اور (اس کی نوع) کو کہ ترکی ہو گا یا عربی (اور اس کے مذکر یا مؤنث ہونے کو) یعنی ان چیزوں کو ذکر کرنا شرط ہے جبکہ جانور اجرت کے بدلہ میں (سوار ہونے کے لئے) لیا ہو (نہ کہ باربرداری کے لئے) مطلب یہ ہے کہ جانور کو بوجھ لانے کے لئے لیا ہو تو مذکورہ چیزیں ذکر کرنا شرط نہیں ہے (مگر سامان شیشے کے مانند ٹوٹنے والی چیزیں ہوں) تو ان چیزوں کا بیان کرنا لازم ہو گا (اور مکتری کو جن چیزوں کی حاجت ہو انتفاع پر قدرت کے لئے مثلاً) گھر کی (کنجی) اور (نکیل) اور (تسمہ وغیرہ جس سے جانور کو باندھا جائے) اور (پالان اور زین تو یہ چیزیں مہیا کرنا مکری کے ذمہ میں ہے اور مکتری کو) جن چیزوں کی حاجت ہو (کمالِ انتفاع کے لئے جیسے کجاوہ) اور (پردہ) اور (ڈول اور رسی) جس سے کجاوہ کو اونٹ پر باندھا جاتا ہے (یہ چیزیں مکتری کے ذمہ ہے) مکری کے ذمہ لازم نہیں (اور اجارۂ

ذمہ میں مکری پر لازم ہے مکتری کے ساتھ نکلنا) اور (سامان کو لادنا) اور (جانور کی پشت سے اتارنا) اور (بوڑھوں کو سوار کرنا اور اونٹوں کو بٹھانا عورت اور کمزور مرد کے سوار ہونے کے لئے اور مکتری کے لئے جائز ہے وہ پورا پورا فائدہ اٹھانا جس کے لئے اجارہ پر لیا ہے یا اس فائدہ کے مثل فائدہ اٹھانا چاہے خود فائدہ اٹھائے یا ایسے شخص کے ذریعہ جو اس کا مثل ہو) طول، عرض وغیرہ میں،

(لہٰذا اگر زمین کرایہ پر لے گیہوں کی زراعت کے لئے تو اس کے مثل کی زراعت کر سکتا ہے) جیسے مسور (یا جانور کرایہ پر لے سواری کے لئے تو اپنے جیسے آدمی کو سوار کر سکتا ہے، اگر مکتری مکانِ مکتری الیہ) وہ جگہ جہاں تک کے لئے جانور کو کرایہ پر لیا ہو (سے آگے جائے تو مقرر جگہ کے مقابلہ میں مقرر کردہ اجرت لازم ہوگی اور جتنی مقدار آگے گیا ہے اس کے مقابلہ میں اجرت مثل لازم ہوگی اور) اجارۂ عینیہ میں (اجرت فوری ہو) یعنی اسی وقت ادا کرنا طے ہو (تب بھی جائز ہے اور دیر سے ادا کرنا طے ہو تب بھی جائز ہے) مثلاً پانچ دن کے بعد ادا کرے گا (اگر) اجرت میں (تعجیل یا تاجیل کی قید نہ لگائے بلکہ مطلق رکھے تو فوراً ادا کرنا ہوگا اور جائز ہے، اجارۂ ذمیہ میں تعجیلًا) یعنی فوری طور پر (منفعت حاصل کرنا اور تاخیرًا) کرنا، مثلاً آپ کے ذمہ میں ہے اتنا سامان لاد کر مکہ تک لے جانا فلاں مہینے میں (اور اگر عین مستاجرہ ضائع ہو تو مستقبل کے اعتبار سے اجارہ فسخ ہوگا) محل منفعت فوت ہونے کی بنا پر (اور اگر عین مستاجرہ عیب دار ہو تو مستاجر کو اختیار رہے گا) چاہے تو اجارہ کو فسخ کرے چاہے تو باقی رکھے، عیب سے مراد وہ عیب ہے جو مؤثر ہو [یعنی اثر انداز ہو] جیسے عین مستاجرہ زمین ہو تو زمین کے لئے پانی منقطع ہو جائے (اگر اجارہ ذمہ میں ہو) یعنی اجارۂ ذمہ ہو اور عین مسلمہ یعنی دی ہوئی چیز ضائع ہو جائے (تو اجارہ نہ فسخ ہوگا اور نہ مستاجر کو)

اجارہ فسخ کرنے یا باقی رکھنے کے درمیان (اختیار ہو گا بلکہ مستاجر کے لئے عین مسلمہ کا بدل) مؤجر سے (طلب کرنا جائز ہو گا تاکہ منفعت پوری حاصل کرے)

(اور اگر ضائع ہو جائے وہ عین جس میں عمل کے لئے اجیر کو اجرت پر لیا تھا اجیر کے قبضہ میں) مثلاً کسی شخص نے اجیر کو اپنا کپڑا سلانے کے لئے دیا اور وہ [عین یعنی] کپڑا اجیر کے قبضہ میں سلانے سے پہلے ہی ضائع ہو، یہ ایک صورت (یا عین مستاجرہ مستاجر کے قبضہ میں) ضائع ہو (زیادتی کے بغیر) جیسے آسمانی آفت سے ضائع ہو، یہ دوسری صورت (تو) دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں (اجیر اس شی کا ضامن نہ ہو گا) اور دوسری صورت میں مستاجر عین مستاجرہ کا ضامن نہ ہو گا اس لئے کہ دونوں امین ہیں (اور اگر مکری اور مکتری دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے اور عین مستاجرہ) اپنے حال پر (باقی ہو) اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو (تو اجارہ فسخ نہ ہو گا) بلکہ وارث مرحوم کے قائم مقام بنے گا اور اختیار بھی نہ رہے گا اس لئے کہ عقد دونوں کی طرف سے لازم ہو چکا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں چاہے اجارۂ عین ہو یا اجارۂ ذمہ،

(اور جب) اجارہ کی (مدت) چاہے اجارۂ عینیہ ہو یا ذمیہ (پوری ہو تو مستاجر پر لازم ہو گا) مالک پر (عین مستاجرہ کو واپس لوٹانا اور) مستعیر کی طرح (واپس لوٹانے کا خرچ مستاجر کے ذمہ) میں لازم (ہو گا اور اگر) معینہ (مدت پر عقد ہو) یعنی اجارۃ العین ایک مہینہ کے لئے گھر اجرت پر لیا ہو (یا معینہ منفعت) پر جیسے زراعت کے لئے عقد ہوا ہو (پھر مؤجر عین) مستاجر کے (سپرد کرے اور) وہ (مدت) جو عقد کے وقت طے ہوئی تھی (پوری ہو جائے یا اتنا وقت) گزر جائے (جس میں منفعت کا حصول ممکن ہو) مطلب یہ ہیکہ مستاجر نے ایک مہینے رہنے کے لئے گھر اجرت پر لیا لیکن اس میں رہا نہیں اور مہینہ کی مدت پوری ہو گئی یا یہ کہ زراعت کے لئے زمین لیا اور جتنا وقت زراعت کے لئے درکار ہو سکتا ہے اتنا وقت

گزر گیا اس نے زراعت نہیں کی (تو) مستاجر پر (اجرت ثابت ہو گی اور عین مستاجرہ کو واپس لوٹانا واجب ہو گا اور) مستاجر کے ذمہ (لازم ہو جائے گی اجرت مثل اجارۂ فاسدہ میں ان صورتوں میں جن صورتوں میں اجارۂ صحیحہ میں اجرت مسمی لازم و ثابت ہو گئی ہے) چاہے اجرت مثل مسمی کے مثل ہو یا کم و بیش اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ہر فاسد عقد صحیح عقد کے مانند ہے ضمان و عدم ضمان میں،

(فصل)

(اِذَا قَالَ مَنْ بَنٰی لِیْ حَائِطاً فَلَهٗ دِرْهَم اَوْ مَنْ رَدَّ لِی آبِقِیْ فَلَهٗ كَذَا فَهٰذِهٖ جَعَالَةٌ يُغْتَفَرُ فِيْهَا جَهَالَةُ الْعَمَلِ دُوْنَ جَهَالَةِ الْعِوَضِ فَمَنْ بَنٰى اَوْ رَدَّ اِلَيْهِ الْاٰبِقَ وَلَوْ جَمَاعَةً اِسْتَحَقَّ الْجُعْلَ وَمَنْ عَمِلَ بِلَا شَرْطٍ لَمْ يَسْتَحِقَّ شَيْئاً فَلَوْ دَفَعَ ثَوْباً لِغَسَّالٍ فَقَالَ اغْسِلْهُ وَلَمْ يُسَمِّ لَهٗ اُجْرَةً فَغَسَلَهٗ لَمْ يَسْتَحِقَّ شَيْئاً فَاِنْ قَالَ شَرَطْتَ لِيْ عِوَضاً فَاَنْكَرَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا فَسْخُهَا لٰكِنْ اِنْ فَسَخَ صَاحِبُ الْعَمَلِ بَعْدَ الشُّرُوْعِ لَزِمَهٗ قِسْطُهٗ مِنَ الْعِوَضِ وَفِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ لَا شَيْئَ لِلْعَامِلِ)

(فصل)

جعالہ کے بیان میں

جعالہ کی تعریف

لغت میں: کسی کام کا عوض مقرر کرنے کو جعالہ کہتے ہیں،

اس کی شرعی تعریف وہی ہے جو مصنفؒ نے شروع میں ہی بیان فرمایا ہے،

آیت: **قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْم** (سورۂ یوسف ۷۲) انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا [وہ غائب ہے] اور جو شخص اس کو [لاکر] حاضر کرے اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس [کے دلوانے] کا ذمہ دار ہوں (ترجمۂ قرآن)

حدیث: میں ڈسے ہوئے کا قصہ ثابت ہے جس کو صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھونکا تھا بکریوں کے ریوڑ کے بدلے میں۔

حکمت

حاجت کی وجہ سے اسے مشروع کیا گیا۔

جعالہ کے ارکان

(۱)عاقد[یعنی یہ معاملہ کرنے والا] (۲) عمل[یعنی جو کام طے ہو] (۳) جعل[یعنی عوض جو مقرر کیا جاتا ہے] (۴)صیغہ[یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (اقناع ج ۲ ص ۲۰)

(جب کوئی شخص کہے جو شخص میرے لئے دیوار بنائے گا تو اس کے لئے) میرے ذمہ ایک (درہم ہے یا) کہے (جو شخص میرے بھاگے ہوئے غلام کو میرے پاس واپس لوٹائے گا تو اس کے لئے) ذمہ (اتنا ہے) یعنی ایک درہم ہے یا دو یا اس سے زیادہ ہیں، کذا مبہم عدد کا نام ہے جس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے (یہ) یعنی اس طرح کہنا (جعالہ ہے اس میں عمل کی جہالت سے درگزر کیا گیا ہے) یعنی عمل معلوم نہ ہو تب بھی درست ہے (نہ کہ عوض کی جہالت سے) درگزر کیا گیا ہے مطلب یہ ہیکہ عوض کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے، عامل بھی معلوم نہ ہو تب بھی درست ہے (پھر جو شخص) دیوار (بنائے یا بھاگا ہوا غلام اس تک واپس لوٹائے اگرچہ) واپس لوٹانے والی (جماعت) ہو (وہ عوض کی مستحق ہوگی) جعالہ کو لفظاً قبول کرنا شرط نہیں ہے بلکہ عمل سے لے آنا کافی ہے (اور جو شخص عمل کرے کسی شئ کی شرط کے بغیر وہ کسی شی کا مستحق نہ ہوگا) مطلب یہ ہے کہ جو شخص مثلاً میرے بھاگے ہوئے غلام کو مجھ تک واپس لوٹائے گا تو میں اس کو ایک درہم دوں گا اس طرح کسی نے شرط نہ رکھی ہو اور اس کے بغیر کوئی اس کو اس کا بھاگا ہوا غلام واپس لوٹائے تو وہ معمولی عوض کا بھی مستحق نہ ہوگا اس لئے کہ اس نے عوض کے بغیر منفعت کو صرف کیا،

(اگر کوئی شخص دھوبی کے پاس کپڑا دے اور) دھوبی سے (کہے اس کو دھو اور کپڑا دینے والا) مراد کپڑے کا مالک (دھوبی کے لئے اجرت مقرر نہ کرے اور دھوبی) اس صورت میں (کپڑے کو دھوئے تو کسی بھی چیز کا مستحق نہ ہوگا)[اس لئے کہ یہ عمل یعنی کپڑا دھونا شرط کے بغیر ہے]

(اگر دھوبی) کپڑے کے مالک سے (کہے تو نے میرے لئے) اس عمل پر (عوض کی شرط لگائی تھی) یعنی مقرر کیا تھا (لیکن کپڑے کا مالک) عوض کی شرط سے (انکار کرے تو منکر) یعنی مالک (کا قول مانا جائیگا) قسم کے ساتھ اس لئے کہ اصل عدم شرط ہے اور ذمہ سے بری رہنا ہے (اور مالک اور عامل دونوں میں سے ہر ایک کے لئے عقد جعالہ کو فسخ کرنا جائز ہے) اس لئے کہ یہ دونوں کی طرف سے جائز عقد ہے (لیکن اگر کام شروع کرنے کے بعد مالک فسخ کرے تو) طے شدہ (عوض میں سے اس کام کے بقدر عوض) یعنی شروع کرنے کے بعد جتنا کام کر چکا اس کام کے بقدر عوض عامل کے لئے (مالک پر لازم ہو گا، اور اس کے علاوہ صورت میں) یعنی مالک نے کام شروع کرنے سے پہلے فسخ کیا ہو یہ ایک صورت اور دوسری صورت یہ، یا عامل نے کام شروع کرنے کے بعد فسخ کیا ہو تو (عامل کے لئے) دونوں صورتوں میں (کوئی عوض) مالک پر لازم (نہ ہوگا) پہلی صورت میں اس لئے کہ اس نے کچھ بھی عمل نہیں کیا اور دوسری صورت میں اس لئے کہ عامل نے اپنے اختیار سے فسخ کیا اور اس سے مالک کی غرض بھی حاصل نہیں ہوئی۔

اجارہ اور جعالہ میں کیا فرق ہے؟

یہ فرق ہے: (۱) اجارہ میں عمل متعین ہوتا ہے لیکن جعالہ میں اس کا متعین ہونا ضروری نہیں ہے جیسے کہے کہ میری گم شدہ چیز لا کر دے دے اور عوض و مزدوری متعین کرے (۲) اجارہ میں مکری اور مکتری متعین ہوتا ہے لیکن جعالہ میں عامل کا متعین ہونا ضروری

نہیں، مثلاً یہ کہنا کہ جو میری گمشدہ چیز لا کر دیدے میں اسے مثلاً ہزار روپے دوں گا
(۳) جعالہ میں تھوڑا کام کرنے پر اپنے کام کے بقدر اجرت کا مستحق نہیں ہوتا الّا یہ کہ مالک
خود کام بند کرادے (اقناع ج ۲ ص ۲۰) (۴) اجارہ میں قبول شرط ہے جعالہ میں قبول شرط
نہیں ہے (۵) اجارہ میں تاقیت ہے یعنی وقت متعین ہوتا ہے لیکن جعالہ میں متعین نہیں
ہوتا جیسے کہنا کہ میری فلاں چیز لا کر دیدے تو ہزار روپے دوں گا (حاشیۂ اقناع)

کام سے فارغ ہونے کے بعد مزدوری کی مقدار میں اختلاف ہو جائے مثلاً عامل کہے کہ ہزار روپے متعین ہوئے تھے اور مالک کہے کہ آٹھ سو روپے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

مذکورہ صورت میں دونوں کو قسم کھلائی جائے گی اور اس معاملہ کو فسخ کر دیں گے اور عامل
کے لئے اجرت مثل واجب ہوگی (اقناع)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

باب اللقطۃ و اللقیط و دیگر ابواب
ان شاء اللہ جلد چہارم میں آئیں گے

ماخذومراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
جلالین (اول)	علامہ جلال الدین سیوطی
جلالین (ثانی)	علامہ جلال الدین محلی
حاشیۃالجمل شرح جلالین	علامہ شیخ سلیمان الجمل
حاشیۃالصاوی	احمدبن محمدصاوی
تفسیر	مولاناشبیراحمدعثمانی
ترجمۂقرآن	مولانااشرف علی تھانوی
ترجمۂقرآن	مفتی محمودالحسن صاحب
معارف القرآن	مفتی محمدشفیع پاکستانی
مسلم شریف	إمام ابوالحسن قشیری
شرح مسلم	محی الدین بن شرف النووی
ریاض الصالحین	محی الدین بن شرف النووی
نزھۃالمتقین شرح ریاض الصالحین	دکتورمصطفی سعیدالخن ودکتورمصطفی البغا
ترمذی شریف	محمدبن عیسیٰ سلمی
ابن ماجه	محمدبن یزیدابن ماجه
مشکوۃشریف	محمدبن عبداللہ تبریزی
أبوداؤد	سلیمان سجستانی
نسائی	حافظ أحمدبن شعیب نسائی
مؤطا	مالک بن أنس
کتاب الأم	محمدابن ادریس شافعی
مسندشافعی	محمدابن ادریس شافعی
مھذب	ابراھیم بن علی شیرازی
المجموع شرح مھذب	محی الدین بن شرف النووی

منهاج الطالبين	محى الدين بن شرف النووى
منهج الطلاب	ابى يحيى زكريا انصارى
`فتح الوهاب شرح منهج الطلاب	ابى يحيى زكريا انصارى
حاشية الجمل على شرح المنهج	علامه شيخ سليمان الجمل
رسائل ذهبية فى حاشية فتح الوهاب	سيد مصطفى ذهبى
ألفاظ أبى شجاع (متن الغاية)	أبى شجاع احمد اصفهانى
إقناع فى حل الفاظ أبى شجاع	شيخ محمد شربينى
حاشيۂ إقناع	فاضل مولانا شيخ عوض
تحفة الحبيب على شرح الخطيب	سليمان بن عمر البجيرمى
كفاية الأخيار شرح متن الغاية	تقى الدين ابى بكر دمشقى
تحقيق و تعليق فى كفاية	شيخ كامل محمد محمد
تحفة المحتاج شرح منهاج	شهاب الدين احمد بن حجر هيتمى
حاشيۂ شروانى على تحفة	شيخ عبد الحميد شروانى
حاشيۂ عبادى على تحفة	شيخ احمد بن قاسم عبادى
نهاية المحتاج شرح منهاج	شمس الدين محمد بن ابى العباس
مغنى المحتاج شرح منهاج	شيخ محمد شربينى
تحقيق و تعليق فى مغنى	شيخ على محمد معوض و عادل احمد عبد الموجود
فقه السنة	السيد سابق
قرة العين	زين الدين مليبارى
فتح المعين شرح قرة العين	زين الدين مليبارى
اعانة الطالبين شرح فتح المعين	سيد الكبرى دمياطى
ترشيح المستفيدين شرح فتح المعين	علوى بن سيد أحمد سقاف
الفقه المنهجى	مصطفى الخن و مصطفى البغا
الفقه على المذاهب الأربعة	عبد الرحمن جزيرى

کتاب	مصنف
الحاوی للفتاوی	علامہ عبد الرحمن سیوطی
الأشباہ و النظائر	علامہ عبد الرحمن سیوطی
فیض الالہ المالک شرح عمدۃ السالک	سید عمر برکات مکی
تعلیقات مفیدہ فی فیض	مصطفی محمد عمارہ
انوار المسالک شرح عمدۃ	شیخ محمد زہری غمراوی
تحقیق علی عمدۃ	صالح مؤذن و محمد غیاث
تحقیق علی عمدۃ	عبد المجید محمد ریاض
تعلیقات فی حاشیۂ عمدۃ	بعض العلماء الثقات
حواشی المدنیۃ	شیخ محمد بن سلیمان کردی
مختصر فی حواشی المدنیۃ	علامہ عبد اللہ بافضل حضرمی
شرح علی مختصر فی حواشی المدنیۃ	شہاب احمد بن حجر ہیتمی
حاشیتان (۱) حاشیۂ قلیوبی علی شرح محلی	شہاب الدین بن احمد قلیوبی
(۲) حاشیۂ عمیرہ علی شرح محلی	شہاب الدین عمیرہ
تیسیر الصول	ابراہیم بن عبد اللہ قاسمی
عقود رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامی
کتاب التعریفات	علامہ علی بن محمد جرجانی
منجد الطلاب	
بیان اللسان	قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی
احکام الاسلام عقل کی نظر میں	مولانا اشرف علی تھانوی
حاشیۂ احکام الاسلام	مولانا جمیل احمد تھانوی
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع پاکستانی
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی
فتاویٰ رحیمیہ	مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری